علی ولی اللہ
علیہ السلام
مصنف: عبدالکریم مشتاق

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ

علیؑ ولی اللہ

مصنفہ

عبدالکریم مشتاق فاضل ادیب

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران و تاجران کتب

بمبئی بازار نزد خوجہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی نمبر ۲

قیمت روپے

تیسرا ایڈیشن

انتساب

علمائے حق کے نام:

جو وارثین علم حقہ ہیں۔ جنہیں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سند حاصل ہے کہ: "میری اُمت کے علماء (حقیقی) کا درجہ بنی اسرائیل کے انبیاؑ کی طرح ہے" ان ہی ذواتِ بابرکات سے مذہب کی نشو ونما اور تاسیس و تبلیغ ہوتی ہے۔ اور

اُن حسینی مجاہدین کے نام:

جنہوں نے سرگودھا، لاہور اور سی ایریا لیاقت آباد کراچی کے مقامات پر حالیہ پیش آنے والے واقعات کا انتہائی پُر وقار عزم و استقلال سے مقابلہ کیا اور اسوۂ شبیریؑ کا اتباع کرتے ہوئے ناصبی و یزیدی معاندین پر ثابت کر دیا کہ:

ہے جان سے عزیز عزاداری حسینؑ
رخنہ کریں گے اس میں گوارا کوئی نہ ہم (تاثیر نقوی)

کیونکہ عزاداری مظلوم علیہ السلام سے اسلام، انسانیت، اخوت، امن اور اخلاق کو زندگی ملتی ہے۔

مکمل کلمۂ ایمان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَافَصْلٍ

قرآن مجید اور سنتِ رسولؐ کی روشنی میں علمائے اہلسنت والجماعت کی تائید و تصدیق کے ساتھ ولایت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کو ثابت کیا گیا ہے۔ کلمۂ شیعہ کے اثبات کتب غیر شیعہ سے پیش کئے گئے ہیں۔ کسی ایک منقولہ و محولہ اقتباس کے غلط ثابت کرنے والے کو

پانچ ہزار روپیہ نقد انعام

بصد شکریہ ـــــــــــ پیش کیا جائے گا

مصنف

عرض ناشر

ادارہ رحمت اللہ بک ایجنسی کتاب "علی ولی اللہ" کا تازہ ایڈیشن پیشِ خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن طباعت و کتابت کی خامیوں کے سبب سے معیاری نہ تھا لہٰذا اس کا اغلاط نامہ شائع کرنا پڑا۔ اللہ کی توفیق اور استمدادِ علویہ کے باعث ایڈیشن ہذا میں گزشتہ طباعت کی خامیوں کو دُور کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے اور کتاب کو قارئین کے مطلوبہ معیار پر مزین کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ امید ہے کہ ہماری محنت مقبول ہو گی۔

کلمہ "علی ولی اللہ" کچھ عرصے سے فریقین میں موضوعِ بحث ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں بحث کے تمام گوشوں کا بڑی کاوش سے جائزہ لے کر ثابت کیا ہے کہ اقرارِ ولایتِ علویہ کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا ہے۔ منکرِ ولایتِ علیؑ کو توحید و رسالت کا اقرار کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جیسا کہ کتب اہل سنت و شیعہ سے ثابت ہے کہ خود خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے اقرارِ ولایتِ علیؑ پر بیعت لی چنانچہ امام اہلسنت مفتی اعظم خواجہ سلیمان حنفی نقشبندی اپنی معرکتہ الآرا تصنیف میں نقل کرتے ہیں کہ:

"عقبہ بن عامر جہنی صحابی روایت کرتے ہیں کہ ہم نے جناب رسولِ خدا سے اس قول پر بیعت کی کہ سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے نبی اور علیؑ اُن کے وصی ہیں۔ اگر ہم نے ان تین شہادتوں میں سے کسی کو ترک کیا تو کفر کیا۔" (ینابیع المودۃ صفحہ ۲۴۸ طبع اوّل)

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ "جس نے میری ولایت

کا اقرار نہ کیا اس کو نبوتِ محمدیہ کا اقرار کوئی نفع نہ دے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ دونوں شہادتیں (رسالت و ولایت) لازم و ملزوم ہیں۔"

(مقدمہ مشکوٰۃ الانوار و مراۃ الاسرار صفحہ ۱)

پس ایمان کو مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم خدا کی توحید، محمدؐ کی رسالت اور علیؑ کی ولایت کا اقرار کریں۔ یہی اس کتاب کا نفسِ مضمون ہے۔

ہم ملک کے نامور آرٹسٹ سید اقتدار حسین صاحب نقوی کے تہِ دل سے ممنون ہیں کہ انہوں نے کتاب کے ٹائیٹل کا ڈیزائن تبرکاً تخلیق فرمایا اور قارئین سے ملتمس ہیں کہ ان کے والد مرحوم حکیم سید انوار حسین صاحب نقوی امروہوی کے ایصالِ ثواب کی خاطر سورۂ فاتحہ کی تلاوت فرمائیں۔ شکریہ!

ناشران

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ مولانا محمد علی پٹیالوی صاحب	۱
۲	باعث تحریر رسالہ	۶
۳	آغاز	۱۱
۴	تبصرہ (ناصبی تحریر)	۱۴
۵	وعدۂ خداوندی	۱۵
۶	اطاعتِ رسولؐ شرطِ ایمان	۱۷
۷	شرک	۱۸
۸	موحد ابلیس کی توحید	۲۰
۹	ابلیسی توحید و معاشرہ	۲۴
۱۰	اتباعِ رسولؐ اطاعت اللہ ہے	۲۸
۱۱	منزلتِ ہارونی	۳۰
۱۲	ایک شبہ کا ازالہ	۳۱
۱۳	زمانۂ موسیٰؑ و رسولؐ کے مسلم کا کلمہ	۳۲
۱۴	اعلانِ ولایت اور قرآن	۳۳
۱۵	اکابرینِ اہلسنت والجماعت کا اقرارِ ولایتِ علیؑ	۳۴
۱۶	اقتدائے علیؑ اقتدائے رسولؐ اور خدا ہے	۴۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۷	اسلامی جواہر ریزے (جو علمائے سُنّی و شیعہ نے جمع فرمائے اور ناصبی سنگریزے (جو مستشرقین نے چُن کر ناصبیوں پر احسان کیا) (ایک تقابلی جدول)	۴۴
۱۸	تعظیمِ علیؑ اور حضرت ابوبکر	۴۶
۱۹	مولا مشکل کشا اور نگر اعظم	۴۷
۲۰	حضرت عثمان بن عفان اور ولایت علویہ	۴۸
۲۱	ام المومنین عائشہ اور عبادت دیدارِ امیر المومنین	۴۸
۲۲	صحابیِ رسولؐ ابوسعید خدری اور ذکرِ علیؑ	۴۹
۲۳	بتولِ رسولؐ	۵۰
۲۴	یارِ رسولؐ اور احترامِ بتولؑ	۵۳
۲۵	فاروقِ اہلسنت اور عظمتِ بتولؑ رسولؐ کے پھول	۵۷
۲۶	شیخین اور حسنینؑ	۵۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۷	عربی زبان	۶۳
۲۸	تشریحِ ولایت	۸۵
۲۹	ولایت کے قرآنی معنی	۸۶
۳۰	فائدے	۹۰
۳۱	قرآنی خصوصیاتِ ولایت	۱۰۵
۳۲	معیارِ ولی	۱۰۶
۳۳	ترجمہ آیتِ ولایت کا ایک اختلاف	۱۰۸
۳۴	تردیدِ رشید گنگوہی	۱۰۹
۳۵	آیتِ ولایت کا اگلی آیت سے اتصال اور غلبہ کی خوشخبری	۱۱۱
۳۶	اختلافِ معنی اتفاقِ مفہوم	۱۱۱
۳۷	ولایتِ علیؑ اور ثواب	۱۱۴
۳۸	خیر عقبا اور تولا حیدرؑ کی	۱۱۵
۳۹	تصدیقِ ابوبکر	۱۱۵
۴۰	ولایتِ علیؑ کا اعلانِ عام بحکمِ ولی - بزبانِ ولی	۱۱۶
۴۱	اصحابِ رسولؐ جو اس حدیث کے راوی ہیں	۱۱۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۲	علمائے اہلسنت کے نزدیک حدیثِ غدیر صحیح بلکہ متواتر ہے	۱۲۲
۴۳	سُنّی مولوی محمد صدر عالم کی رائے	۱۲۲
۴۴	قطبِ اہلسنت رشید احمد گنگوہی کا اعتراف	۱۲۳
۴۵	سُنّی آئمہ حدیث کی طویل فہرست	۱۲۴
۴۶	جنہوں نے تخریجِ حدیثِ غدیر کی ہے	۱۲۸
۴۷	مولا کے معنی	۱۲۹
۴۸	مولا بمعنی ہمسایہ	۱۳۰
۴۹	مولا بمعنی آزاد کنندہ	۱۳۰
۵۰	مولا بمعنی آزاد کردہ	۱۳۰
۵۱	مولا بمعنی ہم عہد	۱۳۰
۵۲	مولا بمعنی چچا زاد	۱۳۰
۵۳	مولا بمعنی لواحق اور وارث	۱۳۱
۵۴	مولا بمعنی یار دوست	
۵۵	مولا بمعنی مددگار	۱۳۲
۵۶	مولا بمعنی مالک	۱۳۲
۵۷	مولا بمعنی سید المطاع	۱۳۲
۵۸	مولا بمعنی اولیٰ	۱۳۲
	علمائے اہلسنت والجماعت نے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۹	"اولیٰ" مراد لی	۱۳۳
۶۰	رسم دستار بندی	۱۳۳
۶۱	حضرت عمر اور دیگر اصحاب کی مبارکبادی	۱۳۵
۶۲	امام غزالی اور مقام مولیٰ	۱۳۶
۶۳	علامہ سبط ابن جوزی کا فیصلہ اقرار	۱۳۷
۶۴	قصیدہ خوانی	۱۳۸
۶۵	حضرت جبریل کا حضرت عمر سے مکالمہ	۱۴۰
۶۶	انکار ولایت اور عذاب بزبان قرآن	۱۴۳
۶۷	منہ مانگا عذاب	۱۴۴
۶۸	حدیث ولایت کا بار بار ارشاد رسولؐ	
۶۹	کتب اہلسنت	۱۵۳
۷۰	اصحاب رسول راویانِ حدیث	۱۵۴
۷۱	شاہ عبدالعزیز محدث کے اعتراضات اور مرزا آغا محمد سلطان کے جوابات	۱۵۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۲	اعتراضِ اوّل	۱۵۶
۷۳	اعتراضِ دوم	۱۵۷
۷۴	اعتراضِ سوم	۱۵۸
۷۵	علیؑ ولی اللہ کا اقرار اتباعِ رسولؐ ہے	۱۵۹
۷۶	تحریف و اضافہ در کلمہ طیبہ	۱۶۲
	دہلی مقدمہ کا فیصلہ عدالت محکمہ میں	۱۶۷
	اہلحدیث علامہ نواب صدیق حسن کی زبانی	۱۶۷
۷۷	ایمان ولایت تکمیل دین ہے محمد رسولؐ اللہ کا فیصلہ اللہ کی توثیق	۱۷۱
۷۸	تبصرہ ۸	۱۷۵
۷۹	تبصرہ ۹	۱۷۶
۸۰	تبصرہ ۱۰	۱۷۷
۸۱	اثبات از کتب شیعہ	۱۸۰
۸۲	تبصرہ ۱۲	۱۸۲
۸۳	تبصرہ ۱۳	۱۸۳
۸۴	تبصرہ ۱۴	۱۸۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۵	تبصرہ ۱۵	۱۸۳
۸۶	کلمہ طیبہ اور قرآن مجید	۱۸۵
۸۷	علانیہ اقرار کلمہ عضو بعضو بھی دلیل ایمان نہیں	۱۸۷
۸۸	ایسے کلمہ گو خدا اور رسولؐ کی مغفرت اور شفاعت سے محروم ہیں	۱۸۸
۸۹	الکلمۃ الطیبۃ	۱۸۹
۹۰	علیؑ ولی اللہ کی تکذیب کفر بھی ہے اور موجب عذاب بھی	۱۹۴
۹۱	علیؑ ولی اللہ کلمہ کو طیب اور افضل الذکر بناتا ہے	۱۹۸
۹۲	کلمہ طیبہ فوز عظیم ہے	۱۹۹
۹۳	اضافہ کے بارے میں شبہات کا ازالہ	۲۰۲
۹۴	مولوی دوست محمد قریشی کے اعتراضات	۲۱۰
۹۵	مجلس تحفظ اہلسنت ملتان کی یادداشت برائے ممبران قومی اسمبلی و سینیٹ پر تبصرہ	۲۱۳
۹۶	شیعہ سنی نصاب کے منفی اثرات اور ہماری رائے	۲۲۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۷	جواب — نصاب میں شیعہ دینیات کیوں گوارہ نہیں	۲۳۸
۹۸	ا۔ توحید	۲۴۰
۹۹	ب۔ عدل	۲۴۱
۱۰۰	ج۔ رسالت	۲۴۱
۱۰۱	د۔ امامت	۲۴۱
۱۰۲	ر۔ قیامت	۲۴۲
۱۰۳	س۔ قرآن	۲۴۲
۱۰۴	ص۔ حدیث	۲۴۳
۱۰۵	ط۔ حج	۲۴۴
۱۰۶	ع۔ زکواۃ و خمس	۲۴۴
۱۰۷	ف۔ روزہ	۲۴۴
۱۰۸	ق۔ نماز	۲۴۴
۱۰۹	ک۔ کلمہ	۲۴۵
۱۱۰	ل۔ قصہ مختصر	۲۴۵
۱۱۱	نتائج	۲۴۷
۱۱۲	اشتباہ	۲۴۸
۱۱۳	"	"

مقدمہ

بقلم جناب استاد محترم عزت مآب مولانا مولوی شیخ محمد علی پٹیالوی صاحب قبلہ۔

مناقب ابن مردویہ میں ابن ہارون عبدی سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میری رائے اور اجتہاد خوارج کی رائے کی طرف مائل تھا یہاں تک کہ میں نے ابو سعید خدری سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے صیحات، صیحات۔ لوگ چھ فرضوں پر مامور ہوئے تھے۔ پانچ پر تو عمل کیا اور ایک فرض کو جہالت سے ترک کرکے راہ ضلالت میں پڑ گئے۔ ایک شخص نے پوچھا وہ پانچ فرض کون سے ہیں؟ جواب دیا کلمہ طیبہ، نماز، زکواۃ، حج اور ماہِ رمضان کے روزے۔ سائل نے پوچھا کہ وہ ایک فرض کون سا ہے جس کو لوگوں نے ترک کر دیا۔ ابو سعید خدری نے جواب دیا کہ ولایت علیؑ ابن ابی طالب۔

(مناقب مرتضوی مولانا محمد صالح چشتی حنفی)

جس جہالت و ضلالت کا ذکر اس روایت میں صحابی رسولؐ ابو سعید خدری نے کیا ہے اسی جہالت و ضلالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ولایت علیؑ کے منکر ناصبی کلمہ "علیؑ ولی اللہ" کی شدید مخالفت کر رہے ہیں۔ اور اس مقدس و دلیل ایمان کلمے کو نصاب تعلیم سے خارج کرانے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں۔ ایسے وقت پر ولایت علیؑ کے علمبرداروں کا دینی فریضہ ہے کہ وہ نواصب و خوارج کی اس فتنہ انگیز ایمان دشمن اور مفسدانہ کوشش کو ناکام بنانے کے لئے دفاعی عمل کریں۔

محترم مصنف شہیر مبلغ ولایت علیؑ جناب عبدالکریم مشتاق صاحب لائق تحسین و آفرین ہیں کہ انہوں نے نواصب و خوارج کی سرکوبی کے لئے

باطل کش قلم اٹھایا۔ اور اثبات کلمہ ولایت علی مرتضیٰ علیہ السلام میں کتاب "علیؑ ولی اللہ" تحریر کرکے مذہب امامیہ کی شاندار خدمت سرانجام دی۔

یہ مقدمہ لکھتے ہوئے میں نواصب و خوارج سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جب آپ لوگ ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ قاتلانِ حسینؑ شیعہ تھے تو اس بات کا فیصلہ کلمے ہی سے کیوں نہ کر لیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ شیعہ جو کلمہ پڑھتے ہیں اس میں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے بعد علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلافصل کے الفاظ بھی ہیں۔ تو آپ اپنی ہی کسی مستند و معتبر کتاب سے یہ ثابت کریں کہ لشکرِ یزید کلمے میں شیعوں والے مذکورہ الفاظ پڑھتا تھا یا نہ پڑھتا تھا۔ تو ہمارا یہ کھلا اور واضح اعلان ہے کہ ہم آپ کا الزام تسلیم کرکے مذہب شیعہ چھوڑ دیں گے۔ اگر آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے اس کا مطلب صاف صاف یہ ہو گا کہ قاتلانِ حسین صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہی پڑھتے تھے۔ لہٰذا شیعہ نہیں تھے۔ پھر ان کا مذہب کیا تھا۔ کلمے کی مطابقت سے سمجھ لیں ہمارا کلمہ یزید اور یزیدیوں سے نہیں ملتا۔ کلمہ "علیؑ ولی اللہ" کو شیعوں کا اختراع کہنے والے ابو سعید خدری صحابیٔ رسول کے قول پر غور کریں۔ جس کی رو سے منکرین ولایت علیؑ جاہل و گمراہ ہیں۔ اور اہلسنت کی کتاب فردوس الاخبار پڑھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ کلمہ علیؑ ولی اللہ شیعوں کا خود ساختہ اور اضافہ کردہ نہیں۔ سرکار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے پڑھا ہے۔ ولایت علی علیہ السلام کے متعلق مولانا محمد سلیمان حنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ کی کتاب "ینابیع المودۃ" کے باب ۱۵ کی حدیث ۲۲ بھی قابلِ توجہ ہے کہ:

طلحہ بن زید امام جعفر صادق سے آپ اپنے آبائے طاہرین سے یہ حضرات امیر المومنین علی علیہ السلام سے یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا

جب کسی نبی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ اس نبی کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں میں افضل ترین فرد کے متعلق وصیت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم اپنے چچا زاد بھائی علیؑ کے متعلق وصیت کرو۔ میں نے اس بات کو گذشتہ کتب (سماویہ) میں لکھ دیا ہے۔ اور میں نے ان کتب میں تحریر کر دیا ہے کہ علی تمہارے وصی ہیں۔ میں نے اس بات کا مخلوق سے اپنے انبیاء رسولوں سے میثاق لیا ہے۔ اے محمدؐ میں نے ان تمام لوگوں سے اپنی ربوبیت، تمہاری نبوت اور علی بن ابی طالب کی ولایت اور وصایت کا میثاق و عہد لیا ہے۔

کتاب مناقب مرتضوی کے باب اول میں منقبت نمبر ۳ کے ذیل میں مشہور حنفی عالم مولانا محمد صالح چشتی لکھتے ہیں کہ

تمام انبیاء نے شب معراج میں جناب رسول خدا سے کہا کہ ہم سب لا الہ الا اللہ کی شہادت پر، اور آپ کی نبوت پر اور علی ابن ابی طالب کی ولایت کے اقرار کرنے پر مبعوث ہوئے ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام انبیاء نے لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کے ساتھ علیؑ ولی اللہ، کا کلمہ اقرار بھی پڑھا۔

بڑائے حضرت علی علیہ السلام مناقب مرتضوی کے باب سوم منقبت نمبر ۲۶ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا اور اس کے چاروں ارکان پر لکھا "لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ ولی اللہ وصیہ" طبقاتِ زمین کو پیدا کیا تو اس کے اطراف میں کلمات مذکورہ بالا تحریر فرمائے۔ اس کے بعد لوح کو پیدا کیا اور اس کے حدود پر بھی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصیہ" تحریر فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ علیؑ ولی اللہ وہ مقبول بارگاہ الٰہی کلمہ ہے کہ جو

خود اللہ نے اپنے عرش عظیم کے ارکان پر، لوح کے حدود پر اور جنت کے دروازے پر خود تحریر فرمایا۔ اور اس کا اقرار تمام انبیاء سے لیا۔ پھر اس کلمہ کو شیعوں کا اضافہ کہنا جہالت و گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟

آخر میں منکرین کلمہ علیؑ ولی اللہ سے ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کچھ الفاظ کہنا ناجائز ہے آپ کا اپنا خیال ہے جو شریعت نہیں بن سکتا۔ اگر کچھ علمی دم خم ہے اور آپ کے پاس اپنے مذکورہ بالا قول کا کوئی شرعی جواز ہے تو قرآن مجید کی کسی آیت میں یا سرکار محمد مصطفیٰ کی کسی حدیث میں یہ دکھائیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ کچھ اور پڑھنا حرام پایا جاتا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ نواصب خوارج تا قیامت ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ صرف بغض علیؑ کی وجہ سے اقرارِ ولایت علیؑ کی مخالفت کر رہے ہیں اور ملک میں انتشار پیدا کر کے حکومت کو پریشان کر کے اپنے خود غرضانہ حزبی سیاسی مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں لیکن سُنی و شیعہ دونوں مسلمان بھائی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ نواصب و خوارج شروع ہی سے پاکستان کے مخالف اور ہندو کانگرس کے طرفدار رہے ہیں۔ اسی لئے وہ ملک میں فساد و افراتفری پیدا کر کے پاکستان کو تباہ کرنے کے ناپاک منصوبے پر عمل کر رہے ہیں۔ لیکن انشاء اللہ شیعہ و سُنی بھائی متحد ہو کر ملک کے دشمنوں کے منصوبے کو خاک میں ملا دیں گے۔

پاکستان زندہ باد

والسلام

محمد علی پٹیالوی

باعثِ تحریر آنکہ

بندہ عاجز برادرانِ اسلام سے گزارش کرتا ہے کہ شیعہ و سُنّی پاکستان کے دو بڑے ستون ہیں۔ پاکستان دشمن عناصر ان کو کمزور کرنے کی ریشہ دوانیوں میں مصروفِ عمل ہے۔ زمانے کا رنگ تبدیل ہو رہا ہے اتحاد بین المسلمین مخالفین کی آنکھوں کا شہتیر بن چکا ہے۔ آتشِ تعزیقات کو ہوا دی جا رہی ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے شیرازہ کو بکھیرنے کی مذموم سازشیں جاری رہیں۔ ایک طرف حکومتی سطح پر اسلامی اخوت اور عالمگیر اسلامی بھائی چارے کے مظاہرے دادِ تحسین حاصل کر رہے ہیں تو دوسری طرف چند متعصب اور تنگ نظر افراد فسادات کا بیج بونے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور ایسے مفسد و دشمنِ وطن گروہ کو نادان ملاؤں نے کافر گری کی مشین بھی مہیا کر رکھی ہے۔

قوم کو اتحاد، تنظیم اور یقینِ محکم کے اسباق کی بجائے نفاق، بدنظمی اور بدظنی کی مذموم تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ان ناپاک مقاصد کے لئے مساجد خداوندی کو بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ مقدس اجتماعات کے نام پر عوام الناس کو مدعو کرکے بھائی کو بھائی کے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے۔ اور قوم میں اشتعال انگیزی پیدا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جا رہا ہے۔

قانون کی بالادستی، تحفظِ امنِ عامہ اور ہر اندرونی انتشار کی سرکوبی حکومت کے فرائض میں شامل ہے اور ہمیں امید ہے کہ انتظامیہ اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہے۔ چنانچہ حکومت کا خیال ہے کہ "مخالف سیاسی پارٹیاں فرقہ وارانہ منافرت پھیلا رہی ہیں"۔

پیپلز پارٹی پنجاب کی صوبائی کمیٹی میں اظہارِ تشویش

لاہور ۱۹ مارچ۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی صوبائی کمیٹی کے اجلاس میں آج اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ بعض سیاسی پارٹیاں اور وطن دشمن عناصر فرقہ وارانہ منافرت پھیلا کر پاکستان میں انتشار پھیلانے کی سازش کر رہے ہیں۔ کمیٹی نے عوام کو خبردار کیا ہے کہ وہ پاکستان کے مخالف عناصر سے خبردار رہیں۔ جو چار قومیتوں کے نعرے اور اسلام کے پاکیزہ نام کو انقلاب کے راستے میں رکاوٹ بنانے کے بعد ایسے حربوں پر اتر آئے ہیں کمیٹی کا اجلاس آج پنجاب پیپلز پارٹی کے چیئرمین اور وفاقی وزیر سماجی بہبود و دیہی ترقی ملک معراج خالد کی زیر صدارت ہوا۔

(روزنامہ مشرق لاہور۔ ۲۰ مارچ ۱۹۷۶ء)

چنانچہ اب دیکھنا یہ ہے کہ حکومت اپنے فرائض سے کس طرح عہدہ برآ ہوتی ہے!

اسلام کا روپ دھار کر مسلمانوں کی پشت پر خنجر گھونپنا منافقین کی پرانی عادت ہے۔ اب عوام اور حکومت دونوں پر حفظِ ماتقدم لازم ہے۔ اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ ہمارے رسولؐ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور امتِ محمدیہ کے افراد اس سایۂ رحمت میں منزلِ مقصود پا سکتے ہیں۔ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینے ہی میں نجات پا سکتے ہیں۔ لیکن فرنگی ذہنیت کے پرستار اب واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کی بجائے مساجد میں یہ عمل کر رہے ہیں کہ "تفرقہ ڈالو اور راج کرو"۔

سیرت کے اجلاس، محافلِ میلاد اور اجتماعاتِ جمعہ میں ناعاقبت اندیش خطیب امنِ عامہ کے محافظوں کے خلاف بدزبانی کر رہے ہیں اور اپنے مسموم، کج فہمانہ، خلافِ عقل و دانش نظریات کو جن کا اسلام سے دُور کا

بھی واسطہ نہیں، بڑی دیدہ دلیری سے پھیلا رہے ہیں اور ہر ممکن ذرائع
سے اُن کی تشہیر بھی کی جا رہی ہے۔ چشم پوشی اور سکوت نے ان کے
حوصلے اس قدر بلند کر دیئے ہیں کہ انہوں نے "ولایتِ علیؑ" کے دامن تک
اپنے ناپاک ہاتھ پہنچانے کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ شاید اس لئے کہ جب
سانپ کی موت آتی ہے تو راہ پر بیٹھ جاتا ہے۔ معلوم نہیں اس خیالِ ناپاک سے پہلے
انہوں نے اپنے گریبان میں کیوں نہ جھانک لیا؟

ہر محبِ علیؑ ولایتِ علیؑ کا متوالا ہے۔ ناصبیوں اور خارجیوں کے سوا آج
تک کسی مسلمان نے حضرت علیؑ کے ولی ہونے کا انکار نہیں کیا کیونکہ ہر مسلم یہ جانتا ہے
کہ ایسا تصور ہی اُسے خارجی بنا دے گا۔ لہٰذا یہی امر ثابت کرنا اس تالیف کا
باعثِ تحریر ہے کہ منکرِ ولایت علی علیہ السلام کا مسلک اہل سنت اور مذہبِ
امامیہ دونوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ہم نے قرآن مجید اور سنتِ رسولِ کریمؐ سے "علیؑ ولی اللہ" کو دونوں
فرقوں کے کتبِ معتبرہ سے ثابت کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اگر
کوئی مسلمان ہمارے پیش کردہ محولہ اور منقولہ اقتباسات کو غلط ثابت کر دے گا
تو اُسے پانچ ہزار (۵۰۰۰) نقد انعام دیا جائے گا۔

باوجودیکہ اکابرینِ ملتِ جعفریہ کی جانب سے "ولایتِ علیؑ" کے بارے میں
متعدد شاہکار ہدیۂ ناظرین کئے جا چکے ہیں لیکن نواصب و خوارج نے "میں نہ مانوں"
کی رٹ جاری رکھی۔ تاریخِ اسلام کا انکار کیا۔ حدیثِ رسولؐ کے منکر بن گئے۔
تفسیر بالرائے کا عصا تھاما معاویہ و یزید کو اعزازات سے نواز کر خوشامد کی مگر
تمام حربے اکارت ہوئے اور اقرارِ "ولایتِ علیؑ" کے جواز سے انکار کا ثبوت حاصل
نہ ہو سکا۔ کیونکہ ؎ نورِ حق شمعِ الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون؟
جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

میں نے کوشش کی ہے کہ یہ کتاب بالکل غیر جانبدارانہ طریقے سے لکھوں۔
تعصب، تنگ نظری اور غیر مہذب طرزِ تحریر سے اجتناب کیا ہے۔ مجھے نہ ہی
کسی کی توہین مقصود ہے اور نہ ہی اپنی رائے مسلط کرنے کا خواہشمند ہوں۔ میں
نے اعلائے کلمۃ الحق اور اظہارِ امرِ صحیح میں کسی چاپلوسی سے کام نہیں لیا۔ دیگر
بزرگوں کا ذکر مہذب پیرائے میں کیا ہے اور ناصبیوں کی طرح چرب زبانی
نہیں کی۔ دوسروں کے جذبات کا احساس رکھتے ہوئے اپنا مقصد آدابِ
تحریر کے عین مطابق بیان کیا ہے۔

اکثر مقامات پر ناصبی مولفین کی عبارات نقل کی ہیں جن کے مطالعہ
سے ان کی درشتگی، بدزبانی، دل آزاری اور ناگوار طرزِ تحریر کا اندازہ
بخوبی ہو جاتا ہے۔ لیکن میں نے بدلہ اتارنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ
حکمِ قرآن ہے کہ لا اکراہ فی الدین لہٰذا انتہائی معقول رواداری
سے پُر اور احسن طریق سے دعوتِ غور و فکر قارئین کے گوش گذار کی ہے۔
البتہ تحریک نواصب و خوارج پر تنقید کرتے ہوئے بعض مقامات پر ایمان کا
اظہار کرنا پڑا ہے۔

چونکہ اس کتاب کا موضوع "علیؑ ولی اللہ" ہے لہٰذا کوشش
کی ہے کہ بحث موضوع سے جدائی اختیار نہ کرنے پائے۔ امید ہے کہ ناظرین
قدر شناس کتاب ہذا کے محاسن و نقائص سے مطلع فرما کر ہدیۂ تشکر کا
موقع بخشیں گے۔

طالبِ دعا

عبدالکریم مشتاق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

آغاز

الحمد للہ رب العالمین کہ جس نے پیدا کیا تمام ارواح کو اور اُن کو
اپنے نزدیک بٹھایا اور اُن سے دریافت کیا کہ تمہارا رب کون ہے؟
درود و سلام ہے مخلوق اوّل، غایتِ کائنات، فخرِ موجودات، سرچشمہ
ہدایت، رسول کائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) پر۔ شاہِ ولایت، شاہکار رسالت، معدن نبوت امیر المومنین
علی ابن ابی طالب پر اور ائمہ اطہار و معصومینؑ پر کہ جو اُن کی اولاد میں
ہیں کہ ان سب نے بیک وقت گواہی دی کہ اے اللہ تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔
پس ذات حق نے اس سچی گواہی پر خوش ہو کر گواہوں پر اپنا انعام و
اکرام فرمایا اور اپنا علم (جس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے) اور دین
اُن میں سمو دیا۔ اور اس عطا کردہ اعزاز کا اعلان ملائکہ میں کیا کہ
اے فرشتو! یہ ہیں میرے علم اور دین کے حامل اور میری مخلوقات

میں میرے امین۔ پس میرے علوم کے حصول کے لئے اُن کی جانب رجوع
کیا جائے۔

پھر اولادِ آدم سے کہا کہ خدا کی ربوبیت اور اس جماعت (حاملانِ علم
و دینِ الٰہی) کی فرمانبرداری، محبت اور **ولایت** کا اقرار کرو۔ تب
سب نے جواباً عرض کیا بیشک اے خداوند ہم نے اقرار کیا
اُس نے فرشتوں سے فرمایا کہ اے فرشتگان
تم سب اس (اقرار) کے گواہ رہنا۔ ملائکہ نے عرض کی کہ ہم سب گواہ
ہوئے تاکہ یہ آئندہ نہ کہیں کہ ہم اس سے غافل تھے۔

سلام ہو پیغمبران و ہادیانِ برحق پر کہ جن پر میثاق میں روزِ الست
ولایت کی تاکید کر دی گئی۔

اور سلام ہو اُن تمام وعدہ وفا ارواح پر جنہوں نے ایفائے عہد
کی سعادت حاصل کی اور باوجود حوادثاتِ زمانہ کے اپنے وعدے سے
منحرف نہ ہوئے۔

امابعد ارشادِ خداوندی کتابِ صادق میں یوں بیان ہوا ہے کہ
إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ
يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۰

یعنی سوائے اس کے نہیں کہ بس اللہ تمہارا ولی ہے، اور اس کا
رسولؐ اور وہ لوگ جو مومن ہیں نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے
ہیں اس حالت میں کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔ (سورۂ مائدہ)

آیتِ منقولہ سے صاف ظاہر ہے کہ خداوندِ حکیم نے اپنی ذات اپنے رسولؐ

ومومنین (جو نماز قائم کریں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کریں) کو اُمت کا "ولی" مقرر فرمایا ہے۔ لہٰذا ولایت سے اِنکار حکمِ خداوندی سے سرتابی ہوگا۔ اور قرآنِ مجید کی آیت کا منکر جمہورِ اُمت کے نزدیک مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اب قبل اس کے کہ ہم کوئی مزید گذارش کریں ایک ناصبی کی ہرزہ گوئی ملاحظہ فرمایئے۔

"ہم نئی روشنی کے مسلمانوں کا اسلام تو کلمۂ توحید اور قرآن کے ترجمے پر منحصر ہے۔ اور وہی کافی ہے جو بتلاتا ہے کہ "الدین یسر" یعنی دین بے حد آسان نظامِ زندگی کا نام ہے۔ جس میں دُنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ جو کام نیک نیتی سے کیا جائے ثواب ہے۔ محنت مزدوری کرنا اور بچے پالنا بھی دین کا جزو ہے۔ ہمارا اسلام کہتا ہے۔

لا اکراہ فی الدین۔ یعنی مذہب میں زبردستی نہیں۔ بندہ جس طرح چاہے زندگی بسر کرے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے احسانوں کو نہ بھولے اور یہ دین رسول اللہ کی زندگی میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا۔ اس میں نہ امامت کو دخل تھا نہ خلافت کو۔ جی ہاں نہ ولیوں کا کوئی مقام تھا نہ مرشدوں کا۔ نہ پیروں فقیروں کی پوجا جائز تھی نہ مزاروں تعزیوں علموں اور تابوتوں کی پرستش یعنی جو کام رسول نے دین کے نام سے نہ کیا تھا اس کا کرنا بدعت و شرک ہے بلکہ کفر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف اسی تعلیم کو اسلام بتایا ہے جو رسول کو دی گئی تھی۔ (سبائی منبر باغ از عزیز احمد صدیقی صفحہ ۱۹)

(واضح ہو کہ ناصبی مؤلف نے یزید اور معاویہ پر (رح، رض) کی نشانی دینا ضروری سمجھا ہے۔ لیکن رسولؐ پر ؐ نہیں لکھا)

تبصرہ :- ناصبی عزیز احمد صدیقی صاحب فرماتے ہیں کہ اُن کی نئی روشنی والے اسلام کا انحصار کلمۂ توحید اور ترجمہ قرآن پر ہے۔

جس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ رسالت اور متنِ قرآن کا اُن کے نزدیک کوئی مقام نہیں ہے۔ حالانکہ توحید بغیر رسالت کے تسلیم ہی نہیں کی جا سکتی اور قرآن کے تراجم میں غلطیوں کا قوی امکان موجود ہے پس اِن بے بنیاد اساسوں پر دعویٰ اسلام کیا حیثیت رکھیگا۔ ؟

اب انکارِ رسالت و متنِ قرآن کے بعد اگر آپ کے ایمان کا محور ترجمہ قرآن ہے تو آیت قرآن میں ذکرِ ولائیت موجود ہے اور خدا نے رسولؐ و مومنین خاص کو "ولی" قرار دیا ہے پھر آپ اس کا انکار کس بنیاد پر کرتے ہیں کہ کہتے ہیں "جی ہاں نہ ولیوں کا کوئی مقام تھا نہ مرشدوں کا"

کیا آیت قرآن تعلیم رسولؐ نہیں ہے ؟ یہ سند کافی نہیں۔ ؟ کیا یہ اعلانِ آیت حضورؐ نے نہیں فرمایا۔ ؟ اب اگر اس تعلیم قرآن کو بدعت کہہ کر شرک و کفر کہیں تو یہ آپ کا نہیں بلکہ آپ کے ایمان کا قصور ہے۔

ملائے تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں (اقبال)

شیعہ سُنّی عقائد کا اختلاف صدیوں پُرانا ہے۔ اور اب اِن اختلافی مسائل کو ہوا دیکر وحدتِ اسلامی کو منتشر کرنا ہر محبِ وطن کے لئے سوہانِ روح ہے۔ لہٰذا ہم مُلک کی سالمیت و بقاء کی خاطر انتشار پسند طبقے کے عزائم خاک میں ملانا چاہتے ہیں۔ اس لئے مکابرہ و مناظرہ کی گرم جوشی سے اجتناب کرتے ہیں۔

شیعہ سُنّی اختلافات کے باوجود "ولایتِ علیؑ" وہ عقیدہ ہے جس پر ہر فریق متفق ہے۔ آج تک کسی راسخ العقیدہ سُنّی جماعت نے "ولایتِ علیؑ" سے اِنکار نہیں کیا ہے ۔۔ زمانۂ رسولؐ سے تادمِ تحریر حضرت علی علیہ السلام کو "ولی" تسلیم کیا جارہا ہے۔ بعض سنی متاخرین نے "ولی" کے معنی میں تو اختلاف کیا ہے لیکن یہ گستاخی کوئی نہیں کرسکا کہ اس نے حضرت امیرؑ کو "ولی" نہ مانا ہو۔ البتہ خوارج و نواصب نے تو معاذ اللہ اپنے زعمِ باطل میں حضرت امیرؑ کو دائرہ اسلام ہی سے خارج سمجھا ہے۔ لیکن آج کے دور میں ایسے لوگوں نے اہلسنت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے ۔۔ تاکہ اُمت میں فساد برپا کرکے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرسکیں۔ لیکن آج کل مسلمان خوابیدہ نہیں بلکہ خوارج و نواصب کی چالوں سے بخوبی واقف ہے۔ لہٰذا اِن دشمنانِ دین و ملک کو اپنے مذموم ارادوں میں عبرتناک شکست ہوگی۔ (انشاء اللہ)

وعدۂ خداوندی

اللہ تبارک تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی اُس کا ذکر کرے گا وہ بھی

اُس کا ذکر فرمائیگا۔ چنانچہ جن ہستیوں نے اس کا ذکر کیا یقیناً اُن کا ذکر حسبِ وعدہ خدا نے بھی کیا۔ کچھ حضرات نے اس انداز سے ذکرِ خدا کیا کہ قدرت نے انہیں ذکرِ مجسم قرار دے دیا جیسا ارشاد کیا:۔

قَدْ اَنزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللّٰهِ۔۔ .... الخ (۲۸/۱۸)

یعنی بے شک اللہ نے تمہاری طرف ذکر کو نازل کیا جو رسولؐ ہے تم پر خدا کی آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ تاکہ اِن آیات کی سند سے ایمان والوں اور صالحین کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔

خداوندِ کریم اپنے حبیبؐ کے اندازِ ذکر سے اس طرح راضی ہوا کہ اُسے اپنے ذکر کے ساتھ بلند کرنے کا ذمہ لے لیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" اور ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کیا۔ (سورہ الم نشرح)

یعنی دوسرے الفاظ میں خود خداوندِ وحدہٗ لاشریک نے اپنے رسولؐ کو اپنی صفت کا مظہر بنا دیا اور ہر مقام پر اپنے ذکر کے ساتھ ذکرِ رسولؐ کو لازم قرار دیا۔ مثلاً کلمۂ طیبہ میں جہاں توحیدِ خداوندی کا اقرار ضروری ہے وہاں ذکرِ رسالتؐ بھی لازمی ہے۔ اذان و اقامت میں جس طرح یہ گواہی دو دفعہ دہرانا پڑتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی طرح یہ شہادت بھی دو ہی دفعہ دہرانا پڑتی ہے کہ محمدؐ رسول اللہ

ہیں۔ نماز کے تشہد میں بھی اللہ نے اپنے ذکر کے ساتھ اپنے رسولؐ کا ذکر ضروری
قرار دیا ہے۔ پس خدا نے اپنی مرضی سے ذکرِ رسولؐ کو بلند فرمایا
ہے اور اس ذکر سے عداوت رکھنا براہِ راست مخالفتِ خداوندی ہے

جس طرح رب العزت نے اپنے ذکر کے ساتھ اپنے حبیب کا ذکر
بلند فرمایا۔ اسی طرح اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسولؐ کی اطاعت
کو لازم قرار دیا۔ نبی کو اُمت پر اولیٰ قرار دیا۔ ہر صاحبِ ایمان کے لئے
اطاعتِ رسولؐ شرطِ ایمان بنا دی بلکہ رسولؐ کی اطاعت ہی کو
اپنی اطاعت کہہ کر اپنی صفت کا مظہر بنا لیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا کہ:۔

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ"

یعنی جس نے رسولؐ کی اطاعت کی دراصل اس نے اللہ ہی کی
اطاعت کی۔"

لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ خدا اور رسولؐ کی اطاعت ایک ہے۔
کوئی شخص رسولؐ کی اطاعت کے بغیر خدا کی اطاعت میں داخل
نہیں ہو سکتا۔ پس خدا نے خود ہی اپنے براہِ راست
تعلق کا دروازہ بند کر دیا۔ اس لئے رسولؐ کو چھوڑ کر توحید
کی آڑ میں اللہ سے براہِ راست رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ اور
رسالت کے بغیر عقیدۂ توحید کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

اطاعتِ رسولؐ شرطِ ایمان ہے

سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

"کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور رسولؐ کوئی
فیصلہ کریں تو پھر اُس مومن مرد یا عورت کو اپنے امر کا کوئی اختیار رہ جائے اور
جو شخص خدا اور رسولؐ کی حکم عدولی کرے گا وہ گمراہ ترین ہوگا۔"

(اس آیت میں بھی خدا نے فیصلہ کرنے کا اختیار اپنے رسولؐ کو دیا
ہے اور اتباع و اطاعت کو ہدایت قرار دیا ہے۔)

ایسا ہی حکم مزید وضاحت کے ساتھ سورۂ نساء میں بایں الفاظ ہے
"پس نہیں ہونگے آپ کے رب کی قسم (لوگ) نہیں ایمان والے ہونگے
جب تک وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو حکم نہ تسلیم کریں (پھر یہ بھی
ضروری ہے کہ) آپ جو فیصلہ کریں اس سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس کئے بغیر
اُسے پوری طرح (دل سے) تسلیم کر لیں۔"

(اس آیت میں اللہ نے جنابِ رسولؐ خدا کو حکم قرار دیا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ تابع فرمانئ رسولؐ نہ صرف عملاً ضروری ہے بلکہ نیتاً بھی
لازمی ہے کہ جس دل میں نفاق ہو اس دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوتا۔
پس جیسے کہ خود خدائے قدوس نے اپنے نبیؐ کی اطاعتِ کلی ہر
صاحبِ ایمان پر واجب قرار دے دی ہے تو دعویدارِ ایمان کے لئے ضروری
ہے کہ رسولؐ کے ہر حکم کو خلوصِ دل سے قبول کرے ورنہ وہ ہرگز مومن نہیں ہے۔

شرک

خداوند کریم وحدہٗ لاشریک کی ذات کے ساتھ

کسی دوسری شے کو شریک کرنا، اُسے خُدا یا خُدا کا شریک سمجھ کر تعظیم دینا شرک ہے۔ لیکن کسی مخلوق یعنی غیر اللہ کو حسبِ حکمِ خُدا کے مطابق واجب احترام ماننا خُدا کی عطا کردہ قوتوں کے باعث اس کے فضائل کا اقرار کرنا اُس کو خُدا کی نشانی سمجھ کر تعظیم دینا اور خُدا کی تعلیم کے مطابق اس کے اُن صفات سے مستفید ہونا جو منجانب خدا اُسے حاصل ہیں کبھی شرک نہیں ہو سکتا

لیکن نام نہاد توحید پرست ناصبی مسٹر عزیز احمد لکھتے ہیں۔

"پہلی بنیاد تو یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ نہ کسی مخلوق منجملہ انسان حیوان یا پتھر لکڑی دھات کے مجسموں کو بزرگی دی جائے کہ قابلِ پرستش بن جائیں۔ نہ اُن سے دُعا منت یا سفارش کی التجا کی جائے اور اُن سے گناہ بخشوانے یا ثواب دلانے کی اُمید رکھی جائے۔ نہ اُن کو داتا مشکل کشا یا دستگیر سمجھا جائے کہ یہ سب باتیں اسلام میں شرک کے مترادف ہیں۔ اور شرک کفر سے بدتر ہے"

کسی ناصبی کو جس کے ایمان کا انحصار نہ ہی قرآن مجید پر ہو نہ ہی سنّت رسولؐ پر۔ اسلام کی باتیں کرنا زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ اسلام تو قرآن و حدیث کے مجموعہ کا نام ہے جن دونوں سے نواصب نے لاتعلقی اختیار کر رکھی ہے۔ لیکن ناصبی مذہب کے بخیے ادھیڑنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ کیونکہ موضوعِ کتاب "ولایت" ہے۔ البتہ ان کی زہر افشاں زبان کو ہم دلائل کی چھُری سے کاٹیں گے اور ان کے مجسمہ مذہب کو ضربتِ حیدری سے

ریزہ ریزہ کر دیں گے، اور ان باطل پرستوں کے جھوٹے دلائل کی دھجیاں اڑائیں گے اور ایسے باطل کش جواب دیں گے کہ جن سے خارجیت دم توڑ دے گی اور ان کی آئندہ نسلیں بھی حق کے مقابلہ پر آنے کا خیال نہ کر سکیں گی

لیکن اس وقت ہمارا خطاب اُن مسلمان بھائیوں سے ہے جو بفضل تعالیٰ توحید کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ رسالتؐ کے پروانے ہیں اور قرآن کی شمع کے گرد طواف کرتے ہیں۔ جن کا ایمان ہے کہ اللہ ہی لائق عبادت ہے۔ اور اقتدارِ اعلیٰ اُسی کا ہے۔ کسی مخلوق کو یہ سزاوار نہیں ہے کہ معبود حقیقی کے علاوہ کسی دوسری مخلوق کو خدا سمجھے یا اُس کی پرستش و پوجا کرے۔ لیکن مخلوق کو یہ بھی حق نہیں ہے کہ خالق کے احکام کو اپنے زعم باطل سے پسِ پشت ڈال دے اور معبود حقیقی جسے معظم و محترم قرار دے اُسے توحید کی آڑ لیکر معاذ اللہ ناقابلِ احترام جانے۔ اور بطرح واضح حکم خداوندی کی اعلانیہ مخالفت کرتے ہوئے بھی دعویدار توحید ہونے پر فخر کرے۔

موحدِ ابلیسؑ کی توحید

خوارج و نواصب دعویدار توحید تو ہیں ابلیس سے بڑھ کر تو نہیں، اللہ کی توحید ماننے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا۔ لیکن اُس نے آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔ ابوالبشر کو واجب التعظیم نہ تسلیم کیا۔ لیکن اُس کی وہ خالی توحید پرستی اس کے راندۂ درگاہ ہونے کا سبب ہوئی۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ

خالی توحید پرستی شیطان کی تعلیم کردہ ہے۔ اور بارگاہ ایزدی میں ناقابل قبول بلکہ لائق تعزیر دوام ہے۔ پس ایک مسلمان کیسے شیطان کی اتباع کر سکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ یہ راستہ سیدھا جہنم کو جائے گا۔ خواہ اس راہ پر توحید کی رنگ برنگی جھنڈیاں خوب سجا دی گئی ہوں۔ تاکہ راہ گیر انہیں سنگِ میل سمجھ کر دھوکا کھا جائیں۔ مسلمان جن کا ایمان ہے کہ توحید بغیر رسالت کے بالکل بیکار ہے وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عادل و غنی ہے وہ ہر نیکی کا اجر انعام کرتا ہے۔ اس کی ذات میں بے مروتی، بخل، ہٹ دھرمی اور کارہائے نمایاں سے چشم پوشی جیسے عیوب کبھی نہیں ہو سکتے۔ وہ رحیم و کریم، ستار و غفار اور عطا کرنے والا رب ہے۔ ایک عمل صالح کے بدلے دس درجے ادا کرتا ہے۔ پس جس شے نے بھی اس سے نسبت قائم کر لی اس نے اسے خالی ہاتھ نہ لوٹایا بلکہ جھولیاں بھر دیں کیونکہ اس کے خزانے میں کبھی کمی نہیں ہے۔

جس جس انسان نے اس سے جیسا تعلق رکھا اسے ویسا انعام دیا۔

۱۔ وہ مسجود ہے۔ آدمؑ پر خوش ہوا کہ وہ علم کے معیار پر پورے اترے لہٰذا فرشتوں جیسی معصوم مخلوق کو ان کے آگے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا۔

۲۔ وہ خالق ہے۔ عیسیٰؑ پر نظرِ کرم فرمائی۔ اور جس طرح اپنی ذات کے لئے فرمایا "انی خالق بشرا من طین $\frac{۳۸}{۱۲}$" بالکل اسی طرح عیسیٰؑ کو قدرت بخشی اور ان سے کہلوایا۔ "انی اخلق لکم من الطین $\frac{۳}{۱۳}$"

۳۔ وہ موت کو حیات میں بدلتا ہے۔ پس مسیح ابن مریمؑ پر عنایت ہوئی لہٰذا ان سے کہلوایا۔ "و احی الموتیٰ $\frac{۳}{۱۳}$"

اب بتائیے کیا حضرت آدمؑ کو مسجود ملائکہ تسلیم کر لینے اور حضرت مسیحؑ کو بحکم خدا خالق طیر اور صاحب امر احیاء مان لیجئے تو توحید میں کوئی فرق آئیگا؟ ہرگز نہیں اگر کچھ لوگ خدا کی سچی باتوں کو جھٹلائیں اس کے احکام کی تکذیب کریں اور پھر اس شرارت کو غلاف توحید میں چھپائیں تو بھلا اسلام سے ان کا کیا واسطہ؟

بات سمجھ آگئی کہ جو کوئی ایمان و خلوص سے اللہ کی جانب ایک قدم بڑھاتا ہے تو خدا رحمت کے دس قدم بڑھا کر اس پر انعام کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ در اصل وہ تمام طاقتوں اور صفاتِ حسنہ کا مالک ہے اور اپنے برگزیدہ بندگان پر کھلے ہاتھوں انعامات کی بارش کرتا ہے۔ اگرچہ وہ بندگان مخلوق ہوتے ہیں۔ لیکن عطائے ربانی کے سبب اور اپنے تفضل سے وہ ان کو اپنی صفات کے مظہر بنا دیتا ہے۔

یہ تفضل و انعام نہ صرف انسانوں پر کیا گیا ہے بلکہ پتھر بھی شرف یاب ہوئے مثلاً حجرِ اسود اور عمارتِ خانہ کعبہ وغیرہ۔ چنانچہ خداوندی ہے کہ "لا عظمۃ الا للّٰہ" اور "العظمۃ للّٰہ" یعنی عظمت صرف اللہ کے لئے ہے۔ لیکن خدا نے اپنی بے جان مخلوق اشیاء کو عظمت . . . . . دی ہے جیسا کہ ارشاد ہے "جو شعائر اللہ کی تعظیم بجا لائے پس وہ دل کی پرہیزگاری سے ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مالک عظمت اللہ

نے اپنے اس فرمان سے شعائر اللہ کی تعظیم کو اپنی عظمت و تعظیم قرار دیا
ہے۔ پس اگر کوئی مسلمان شعائر اللہ کو غیر اللہ سمجھ کر تعظیم کے لائق نہ سمجھے
تو وہ کافر ہو جائے گا۔ لہٰذا کوئی صاحب ایمان یہ جرأت نہیں
کرسکتا کہ شعائر اللہ کو غیر اللہ مانتے ہوئے بھی ان کے احترام و تعظیم
سے انکار کر بیٹھے اور جو کوئی ایسا کرے وہ مسلمان نہیں خواہ وہ توحید کی
راسخ العقیدگی کی وجہ ہی سے کیوں نہ ایسا کرے۔ اور پھر یہ بات خاص طور
پر قابل توجہ ہے کہ شعائر اللہ
کسی سے منسوب ہو کر شعائر اللہ ہیں۔ اور یہ شرف نسبت محترم کی وجہ سے
ان کو حاصل ہے۔

پس تعلیم قرآن یہ ہوئی کہ خاصانِ خدا کی نشانیوں کا احترام تقوائے
قلبی کی دلیل ہے۔ تو پھر تبرکات، زیارات و مزارات کا احترام از خود ثابت
ہو گیا اور اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "چودہ مسئلے" میں تحریر کردی ہوئی ہے۔

المختصر ابلیسی تحریر خلافِ قرآن مجید ہے کہ مخلوق کو بزرگی نہ دی جائے۔
بلکہ اگر ان کی اس توضیح کو تسلیم کر لیا جائے تو توہین خداوندی کا ارتکاب
ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ ایسا بخیل ہے کہ وہ کسی قربانی و ایثار پر لطف
وجود نہیں کرتا یہ بہت بھیانک تصور ہے۔

اسی طرح شانِ خداوندی ہے کہ "هل من ولی غیر الله" یعنی
کیا خدا کے سوا کوئی اور ولی ہے۔ یا "لا ولی الا الله" کہ ہرگز
کوئی ولی نہیں ہے مگر اللہ۔

ان جملوں کے مطابق جو کوئی غیر اللہ کو "ولی" مانے وہ مسلم نہیں
رہتا۔ لیکن آئت عنوان میں خداوندکریم نے فرمایا ہے کہ "سوائے اس کے
نہیں ہے کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ہے۔ اور وہ مومنین جو قائم
کرتے ہیں نماز کو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں حالت رکوع میں" (المائدہ)

اس حکم میں خداوند عالم نے امت محمدیؐ کے لئے خود اپنی ذات اور اپنے
رسولؐ اور مومنین کے خاص گروہ کو ولی قرار دیا ہے۔

یہاں بھی وہی طریقہ ہے کہ خدا نے اپنی صفت ولایت کا مظہر اپنے رسولؐ کو
اور اس گروہ مومنین کو بنایا ہے جو کہ زکوٰۃ دیتے ہیں درحالیکہ
رکوع میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا رسولؐ اور مذکورہ مومنین کو "ولی" ماننا
ہر مسلمان پر فرض ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ رسولِ خدا اور رکوع میں زکوٰۃ دینے والے
مومنین کو اپنا ولی ماننا (جو خدا نہیں ہیں) واجب ہے اور محض ان کو
مخلوق سمجھ کر "ولی" نہ تسلیم کرنا امر اللہ کی مخالفت کرنا ہے۔ لہٰذا معلوم
ہوا۔ کہ رسولؐ اور مومنین مذکورہ کی ولایت کا انکار دراصل خدا کی
ولایت کا انکار ہے۔

ابلیسی توحید اور معاشرہ

مجوزہ صورتِ توحید اگر معاشرہ پر مسلط کر دی جائے کہ جو صفات
باری تعالیٰ ہیں ان کا مظہر کوئی مخلوق نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ

ولایت و کرامت زیرِ خُدا ہی کیوں نہ ہو تو ایک طرف تو عجزِ خدا تسلیم کرنا پڑتا ہے
کہ خدا میں وہ قدرت نہیں ہے کہ جسے چاہے عطا کرے اور دوسری
طرف عام نظامِ حیات بُری طرح متاثر ہوتا ہے۔ " تعظیم و احترام صرف
اللہ کے لئے ہے جبکہ بزرگ و حکام و احباب غیر اللہ ہیں اس لئے اُن کی عزت و
توقیر شرک ہے۔ پس نہ کسی بوڑھے بڑے کا لحاظ ہے اور نہ ہی افسر و
حاکم کی عزت۔ جو جی میں آئے کریں۔

خوف صرف خُدا کے لئے ہے لہٰذا ماں باپ اور اُستاد چونکہ خُدا
نہیں ہیں اس لئے اُن سے کاہے کا ڈر۔

شافی ذاتِ خداوندی ہے۔ شفا اسی کے ہاتھ میں ہے اب جیسے
ڈاکٹر کی کیا احتیاج اور علاج کی ضرورت کیسی؟ کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا
شرک ہے۔

گاڑی کا رُک گئی ہے۔ کسی سے مدد مانگنا گناہ ہے۔ اسے یہیں چھوڑ
دیں۔ دھکا لگوانے کے لئے غیر اللہ کی امداد کی ضرورت ہے۔ جو شرک ہے۔
اللہ رازق ہے۔ اس نے اپنے کو رزاق کہا ہے۔ وہ سب کو رزق دیتا ہے۔
محنت مزدوری کرنے، نوکری تلاش کرنے اور کسی غیر خُدا سے مال و دولت
حاصل کرکے نان و نفقہ کا انتظام کرنا شرک ہے۔ توحید رخصت ہوتی ہے۔
اب کیا کریں۔ ٹھنڈا پانی پی مریں؟ اس قسم کی توحید پرستی جہل مُرکب ہے۔

الغرض تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس قدر پیچیدہ مباحث پیدا
ہوں گے کہ کارخانہ ہستی کا نظام بغیر تسلطِ قیامت از خود نیست و نابود ہو جائے گا۔

یہی وجہ سبق ہے جو ناصبی حضرات ہمیں پیش کر رہے ہیں اور خود ساختہ
کتاب کو اپنے مشغول ہاتھوں سے لکھ کر توحید کا تمثل جما کر دامِ فریب
پھیلا رہے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ شکار شکاری سے کہیں زیادہ آزمودہ کار
اور ہوشیار ہے۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور زندگی کے ہر شعبہ سے
عادلانہ مربوط ہے۔ اگر اس کی اصلِ اوّل ہی کے نتائج اس قدر ہولناک
نظر آئیں گے تو پھر باقی تعلیم کیسی ہوگی۔ لہٰذا ہم مسلمانوں سے دست بستہ
گذارش کرتے ہیں کہ اس ناپاک فتنے کو سر اُٹھانے سے پہلے ہی کچل
دیں۔ اسلام دیگر اقوام کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے اور وہ شروع ہی
سے اس کے خلاف اعلانیہ و خفیہ نبرد آزما ہیں۔ پس اگر اس قسم کی توحید
کی اشاعت اس زمانہ سائنس و فن میں پھیلی تو اُن کے عزائمِ مذمومہ کو
تازہ کمک مل جائے گی۔ ناموسِ اسلام کا تحفظ ہر کلمہ گو پر واجب ہے۔
اس لئے فرض شناسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے دشمن کی اس شاطرانہ چال
کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

عوام الناس میں مذہب سے کنارہ کشی کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا
ہے۔ اسلام کے خلاف غیر مسلم قومیں دل کھول کر تنقید کر رہی ہیں۔
شانِ رسالتؐ میں گستاخی کے واقعات آئے دن اخبارات میں شائع
ہو رہے ہیں۔ لیکن اب منافقانہ طرز پر ہمارے ملک پاکستان میں بھی
جس کا مطلب ہی "لا اِلٰہ اِلا اللہ" ہے۔ کچھ معاندین نے اسلام ہی کا

لبادہ اوڑھ کر اور نام نہاد توحید کی عبا پہن کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تیار کرنا شروع کر دی ہے۔ اور یہ کہہ کر کہ مسلمانوں کا فلاں گروہ پلید ہے اتحاد اسلام کا شیرازہ بکھیرنے کی ناپاک سازش میں مصروف ہیں ایسا خود ساختہ مذہب پھیلا رہے ہیں۔ جو نہ ہی عقل و دانش کے تقاضا جات پورے کرتا اور نہ ہی اُسے کوئی قرآن و حدیث سے تعلق ہے۔

دراصل اس مذموم پروپیگنڈے سے وہ اسلام کا روپ دھار کر، تعلیمات اسلامیہ کی صورت مسخ کر رہے ہیں تاکہ اسلام کا یہ دعویٰ کہ یہ دین اکمل و جامع ہے بیکار ثابت ہو جائے خود ہی انصاف کیجئے۔ کہ احادیث رسولؐ سے انکار کر کے، تاویل و تفسیر قرآن سے منکر ہو کر، تقدس انبیاءؑ، اولیاءؒ کو پامال کر کے، شعائر اللہ کی بے حرمتی کر کے، محمد و آل محمد علیہم السلام کی عظمت کی نفی کر کے، یزید و ولید و مروان کی حمایت کر کے، حسنؑ و حسینؑ کی گستاخی کر کے، خلفاء مسلمین کی تکذیب کر کے، رسالت محمدیہ سے کنارہ کش ہو کر، ولایت خدا سے دور رہ کر، علیؑ و اولاد علیؑ سے بغض رکھ کر حسینیت کی مخالفت کر کے، یزیدیت کی حمایت کر کے، خلافت کو مردود قرار دے کر، امامت سے بیزاری اختیار کر کے ملوکیت کی تائید کر کے ملت مسلمہ میں فتنہ و فساد برپا کرنے والے ناپاک لوگ کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں۔؟

اس ہی فتنہ پرور گروہ نے حضرت علیؑ کو حکم خدا و رسولؐ کے برخلاف اجماع اُمت مسلمہ کے برعکس یہ کہا ہے کہ، حضرت علیؑ " اللہ کے ولی نہیں ہیں۔ حالانکہ ابتدا سے یہ امر متفق بین الفریقین ہے کہ علی اللہ کے

ولی ہیں۔ لہٰذا ہم یہ سعادت حاصل کرتے ہیں کہ عوام الناس کو حقیقت ولایت علویہ سے روشناس کروائیں اور قرآن و احادیث رسولؐ کے آئینے میں عُلمائے اہلسنت کے ارشادات نقل کریں تاکہ ناصبیوں کے جھوٹ کی قلعی کھُل جائے۔

اتباعِ رسولؐ اطاعت اللہ ہے

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اطاعتِ رسولؐ ہی دراصل اطاعتِ خُدا ہے۔ اور خُدا کی براہِ راست اطاعت کا دعویٰ غلط بے دلیل و بے بنیاد ہے۔ رسولؐ کی اطاعت کُلّی طور پر فرض ہے اور یہ ضروری ہے کہ ہر فیصلہ میں حضورؐ کو حکم تسلیم کیا جائے اور آپ کے ہر حکم کو دل سے تسلیم کیا جائے۔ حیل و حجت اور نفاق دل کا نتیجہ نجات و ایمان سے محروم ہے۔

بلکہ مطیع و متبع رسولؐ ہی سے خُدا محبت کرتا ہے اور اُس کو مغفرت کی ضمانت دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم ۳/۱۲ یعنی اے رسولؐ کہہ دو کہ اگر تم خُدا سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ تو خُدا تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

آیہ کریمہ میں خُدا نے اپنی محبت کو اطاعتِ رسولؐ خُدا سے

وابستہ و منسلک فرما دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ جس قدر کوئی اتباعِ رسولؐ کرے
کرے گا اسی قدر خدا اُس سے محبت کرے گا۔ اور اگر رسولؐ محبوب کو
چھوڑ کر اکیلی توحید کے براہِ راست خدا سے عشق لگانے کی جسارت
کرے گا تو اُسے مایوسی و نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لہٰذا
واضح ہوگیا کہ محبتِ خدا مطیعِ رسولِ خدا سے جُدا ہرگز نہیں ہوسکتی۔

**پس جو خدا کی محبت کو متبعِ رسولؐ خدا سے علیحدہ کرے
وہ مسلمان ہی نہیں رہتا کہ اتباعِ رسولؐ کا نام ہی دینِ اسلام ہے۔**

لہٰذا نام نہاد توحید پرستی والے دین کے متعلق علامہ اقبال
نے خوب کہا ہے کہ

دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد

واضح ہو کہ اطاعتِ رسولؐ مبین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ہی وہ سعادت ہے جس کے عوض خدا نے تمام گناہ بخش
دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ پھر حضورؐ کو شفیع یعنی شفاعت کرنے والا
رسولؐ نہ تسلیم کرنا بھی انکارِ قرآن ہے۔ لہٰذا حضورؐ کی شفاعت پر اعتراض
کرنا از روئے قرآن درست نہیں اور قرآن کی ایک آیت کا منکر بھی اسی
طرح کافر ہے جس طرح پورے قرآن کا منکر۔
پس نجات کی راہ یہی ہے کہ اطاعتِ رسولؐ کی پابندی کی جائے
کہ یہی دین و دُنیا اور آخرت کے لئے زادِ راہ ہے۔

اب رسولؐ اگر کسی شخص کے لئے اعلان فرمائے کہ وہ میرے بعد ولی
ہے تو ہر امتی پر واجب ہے کہ اس حکم کو بلا حیل و حجت تسلیم کرلے کیونکہ
رسولؐ کے فیصلہ کے بعد کسی بھی فردِ اُمت کو یہ حق نہیں ہے کہ اس پر
کوئی حرف گیری کرے یا نکتہ چینی کرنے کی جسارت کا مرتکب ہو کیونکہ
ایسا کرنا بروئے قرآن اُسے گمراہی میں پھینک دے گا۔ اور جو شخص حکمِ رسولؐ
کو دل سے تسلیم نہ کرے گا بلکہ محض زبانی کلامی مانے گا تو وہ بے ایمان
ثابت ہو جائے گا۔ پس گمراہی اور بے ایمانی سے محفوظ رہنے کا
طریقہ یہی ہے کہ رسولؐ خدا کی اطاعت کشادہ دلی اور فرمانبرداری
سے بجالائی جائے۔

منزلتِ ہارونی

فرمانِ رسولؐ یہ ہے کہ :-

"اے علیؑ تیری منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ
سے تھی۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(یہ حدیث) متفق بین الفریقین ہے

ملاحظہ ہوں کتب حضرات اہلِ سنت والجماعۃ :-

۱۔ صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد ۲ باب فضائل
اصحاب النبی مناقب علی حدیث ۹۰۳

۲۔ صحیح مسلم مطبوعہ مصر الجزالسابع باب من فضائل علیؑ۔

۳- جامع الترمذی مطبوعہ نول کشور باب مناقب علیؑ ص۶۱۸

۴- مشکوٰۃ جلد ۳ باب مناقب علیؑ حدیث ۵۸۲۶

۵- مسند احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد اوّل ص۱۷۹ وغیرہ۔

رسولِ کریم نے اپنے فرمانِ وحی بیان میں صرف نبوت کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ جیساکہ فرمایا "الا انہ لا نبی بعدی" اور مسندِ احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد اوّل (مسند ابی اسحٰق سعد بن ابی وقاص) صفحہ۱۷۰ سطر ۲۶ تا ۳۴- اس حدیث کی روایت بالمعنی موجود ہے اور وہاں "الا النبوۃ" کے الفاظ ہیں لہٰذا صرف نبوت مستثنیٰ ہوئی تو پھر نبوت کو چھوڑ کر حضرت ہارونؑ کی ہر منزلت جو انہیں حضرت موسیٰؑ سے حاصل تھی حضرت علیؑ کو سرکارِ رسالت مآبؐ سے حاصل ہوئی۔ از روئے قرآن حضرت ہارونؑ ہی حضرتِ موسیٰؑ کے وزیر و خلیفہ بلافصل تھے لہٰذا ارشادِ پیغمبرؐ کی رُو سے یہی منزلت حضرت علیؑ کو حاصل ہوئی اور حضرت رسولؐ خدا کے خلیفہ بلافصل قرار پائے۔ کیونکہ رسولِ مقبول نے نبوت کا استثنا فرمایا نہ کہ اولیتِ خلافت کا۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض معترضین کا خیال ہے کہ سفرِ تبوک پر تشریف لے جاتے وقت یہ شرف عارضی طور پر حضرت علیؑ کو دیا گیا۔ حالانکہ قابلِ غور امر ہے کہ اس وقت مدینہ میں وقتی طور پر خلیفہ چھوڑ جانا کوئی ضروری نہ تھا۔ جب کہ حضورؐ نے کبھی سفر یا جنگ پر تشریف لے جاتے وقت

اس سے قبل کبھی بھی کسی کو خلیفہ مقرر نہ فرمایا تھا۔ بلکہ منشا رسولؐ یہی ہے کہ آپؐ کے خلیفہ برحق کا علم امت کو ہو جائے اور پھر فرمانِ وحی کے بیان میں لفظِ "بعدی" یعنی "میرے بعد" اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مولا علیؑ کی منزلتِ ہارونی وقتی یا عارضی نہ تھی بلکہ رسولؐ کے بعد ہمیشہ علیؑ اسی منزلت پر رہیں گے۔

اس تقرر کے موقع پر حضورؐ کی موجودگی میں چند لوگوں نے ایسا اعتراض وارد کیا اور کہا کہ علیؑ کو عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بنایا گیا ہے۔ (جس طرح کہا کہ اقربین میں بنایا ہے) اس پر حضرت علیؑ نے خدمتِ رسولؐ میں عرض کیا کہ لوگ ایسے ایسے کہتے ہیں چنانچہ آپؐ نے حدیثِ منزلت ارشاد فرما کر اس شبہ کو خود ہی دور کر دیا کہ علیؑ میرے خلیفہ و قائم مقام ہیں میرے بعد۔

نیز معتبر کتاب اہلِ سنّت والجماعت حبیب السیر مطبوعہ بمبئی جلد ۱ ص۔ پر مرقوم ہے کہ سورۃ برات کی تبلیغ کے موقع پر حضورؐ نے فرمایا "علی مجھ سے ہے اور وہ میرا بھائی ہے، میرا وصی، میرا وارث اور میرا خلیفہ ہے۔ میرے اہلبیتؑ اور میری امت میں میرے بعد"

پس یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ حضرت رسولؐ اکرم نے جنابِ امیرؑ کو ہارونؑ امت وقتی طور پر نہ بنایا بلکہ آپؐ کے بعد وہ ہمیشہ اس منزلت پر فائز ہیں۔

زمانہ موسیٰؑ و ہارونؑ کے مسلّم کا کلمہ

اب ذرا زمانۂ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے …

طرف رجوع فرمائیں کہ اس وقت جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تھا تو اُسے اللہ کے علاوہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دونوں پر ایمان لانا ضروری تھا۔ چنانچہ ارشادِ قرآن کے مطابق اس زمانے کا مسلمان یہ اقرار کرتا تھا۔

قالوا اٰمنا برب العالمین
ربِ موسیٰ وھارون

یعنی پکار اُٹھے ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو رب ہے موسیٰؑ کا اور ہارونؑ کا۔

(سورہ اعراف ۱۲۱، ۱۲۲)

پس چونکہ حضرت امیر علیہ السلام کی منزلت امتِ محمدیہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی سی ہی اس لئے ضروری ہے ہر مسلمان ولایتِ علیؑ کا اقرار کرے۔ کیونکہ اس سے انکار نافرمانیٔ رسولؐ اور ناراضگیٔ ربِ رسولؐ ہے۔

اعلانِ ولایت اور قرآنِ مجید

قرآنِ مجید پارہ ۶ سورۃ المائدہ کی آیتِ ولایت ہم نے آیۂ عنوان قرار دی۔ اس کا ترجمہ اور شانِ نزول ہم دورِ حاضر کے مشہور خطیب جناب علامہ مولوی محمد شفیع اوکاڑوی صاحب سابق ممبر قومی اسمبلی نمائندہ جماعت اہلسنت کی کتاب "سفینۂ نوح" ص۲۲ سے

نقل کرکے ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ تاکہ سنی حضرات کا ایمان ولایت تازہ ہو اور ناصبیوں کے زخم پر نمک افشانی ہو جائے۔

"ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ آپ نے بحالت رکوع انگوٹھی سائل کو صدقتہً عطا فرمادی۔ وہ انگوٹھی انگشتِ شہادت میں ڈھیلی تھی۔ بے عمل کثیر کے نکل گئی۔ جب آپ نے انگوٹھی سائل کو دے دی تو اللہ تعالیٰ نے آیۂ کریمہ نازل فرمائی۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ... الخ سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا مددگار (ولی) تو اللہ اور اس کا رسولؐ اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں درآں حالے کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔"

(تفسیر خازن و مدارک ص۴۹۶ و تفسیر کبیر ص۴۳۱)

اکابرینِ اہلِ سنت والجماعت کا اقرار ولایتِ علیؑ

اکابرینِ اہلِ سنت والجماعت اور علمائے کرام اس امر پر اتفاق کرتے ہیں کہ آیہ ولایت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا اُن کے اقرار ولایتِ علویہ کا ثبوت مندرجہ ذیل کتب اہل سنت والجماعت میں ملاحظہ فرمائیے:-

۱۔ تفسیر جامع البیان ابن جریر طبری مطبوعہ دار المعارف مصر جلد ۱۰ ص۴۲۵ اور ص۴۲۶

۲- تفسیر حافظ ابنِ کثیر دمشقی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۲۹

۳- تفسیر خازن مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۵۰۶

۴- تفسیر دُرِّ منشور جلال الدین سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ تا صفحہ ۲۹۴

۵- تفسیر حسینی (فارسی) مطبوعہ نول کشور لکھنؤ جلد اوّل صفحہ ۱۵۰ و صفحہ ۱۵۱

۶- تفسیر قادری مطبوعہ مکتبہ مصطفائی کشمیری بازار لاہور جلد اوّل صفحہ ۲۴۵
(تفسیر حسینی کا اُردو ترجمہ ہے)۔

۷- منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند حنبل مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۳۵ وغیرہ

چنانچہ ان شواہد کے بعد یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی مسلم ولایتِ علیؑ سے انکار کرے۔ لیکن دشمنانِ رسالتؐ و خاندانِ رسالتؐ جن کا اسلام سے کوئی رشتہ ہی نہیں ہے جو محدثین و مفسرین کی بے لوث خدمات جو انہوں نے خالص دینی جذبہ کے تحت لاتعداد مشکلات اور بے شمار مصائب کا مقابلہ کرتے ہوئے سرانجام دیں کو "ذخیرۂ خرافات" کہتے ہیں یقیناً منکرینِ ولائیت ہیں۔ اسی لئے انہوں نے غیر مسلم قلمکاروں کی اتباع کرنے کو اطاعتِ رسولِ خدا پر فوقیت دی ہے مستشرقین کے احسان مند ہیں اور رسولؐ مستشرقین اور اُن کے خاندان کے احسانوں کا بدلہ اُن کی توہین و تکفیر کرکے بڑی دھوم دھام سے اُتار رہے ہیں۔ چنانچہ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

"مستشرقین کا بے شک ہم پر احسان ہے جنہوں نے آپ کے اسی "ذخیرہ خرافات" یعنی ابو مخنف و طبری یعقوبی و مسعودی کی

کتابوں سے کچھ جواہر ریزے چُن کر فراہم کردئے ہیں۔ جن سے مسلمان کا جھکا ہوا سر ایک بار اُٹھنے کے قابل ہو سکا ہے۔ ورنہ آپ کی تاریخ جس میں خلافت کے لئے صحابہ ایک دوسرے سے دست و گریباں دکھائے گئے ہیں کہ ہر غیور مسلمان کے لئے شرمناک اور اندوہناک ہے"
(رسالہ سبز باغ صفحہ ۱۲ مؤلفہ عزیز احمد صدیقی)

اے ناصبی صاحب۔! آپ کو خداوند کریم و حکیم نے بصیرت و بصارت جیسے نعمات سے محروم کر رکھا ہے۔ سُنو یہ قہرِ خدا ہے کہ ایک جانب تمہاری ظاہری و باطنی بینائی سلب کر لی گئی ہے اور دوسری طرف خود تمہارے ہاتھوں تمہارے مصنوعی مذہب کے ڈھول کا پول کھل رہا ہے۔ الحمد للہ کہ جو باطل کو اسی کے دستِ شکستہ سے فنا کرتا ہے۔ قبل اس کے میں تمہاری یادہ گوئی پر تبصرہ کروں پہلے میں تمہاری ملاقات مولوی محمد شفیع صاحب اوکاڑوی علامہ اہلسنت سے کروانا چاہتا ہوں کہ آپ نے اپنی کتاب "سفینہ نوح" کے صفحہ ۔۔ پر ایک روایت نقل کی ہے جواب بھی تمہاری عبرت کے لئے کافی ہے۔ ہو سکتا ہے جو عتاب بغضِ علیؑ اور تکذیبِ ولائت کے باعث تمہاری نظرِ بد بخت پر مسلط ہے اس میں کمی آجائے اور تمہاری عاقبت اندیشی کا سبب بن جائے۔ تو سنو مولوی محمد شفیع صاحب کہتے ہیں کہ۔

"حضرت علی بن نازان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک حدیث بیان فرمائی کہ ایک شخص (جو غالباً تمہارا ناصبی بھائی بنو ہوگا)

نے اس کی تکذیب کی۔ آپ نے فرمایا اگر تو سچا ہے تو میں تیرے لئے بددعا
کروں؟ اس نے کہا ہاں!

آپ نے اس پر بددعا فرمائی پس وہ وہاں سے نہیں پھرا تھا کہ
اس کی بینائی جاتی رہی۔

(الریاض النضرہ ص ۲/۲۹۲ و تاریخ الخلفا سیوطی)

تمہارے استاد ناصبی عباسی کا حشر بوقت آخر جو ہوا ذرا
تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ کر اس پر غور کر لینا۔ حارث فہری کا واقعہ،
انس بن مالک کا مبروص ہونا اور پھر تمہاری اپنی نگاہ نارسا کا موقوف
ہونا اس امر کے شواہد ہیں کہ علیؑ دشمنی دونوں جہانوں میں باعث آزار و [illegible]
ہے۔ پس اگر تم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو ناصبیت سے تائب
ہو جاؤ۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ ورنہ یہ فتنہ جو تم اور
تمہاری جماعت پیدا کر رہی ہے اس کا عذاب تا قیامت تمہاری روح کو
ہونا ہے گا اور بالآخر ملعون امت قرار پاتے ہوئے جہنم رسید ہو جاؤ گے
کیونکہ جنت تو اہلبیتؑ رسولؐ کے حب داروں کے لئے ہے نہ کہ تم ایسے
بے ادب و گستاخ شیاطین کے لئے کہ جو آداب تحریر سے بھی واقف
نہیں۔ تم نے اپنے بزرگوں کے بزرگ یزید معلون پر ہر جگہ دعائیہ جملہ لکھا
ہے لیکن علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور دیگر آئمہ اہلبیتؑ کے اسماء مبارکہ
کے ساتھ ضمنی نشان احترام بھی لگانا گوارہ نہیں کیا۔ بلکہ ایسی بازاری

زبان میں ان مقدس افراد کا تذکرہ کیا ہے کہ اسے نقل کرنے سے قلم تحریر نے
انکار کر دیا ہے۔ خیر "نقل کفر کفر نباشد" اس بحث کا یہ مقام
نہیں ہے۔ مناسب وقت پر زلزلہ انگن منہ توڑ اور دندان شکن جواب
دیا جائے گا۔ فی الحال ہم تمہیں یہی نصیحت کریں گے کہ تعصب کی
عینک اتار دو اور خانوادہ رسولؐ سے دشمنی ختم کر دو۔ ورنہ دونوں
جہانوں میں قابل لعنت بن جاؤ گے۔

آمدم برسر مطلب عوام کو اندازہ ہو گیا کہ گروہ نواصب کی
ہدایت کا مرکز نہ تو قرآن ہے نہ ہی حدیث بلکہ "مستشرقین" ہیں۔
جو ازروئے قرآن مسلمان کے کبھی دوست نہیں ہو سکتے۔ پس اب تو
مدعی نے خود ہی اقرار کر لیا کہ وہ اہل یہود و نصاریٰ کا ممنون و احسان
مند ہے۔ ان کے جمع کردہ "جواہر ریزوں" پر ان کے سارے مذہب
کی بنیاد ہے۔ کیونکہ مسلمان علماء کا علمی سرمایہ نواصب کے
نزدیک "ذخیرۂ خرافات" ہے۔

لطیفہ یہ ہے کہ علوم اسلامیہ سے کنارہ کشی کر لینے اور غیر
مسلموں کے نظریات و خیالات کو اپنا لینے کو ناصبی نے "مسلمان
کے جھکے ہوئے سر کو اٹھایا ہے" لکھ کر مسلمانوں کی توہین کی ہے۔
نظر کے ساتھ عقل و دانش سے بھی اندھے یہ کیا طوفان
بدتمیزی ہے کہ ہم مسلمان تو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے علوم اسلامیہ
کے طفیل مستشرقین نے ترقی کی ہے الٹا تم یہ کہہ رہے ہو کہ ہم نے

اپنے علوم کو چھوڑ کر جو انہوں نے ہمیں دیا ہے اس سے ہمارے مجتہدے سر بلند ہو گئے۔ کیا کوئی مسلمان ایسی توہین برداشت کر سکتا ہے۔؟

ایک طرف تم شیعوں کو کہتے ہو کہ یہ سبائی ہیں۔ ابن سبا یہودی کی تسلیم پہ چلتے ہیں۔ حالانکہ کوئی ایک شیعہ بھی تمہاری اس بے ہودہ بات کو ماننے پر تیار نہیں مگر خود اپنے قلم سے یہ شائع کر رہے ہو کہ ہم مستشرقین کے احسان مند ہیں۔ یعنی تمہارے مذہب کی اساس ہی یہودی و نصاریٰ کے جمع کردہ "جواہر ریزوں" پہ ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ان جواہر ریزوں کی حفاظت و فروخت کا عوضانہ مستشرقین سے کیا ملا ہے؟

کیوں کہ ملا پرتح نے "سبائی سبز باغ" میں یہ بھی کہا ہے کہ "بندہ جس طرح چاہے زندگی بسر کرے" اور اس سے پہلے لکھا ہے محنت مزدوری کرنا اور بچے پالنا بھی دین کا جزو ہے۔ تمہارے ناصبی مذہب میں یہ جائز ہو سکتا ہے بابا! کہ جیسے مرضی زندگی بسر کرو۔ مگر مسلمان کی زندگی تو خدا و رسولؐ کے تعلیمات، اسوۂ رسولؐ سے منسلک ہوتی ہے اسے اپنی مرضی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اسلامی تعلیم کے مطابق رزق حلال کمانا شرط ہے۔ حرام محنت مزدوری کر کے بچوں کو پالنا اسلامی معاشرت میں گناہ کبیرہ ہے۔ خیر ہم کس جھنجھٹ میں پڑ گئے۔ ناصبی تمر سبز باغ تو سبائی سبز باغوں سے بھی پُرکشش ہیں۔ خوب زندگی بسر کرو۔ فتنہ فساد پھیلاؤ۔ پھوٹ ڈالو اور اپنے ہادیوں مستشرقین کی آقاؤ

اسلام کی جڑیں کھوکھلی کر کے حکومت کرنے کیلئے بلالو، تاکہ احسان کا بدلہ بھی اُتر جائے اور خلعت فاخرہ و مسند جلیلہ بھی ہاتھ لگ جائے۔

مسلمان محدثین و مورخین نے جس دیانت و خلوص سے اپنی خدمات انجام دی ہیں۔ اُن کے معترف تمہارے آقا مستشرقین بھی ہیں۔ مگر چونکہ اس کا تذکرہ خارج از موضوع ہے اس لئے اسے موقوف کرتے ہیں۔ ہمیں تو صرف بغل میں چھری کا انکشاف کرنا تھا۔ تاکہ مسلمان بھائی تمہاری اللہ اللہ کے دھوکہ میں آکر کہیں اللہ اکبر ہی نہ ہو جائیں۔ اور بخوبی جان لیں کہ بغل میں چھری منہ میں رام رام کی چلتی پھرتی اندھی لاش کی مثال ہمارے گرد گھومتی رہتی ہے۔

میرے سُنّی و شیعہ بھائی بحکم خدا ولائت سے انکار نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ کتب اہلسنتہ والجماعتہ میں درج ہے کہ رسولؐ مقبول نے حضرت علیؑ کی ولائیت کا اعلان عام فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد پیغمبرؐ ہے۔

"ان علیاً منی و انا منہ
وھو ولی کل مومن بعدی"

یعنی علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ ہر مومن کا ولی ہے۔ میرے بعد"

ملاحظہ فرمائیے کتب اہلسنت:۔

۱۔ جامع الترمذی مطبوعہ نول کشور باب مناقب علی ابن ابی طالب صفحہ ۶۱۶

۲۔ خصائص نسائی مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۵۲ تا ۵۴

۳۔ کنز العمال ملا متقی بن حسام الدین مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۶ صفحہ ۱۵۲

۴۔ صواعقِ محرقہ ابنِ حجر مکی مطبوعہ مصر صفحہ ۷۳

۵۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ ابنِ حجر عسقلانی ترجمہ وہب بن حمزہ وغیرہ صفحہ ۳۲۵

۶۔ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۶۴

۷۔ سفینہ نوح مؤلفہ محمد شفیع اوکاڑوی صفحہ ۴۶ (نقل حدیث میں الفاظ "من بعدی" حذف ہیں)

اطاعت علیؑ اطاعت رسولؐ اور خدا ہے

حضراتِ اہلسنت والجماعت نہ صرف حضرت علیؑ کو "ولی اللہ" تسلیم کرتے ہیں بلکہ جناب امیرؑ کی اتباع کو اطاعتِ رسولؐ و ربِ رسولؐ مانتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی محمد شفیع صاحب جماعت اہلسنت نے "سفینہ نوح" کے صفحہ ۴۶ پر مندرجہ ذیل حدیث رسولؐ کو درست تسلیم کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نے فرمایا :-

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے

علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(المستدرک حاکم صفحہ ۱۲۱ جلد ۳ الریاض النضرہ صفحہ ۲۲۰ جلد ۲)"

پس اہلسنت بھائی اور شیعانِ اہلبیتؑ دونوں کا اس امر پر مکمل اتفاق ہے کہ اطاعتِ رسولؐ جو دراصل اطاعتِ خدا ہے اس امر کی متقاضی ہے کہ ہر مومن حضرت "علیؑ" کو "ولی اللہ" مانے اور دل و زبان دونوں طرح سے اس حکم کو تسلیم کرے۔ کسی ایک سُنّی نے بھی ایسی جسارت نہیں کی کہ حضرت علیؑ کو "ولی اللہ" ماننے سے انکار کیا ہو۔ پس شیعہ و سُنّی دونوں گروہ "علی ولی اللہ" کے قائل ہیں۔ البتہ دشمنانِ علیؑ بوجہ بغض علیؑ اپنی عاقبت گنوا کر بھی سستی شہرت و سیاسی منفعت کی خاطر انکارِ ولایت علیؑ کا پرچار کر رہے ہیں اور اس کی وجہ وہی سنگ ریزے ہیں جن کو نواصب نے جواہر ریزے بنا کر ساختہ یورپ کا لیبل چسپاں کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنے کا بیڑا اُٹھا لیا ہے۔ حالانکہ آج کا مسلمان تو یہ بخوبی سمجھتا ہے کہ گھر کے حالات گھر والے ہی بہتر جانتے ہیں غیروں کو کیا علم۔ لہٰذا اپنے علماء کی دیانتداری پر حملہ کر کے دشمنانِ اسلام کی تعلیمات و اغراض کو فروغ دینا اور انہیں محسنِ اسلام ماننا مخالفت قرآنِ حکیم ہے جو کسی اہلِ قرآن کو کبھی گوارہ نہیں ہو سکتی۔ قرآن بار بار یہود و نصاریٰ کو دشمنِ اسلام ٹھہراتا ہے اور ان کی ریشہ دوانیوں سے

خبردار کرتا ہے لیکن ناصبی اُن کو محسنِ اسلام جان کر بھی دعوئ اسلام
کرتے ہیں اور طرہ یہ کہ اپنے آپ کو اکثریتی گروہ ظاہر کر کے دنیا
والوں کو اسلام کے نام پر غلط اور من گھڑت نظریات بتا کر دھوکہ
دیتے ہیں تاکہ معاذ اللہ دینِ حقہ کی صورت مسخ کریں اور اپنے مستشرقین
آقاؤں سے دادِ تحسین حاصل کریں۔ ذرا ناصبی لاف ملاحظہ فرمائیے۔
(ناصبی اپنی اکثریت پر اتراتے ہوئے لکھتا ہے)

"پھر کتنے بڑے ظلم کی بات ہے کہ اصلی اسلام ایک آٹھ
فیصد اقلیت والے فرقے کے قبضے میں رہے اور باقی ۹۲ فیصد
والی اکثریت اس سے نابلد رکھی جائے۔ اُسے دوزخ کا نوالہ بننے
کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ ہم یہ ظلم ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ محض
آپ کی نجات کے لئے لنگوٹ باندھ کر اس چہ بچے میں کود رہے ہیں۔
دیکھیں اس کی تہ میں کیا چھپا ہے"

(سبائی سبز باغ ص۲۱)

اے ناصبی! اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا کہ ایک ذرہ آفتابِ روشن
ہونے کا دعوئ کر دے اور ایک گیدڑ شیر کی موجودگی میں جنگل
کی بادشاہی کا اعلان کر دے۔ چنانچہ ناصبی نے بھی ایسا ہی
دعویٰ کیا ہے کہ مسلمانوں کی ۹۲ فیصد آبادی کا مذہب مستشرقین
کے جواہر ریزوں کا احسان مند ہے اور اسلاف کی تعلیمات معاذ اللہ
خرافات کا ذخیرہ" ہیں۔ اب ہم ایک جدول پیش کرتے ہیں جس سے

دونوں نظریات کا تقابل ہوگا اور ناصبی صورت بے نقاب ہو جائے گی

اسلامی جواہر ریزے

(جو علمائے سُنّی و شیعہ نے جمع فرمائے)

۱۔ شیعہ و سُنّی دونوں فرقوں کا اتفاق
ہے کہ توحید کے ساتھ رسالت
اشد ضروری ہے۔ کتاب اللہ کے
ساتھ سنّتِ رسولؐ کا اتباع واجب
ہے اور دراصل اتباعِ رسولؐ ہی
اطاعتِ خداوندی ہے۔ سُنّت
سے مراد اسوۂ رسولؐ ہے جو احادیثِ
نبویؐ سے اخذ ہوتا ہے لہٰذا
انکارِ حدیث مخالفتِ رسولؐ ہے۔
محدثین و مفسرین نے جس جانفشانی
سے ذخائرِ علوم جمع فرمائے اور
اُن کی حفاظت فرمائی لائقِ
تحسین ہے اور علمائے متقدمین
قابلِ ستائش ہیں۔ جس طرح
توحید کے لئے رسالت ضروری ہے

ناصبی سنگریزے

(جو مستشرقین نے چُن کر ناصبیوں پر احسان کیا)

مذہب نواصب کلمہ توحید اور ترجمہ
قرآن پر منحصر ہے (سبائی سبز باغ ص۱)
یعنی ناصبی رسالت محمدیہ کو
ضروری نہیں سمجھتے۔ اتباعِ رسولؐ
کا کوئی مقام تسلیم نہیں کرتے۔
حدیث سے انکار کرتے ہیں سنّتِ
نبوی کو چھوڑ کر ۹۲ فیصد حصہ
آبادی کے دعویدار ہیں۔ تاویل
و تفسیر کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کا
ایمان یہ ہے کہ متن قرآن بھی کوئی
اہمیت نہیں رکھتا صرف ترجمانی
ہے خواہ وہ ترجمہ غلط ہی
کیوں نہ ہو جامعین احادیث
علمائے مفسرین اور اکابرین عظام
کسی مدح کے قابل نہیں بلکہ

اسی طرح قرآن کے ساتھ حدیث ضروری ہے۔

۲۔ شیعہ وسنی مسلمان اولادِ رسولؐ سے عقیدت رکھتے ہیں۔

۳۔ سنی وشیعہ دونوں گروہوں کا اتفاق ہے کہ علیؑ حضرتِ رسولؐ کریم اور خدا کو محبوب تھے۔ اور حکم رسولؐ ہے کہ علیؑ سے محبت رکھو اُسے بُرا نہ کہو۔ چنانچہ مولوی محمد شفیع اوکاڑوی صاحب نقل کرتے ہیں۔

"اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے علیؑ کو بُرا کہا اُس نے گویا مجھ کو بُرا کہا۔"

(احمد، مشکوٰۃ ص۵۶۵، سفینہ نوح ص۱۹)

قابلِ مذمت ہیں کہ انہوں نے خرافات کا ذخیرہ جمع کیا یعنی احادیث وتواریخ کو خرافات کہہ کر بھی ۹۲ فیصد پر ناز ہے۔ قرآن مجید کی واضح تنبیہہ کہ یہود ونصاریٰ، کفار ومشرکین اعدائے اسلام ہیں کے باوجود مستشرقین کی تعلیمات کو اسلام پر احسان مانتے ہیں المختصر مخالفت قرآن، انکار احادیث نبویؐ کے باوجود اپنے کو دائرۂ اسلام میں داخل سمجھنا اور ۹۲٪ آبادی کا دعویٰ کرنا۔ فی الواقعہ نواصب کی ہٹ دھرمی کی دلیل ہے۔ ورنہ مسلمان تو اس کے سائے سے بھی نفرت کرتے ہیں۔

۲۔ ناصبی ازرگ پیغمبرِ اسلام کی اولاد سے عقیدت کو "فریب" کہتے ہیں۔

(سبائی سبز باغ ص۱۲۷)

بمطابق مذہب عام مسلمان تو رہے ایک طرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بلکہ خلفاءؓ نے بھی احترام علیؑ کو اپنا شعار سمجھا اُسے سعادت جانا۔ چنانچہ اہلسنت کی کتب میں امام شعبی سے منقول ہے کہ :-

تعظیم علیؑ اور حضرتِ ابوبکر

"حضرت ابوبکر اور حضرت علیؑ آنحضرتؐ کی وفات کے چھ روز بعد حضرتؐ کی قبر مطہر پر زیارت کے لئے آئے۔ جناب علیؑ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ وہ آگے بڑھیں حضرت ابوبکر نے کہا میں ایسے شخص پر تقدم نہیں کر سکتا جس کی شان میں رسولِ خدا کو فرماتے سُنا ہے کہ علیؑ کی منزلت مجھ سے ایسی ہے جیسے میری خدا سے"

۳۔ ناصبی جی بھر کر شانِ امیرؑ میں گستاخیاں کر کے مخالفتِ حکم رسولؐ کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنا ٹھکانہ دوزخ کی گہرائیوں میں بناتے ہیں۔ مثال کے لئے نقل کرتا ہوں ورنہ ضمیر اجازت نہیں دیتا کہ ایسے گستاخانہ جملے دہراؤں جو ایک اندھے ناصبی نے اندھادھند سپردِ قلم کئے ہیں۔ کیا مسلمانوں کی اکثریت یہ گستاخی برداشت کرے گی؟

"دھوبی پر بس نہ چلا گدھے کے کان اینٹھے۔ جناب امیر کو غصہ تو آیا اہل حکومت پر مگر پھاڑ ڈالا اصلی قرآن"

(سبائی سبز باغ ص۶۸)

ب۔ اور مولا صاحب نے اُمت کا آئین، شریعت کا دستور ایک نئی زندگی کا نظام دنیا و آخرت

(محب الطبری فی الریاض النضرہ فی الفضائل العشرہ بحوالہ ارجح المطالب صفحہ ۵۳۸)

پس اہلسنت کے صدیق اکبر کے مطابق جناب امیر کا بمنزلہ حضرتؐ سے بمنزلہ حضرت کے خدا سے ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مولا مشکل کشا اور عمر اعظم

مولوی محمد شفیع اوکاڑوی صاحب ایک طویل روایت درج کر کے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے بارگاہ خداوندی میں دعا عرض کی: "اے پروردگار مجھ پر ایسی سختی نازل نہ فرما مگر ابوالحسن (علیؑ ابن ابی طالبؑ) میری دہنی طرف موجود ہوں۔"

(الریاض النضرہ صفحہ ۲۵۶)

(بحوالہ سفینہ نوح صفحہ ۹۱)

لہٰذا ثابت ہوا کہ جس طرح رسولؐ خدا بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق ہیں اسی طرح حضرت علیؑ بھی بعد از بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق

کی فلاح کا ذریعہ یعنی اصلی قرآن پھاڑ کر پھینک دیا۔" (صفحہ ۱۱ کتاب مذکورہ) ہے:- "جناب مولا کو غصہ آیا تھا تو خلیفہ سے لپٹ جاتے۔ ذوالفقار نہیں اٹھا سکتے تھے دانت ہی سے چبا ڈالتے۔ رات میں جا کر اس کا گلا گھونٹ دیتے یا اپنے خلیفہ گروں عبداللہ بن سبا اور مالک اشتر کو اسی وقت بلا لیتے اور غلط قرآن کے نفاذ کو روک دیتے۔"

(صفحہ ۱۹ کتاب مذکورہ)

"مگر علی جا اپنا قرآن تیار کئے بیٹھے تھے منہ دیکھتے رہے۔"

(صفحہ ۲۰)

۷۔ تو صاحب بغض علیؑ میں اس قدر راسخ ہیں کہ شانِ رسالتؐ میں گستاخی کو بھی معیوب نہیں سمجھتے۔ چنانچہ معراج انسانیت، خلق عظیم رسولؐ کی شان میں کمالِ بے ادبی و

حضرت عثمان بن عفان اور ولائیتِ علویہؑ

علامہ اہلسنت حافظ ابن عقدہ نے "حدیث موالاۃ" میں اور منصور رازی نے "کتاب غدیر" میں حضرت عثمان سے حدیث نقل کی ہے۔ کہ فرمایا رسولؐ اللہ نے:-

"جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا یہ علیؑ مولا ہے"

(الغدیر مؤلفہ علامہ امینی جلد ۱ صفحہ ... ارجح المطالب مؤلفہ مولوی عبیداللہ امرتسری اہلسنت والجماعت صفحہ ۵۸۵)

اُمّ المومنین بی بی عائشہ اور دیدارِ امیر المومنینؑ

"ام المومنین حضرت بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں جب کبھی بھی حضرت علی ہمارے پاس آتے تھے اور

بدتمیزی کا یہ گفتار ملاحظہ کیجئے۔ اور یقیناً بارگاہ ایزدی میں بھی یہ گستاخیاں نوٹ فرمائی گئی ہونگی۔

"شاید رسول اللہ کے رونے کی وجہ آپ کی سمجھ میں آگئی ہو۔ روتے نہ تو اور کیا کرتے بستر پٹنے کا مقام تھا۔ پچاس سال کی عمر میں اتنا لمبا چوڑا سفر کروا کر عرش پر بلایا۔ پانچ چیزیں دیں جن سے کہیں بہتر پانچ چیزیں علی کو گھر بیٹھے دے دیں۔ پھر حکم دے دیا کہ مرنے کے بعد علی کو اپنا خلیفہ بنانا۔ اس کے لئے وصیت کر جانا یعنی جو پانچ چیزیں خود ان کو ملی تھیں وہ بھی دے دینا اوپر سے طرہ یہ کہ مہمانِ خصوصی کو خوش آمدید کہنے کے بجائے حاملانِ عرش سروں کو جھکا جھکا کر علی کی طرف دیکھنے لگے پاس

ملہ فہرست راویان حدیث غدیر میں حضرت عثمان کا تیسرا نام ہے۔

اس وقت میرے والد (حضرت
ابوبکر) بھی موجود تھے تو وہ
(ابوبکر) حضرت علی کی طرف
دیکھنے سے نہ تھکتے تھے۔ میں نے
ان سے پوچھا۔ "بابا آپ علی
ابن ابی طالب کی طرف ٹکٹکی
باندھ کر دیکھا کرتے ہیں" انہوں
نے جواب دیا۔ "اے بیٹی!
میں نے رسول اللہ کو فرماتے
سنا ہے کہ علیؑ کے چہرے
کی طرف دیکھنا عبادت ہے"
(روایت اہلسنت ریاض النضرہ
جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ اور خجندی)

صحابی رسولؐ ابوسعید خدری اور ذکر علیؑ

علامہ اہلسنت مولوی محمد
شفیع اوکاڑوی نے دیلمی و کنز العمال
سے ایک صحیح حدیث جناب ابوسعید
خدری صحابی رسول مقبول صلی اللہ

بے قدری پر رسول کو جتنا غم ہوتا
کم تھا۔ اگر خدا رسول کی موجودگی
میں یہ سب نہ کرتا تو کیا بگڑتا ان
کی آؤ بھگت اور پیشوائی کے بعد
یہ اذن دیا جا سکتا تھا"
(سبائی سبز باغ صفحہ ۷۰)
یہ عبارت انکار واقعہ معراج النبیؐ
کے سلسلے کی کردی ہے۔ علیؑ تو
رہے ایک طرف ناصبی نے حضورؐ
کے اسم گرامی پر درود کا نشان لگانا
بھی ضروری نہیں سمجھا اور پھر
رسولؐ اور داماد رسولؐ سے اسقدر عداوت
کے باوجود ۹۲ فیصد ہونے کا
جھوٹا دعوی بھی کر دیا۔
اگر انکار قرآن و حدیث توہین
رسولؐ و خانوادہ رسولؐ تکذیب
خلفاء و اصحاب النبیؐ و ازواج
پیغمبرؐ جیسے سنگریزوں کی متاع
بے وقعت کے بل بوتے پر

علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے۔
"حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت
علی کا ذکر عبادت ہے"
(سفینۂ نوح صفحہ ۵۵)
مندرجہ بالا تصریحات سے
ثابت ہوا حضرات اہلسنت و
شیعہ دونوں حضرت امیرؑ کی
تعظیم و ولایت کے معتقد ہیں۔

بتولِ رسولؐ

۴۔ تمام مسلمانوں کا متفقہ
اعتقاد ہے کہ حضرت خاتون
جنت سیدۃ النساء بی بی
پاک بتول جناب فاطمہ زہرا
سلام اللہ علیہا۔ حضورؐ کی
چہیتی دختر نیک اختر ہیں۔ آپ
کی طہارت کاملہ قرآن و حدیث
سے ثابت ہے۔ اور روایات سُنّی

نواصب ناز کریں لیکن انکی تعداد کا
تناسب پاکستان میں ایک فیصد سے
زیادہ نہیں ہے۔ ورنہ وہ اپنی
اکثریت ثابت کریں ہاں البتہ
"اہل جماعت فلپس حق میں
ان کی تعداد سو فیصد بھی مانی
جا سکتی ہے۔
اب میں ناصبی جیسے ہی دہرانے
میں حق بجانب ہوں کہ
"ناظرین کو شاید ہمارے
تند و تلخ انداز بیان پر اعتراض
ہو مگر ہمیں یقین ہے۔ کہ جو
لٹریچر چند ماہ میں پڑھا ہے جسے
پڑھنے کے لیے شیطانی (ناصبی)
دل و دماغ کی ضرورت تھی۔ جو
بھی غیور مسلمان پڑھے گا۔ اسی
انداز پر مجبور ہو جائے گا۔"
اور اس سے بڑا ظلم اقلیت
کی طرف سے کیا ہو سکتا ہے کہ

شیعہ میں وارد ہے کہ آنحضرتؐ اپنی صاحبزادی کا بہت خیال فرمایا کرتے تھے لکھا ہے کہ اگر بی بیؑ اپنے والدِ گرامی قدر کے ہاں تشریف لاتیں تو حضورؐ اٹھ کر آپؑ کا استقبال فرماتے۔ حالانکہ والد کو دختر کے لئے اٹھنا ضروری نہیں ہے لیکن عملِ رسولؐ ظاہر کرتا ہے کہ بی بیؑ کو تعظیم دینا مقصود تھا۔ چنانچہ حدیث متفقہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"فاطمہؑ جنت کی سب عورتوں کی سردار ہیں"

(صحیح بخاری، ینابیع المودۃ ص۲۶۰)

اسی طرح کتب اہلسنت میں متفق علیہ حدیث حسن صحیح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

ایسا شر پھر ملک میں پھیلائے جو اسلام اور نظام اسلام بلکہ وجودِ پاکستان کا دشمن ہے۔ جس کے نام سے یہ ملک وجود میں آیا تھا۔"

ہم کہتے ہیں کہ ہر پاکستانی جانتا ہے کہ پاکستان اسلام کی خاطر معرضِ وجود میں آیا۔ پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اسے نعرہ تکبیر اللہ اکبر، نعرۂ رسالت یا رسول اللہ اور نعرۂ حیدری "یا علیؑ" کہنے والوں نے بے شمار قربانیاں دیکر بنایا ہے۔ اس کا تصور اس بلند اقبال شاعر نے دیا جو کہتا ہے۔

"اسلام کے دامن میں بس اسکے سوا کیا ہے

اک ضرب یداللہی اک سجدۂ شبیریؑ

(اقبال)

جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔" (صحیح بخاری)

"فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ اور جس شخص نے اسے خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا" (صحیح مسلم)

اِن ارشاداتِ پیغمبرؐ کی موجودگی میں کون مسلمان ایسا ہوگا جو ناراضگی سیدہؑ کا سبب بنے اور خدا و رسولؐ کی حکم عدولی کا ارتکاب کر کے اپنے کو سپردِ جہنم کرے۔ ہم ناتواں دگنا ہگار اس مخدرہ عصمتؑ کی شان کیا جان سکتے ہیں جس کی دربانی فرشتگانِ جنت نے کی۔ کبھی چکی پیسی، کبھی خیاطی فرمائی۔ جس کا نکاح فردوس میں ہوا۔ اور جسے جنت جہیز

اس خواب کو حقیقت بنانے والا محمدؐ و علیؑ کا غلام اور ذوالجناح کو محترم سمجھنے والا قائدِ اعظم محمد علیؒ جناح تھا۔ مولانا محمد علی جیسے بزرگوں نے قوم میں یہ سبق پھیلایا

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

تو اس ملک کو حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں نے محبتِ خدا و رسولؐ و آلِ رسولؐ کے جذبہ کے تحت مطلوبہ قربانی بلا دریغ

نوٹ

شیطان بھی خاص بندگانِ خدا سے دور رہتا ہے مگر نواصب شیطان کے بھی استاد ہیں کہ وہ کام کرتے ہیں جس سے شیطان بھی خوف کھاتا ہے۔ کہ اس نے بھی کہا میں گمراہ کروں گا مگر تیرے خاص بندوں کے سوا۔

میں مل گئی۔

یارِ رسولؐ اور احترام بتولؑ

بی بی پاک کی فضیلت کی
گواہی رسولؐ کے یارِ غار حضرت
ابوبکر سے لیجئے:۔
خلیفہ اہلسنت حضرت صدیق
اکبر گوہر افشاں ہوتے ہیں۔ اور
بی بی پاکؑ سے مخاطب ہیں:۔
"اے رسولؐ خدا کی دختر!
یقیناً آپؑ کے پدرِ بزرگوار مومنین
پر مہربان، شفیق اور رحمت والے
تھے۔ اور کافروں (منکروں)
کے لئے دردناک عذاب اور
بڑی عقوبت تھے۔ پس اگر ہم
ان کا ذکر کریں تو تمام دنیا کی

۱۔ حضرت ابوبکر کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے
کہ حضورؐ جناب سیدہؑ کے علاوہ دُنیا کی
کسی دوسری عورت کے حقیقی والد نہ تھے لہٰذا
حضرت فاطمہؑ اکلوتی بیٹی ہوئیں۔

پیش کرو۔ بھلا کسی ایک ہی
دشمن علی کا نام بتا دیجئے جس نے
تعمیر ملک میں ادنیٰ سا بھی عملی
قدم اٹھایا ہو۔ آپ کا گروہ تو
شاید اس وقت اپنی عاقبت
گنوانے اور تمہاری بصارت و بصیرت
سے محرومی کا معاوضہ وصول کرنے کے
لئے یہود و نصاریٰ کی ٹکسال کی [illegible]
کشی کرنے پر مامور ہوگا۔
جب مسلمان مملکت کے وجود
کی خبر ملی ہوگی تو تمہارے عباسی گروہ پر تو
ضرور بجلی گر گئی ہوگی تب ہی
تو جیپ و برص مقدر بنا اور
دوسری کوئی راہ نہ مل پائی لہٰذا
فتنہ برپا کرنے کی ٹھان لی۔ خود
تو آگئے جہاں پر اپنے ارسال کردہ
توشہ کا مزا چکھ ہی رہا ہوگا۔
تمہیں دیکھتے بھالتے کو پیچ نچ کا
اندھا کر گیا۔

عورتوں میں اُن کو صرف آپ کا باپؑ
اور مردوں میں صرف آپؑ کے شوہر
کا بھائی پائیں گے یا جن کو
آنحضرتؐ نے اپنے ہر رفیق پر
مقدم رکھا تھا۔ اور آپؑ کے شوہر
نے ہر بڑے امر میں آنحضرتؐ کی
اعانت فرمائی۔ تم اہلبیتؑ کو نہ
دوست رکھیگا۔ مگر نیک بخت
شخص اور نہ دشمن رکھے گا مگر
شقی اور بدبخت۔ تم رسول خداؐ
کی پاکیزہ عترت اور پسندیدہ
افراد ہو۔ تم لوگ خیر کی طرف
ہمارے رہبر اور جنت کی جانب
ہمارے ہادی ہو۔
اور اے سب عورتوں میں سے بہترین
مخدرہ! اور نبیوں میں سے بہترین

۱۔ کلام حضرت ابوبکر اس بات
کا ثبوت ہیں آپ خود کو اہلبیتؑ
میں شمار نہیں فرماتے تھے۔

اب کہو عباسی کی نجات کے لئے خود
ہی ننگے ہو کر جو بچے میں کودے
تھے۔ اندھے ہونا۔! گرنے کے
بعد معلوم ہوا ہے کہ یہ چہ بچہ
ہے ورنہ کودنے سے قبل غور و
فکر اور سوچ بچار سے کام لیتے۔
کپڑے اتار کر بھی تم اپنے اُستاد
کو ڈوبنے سے نہ بچا سکے بلکہ خود
بھی غوطے کھانے لگے ہو۔ اب
اپنی لنگوٹی بچاؤ جو میں آکر
تمہیں بالکل برہنہ کر کے اِس
ذلت آمیز مقام پر دھکیل رہا ہو۔
جہاں پہنچنے سے ابلیس نے بھی پناہ
مانگی ہے۔ پھر اُس کی تہ میں
ڈھونڈنا کہ کیا چھپا ہے۔ نظر
تو تمہیں آتا نہیں۔ تلاش کیا
خاک کرو گے۔ البتہ تہ خانہ جہنم
تمہیں اور تمہارے مذموم و ناپاک
ارادوں کو خود بخود ہضم کر دے گا۔

نبیؐ کی لختِ جگر تم اپنے قول
میں سچی اور اپنی زیادتی عقل
میں سب سے آگے ہو۔ تم نہ اپنے
حق سے روکی جاؤ گی اور نہ سچ
بولنے سے باز رکھی جاؤ گی۔"
حضرت ابوبکر جناب سیدہؑ
طاہرہ کے فضائل کا بیان یوں
جاری رکھتے ہیں۔
"آپ اپنے والدِ گرامی
قدر کی اُمت کی سردار ہیں۔
اور اپنی اولاد کی شجرِ طیبہ
ہیں۔ آپ کی فضیلت کا انکار
نہیں ہو سکتا۔"

کتاب بلاغات النساء مصنفہ ابو الفضل احمد
بن طاہر البغدادی بحوالہ سیدۃ فاطمۃ الزہراء ص۲

پس یہ کیسے ممکن ہے کہ برادرانِ
اہلسنت جناب سیدۂ مخدومۂ
کونین کی تعظیم کو واجب نہ سمجھیں
اور آپ کی شان میں گستاخی برداشت کریں

افسوس یہ ہے کہ میرا موضوعِ
سخن جدا ہے البتہ یہ ادھار
باقی ہے بہت جلد آثار کر صرح
روائی حاصل کروں گا۔ مجھے
احساس ہے کہ خلافِ معمول
میرا خطاب نواصب سے سخت
لہجہ اور درشتگی میں ہے لیکن
خدا کی قسم یہ بھی عبادت ہے
کیوں کہ مومن کی شانِ قرآنی
یہی ہے کہ آپس میں رحم دل بنو
اور کفار پر شدت کرنے والے
ہوں۔ پس تعمیلِ حکمِ خداوندی
ہے کہ قرآن رسولؐ کا کفر کرنے
والے گروہ کے ساتھ شدید رویہ
اختیار کیا جائے اور وکالتِ
حقہ کا تقاضا یہی ہے کہ دشمنانِ
اسلام پر بڑھ بڑھ کر حملے کئے
جائیں اور اس وقت تک ان کو
دم نہ لینے دیا جائے جب تک

فاروقِ اہلسنت اور عظمتِ بتولؑ

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ اقرار
کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ
نے کہ:-
"جس نے فاطمہؑ کو
غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک
کیا" (الامامت والسیاست
(جزو اول صفحہ علامہ دینوری)

حضرات شیخین کی واضح گواہی
کی موجودگی میں کوئی سُنی مسلمان
اس باطل عقیدہ کا کیسے اقرار
کر سکتا ہے کہ بی بیؑ پاک کے
خلاف توہین آمیز گفتگو کو
افرادِ ملتِ اسلامیہ میں نشر و
اشاعت کی سہولت مہیا ہو سکے۔

رسولؐ کے پھول

۵۔ صحیح بخاری میں حدیث
رسولؐ ہے "حسنؑ اور حسینؑ

یہ فتنہ صفحۂ ہستی سے مٹ نہ جائے۔
ان پر ایسی کاری ضربیں لگانا عینِ
نبوتؐ اور پیروی حیدرِ کرارؑ ہے۔
لہٰذا ضربتِ حیدری کو عباداتِ
ثقلین سے افضل تسلیم کرنے
والے مسلمان کا فرضِ دینی ہے
کہ اتحادِ ملت بقائے وطن
حفاظتِ دین اور تحفظِ ناموسِ رسولؐ
و آلِ رسول اور احترامِ اصحاب
رسولؐ کی خاطر کسی دنیوی تنقید
کی پرواہ نہ کریں۔ اور جہاں
کہیں سمِ ناصبیت کے آثار نظر
آئیں وہاں تدارکِ تریاق کے
لئے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی جائے۔
اس میں شک نہیں کہ آزاد
صحافت اچھے تمدن کی نشانی ہے۔
لیکن ایک نظریاتی مملکت میں
اس نظریہ کے خلاف پرچار کرنا
جو بنائے ریاست ہو۔ کسی قانون

میرے دو پھول ہیں" "تمام اہلسنت حسنینؑ کریمین کے فضائل کے معتقد ہیں۔ اگر کسی نے کوئی نقد و جرح کی ہے تو محض سیاسی نکتہ نگاہ سے مگر آپ کے مراتب و مناقب اور سیادت و سرداری سے کوئی مومن منحرف نہیں ہوا ہے۔ تمام سنی و شیعہ بھائی تسلیم کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اِن شہزادگان سے محبت و مودت کی تاکید فرمائی ہے۔ اِن کی ولائت ہر دعویدارِ اسلام پر لازم ہے۔ کیونکہ ارشاد رسالت مآبؐ ہے کہ:۔

"حسنؑ اور حسینؑ جنت کے سردارِ جوانان ہیں اور انکے باپ اُن سے افضل ہیں۔"

(کفایۃ الطالب صفحہ ۱۹۹ گنجی شافعی)

دونوں شہزادے راکبِ دوشِ رسولؐ ہیں

میں آئینی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور نظریات نواصب خود ناصبیوں ہی کے بقول غیر مسلموں سے مستعار لئے گئے ہیں۔ اس لئے اسلامی مملکتِ خداداد میں انہیں پنپنے کی اجازت دینا۔ آئین ملک کی توہین ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ "دین اسلام" پر حملہ ہے۔ کہ اس کے ستونِ محکم کو کھوکھلا کرنے کی کوشش میں اعانت ہوگی۔

ٹھیک ہے کہ اس ملک میں بلکہ اسلام میں ہر شخص کو اپنے نظریات پر قائم رہنے کا حق حاصل ہے لیکن وہ اس کا انفرادی حق ہے۔ جس کی خاطر اجتماعی حق کو قربان نہیں کیا جاسکتا۔

ہم شیعہ ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارے اہلسنت بھائیوں سے

آپ سے عداوت، رسولِ خدا سے عداوت ہے۔ ان شہزادگان ہی سے نسلِ پیغمبرؐ قائم و دائم ہے۔ لھٰذا ہر مسلمان ان کو محترم و مکرم مانتا ہے۔

اور یہ چیز مسلمان کے لئے عین ایمان ہے کہ محبت رکھے آلِ رسولؐ کے ساتھ۔ یہی سبق مسلمانوں کو اُن کے بزرگانِ اسلاف نے دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی زبانی کتب اہل سنت میں حضرات حسنینؑ کی شان میں جو روایات ملتی ہیں اُن میں سے کچھ مولوی محمد شفیع صاحب اوکاڑوی نے اپنی کتاب "سفینۂ نوح" کے شروع میں بیان کی ہیں اور اُن کے بعد اوکاڑوی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:۔

کچھ مذہبی اختلافات ضرور ہیں جن بزرگان کو ہم ہادی مانتے ہیں تو اہلسنت بھائی بھی اُن سے عقیدت رکھتے ہیں بلکہ اکثروں کا خیال ہے وہ ہم شیعوں سے کہیں زیادہ ہمارے آئمہؑ اطہار کو مانتے ہیں۔ ماشاءاللہ بڑی اچھی بات ہے۔ اللہ میاں اُن کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

البتہ بربنائے حقائق ہمیں کچھ بزرگوں سے اختلافات بھی ہیں اور شروع سے یہ نزاع متواتر چلی آرہی ہے۔ فریقین کے قلمی و تقریری مناظروں کے باوجود یہ بحث جوں کی توں ہے۔ لیکن اہلسنت بھائیوں نے کبھی یہ گستاخی نہیں کی کہ سستی شہرت کی خاطر اہلبیت اطہار"

شیخین و حسنین

"اِن روایات سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا اہلِ بیت کی توقیر کرنا اور ان کا محب ہونا روزِ روشن کی طرح روشن ہے"

(سفینۂ نوح صلا)

اسی محبت کی ایک مثال ہدیہ ناظرین ہے۔ چنانچہ اہلسنت جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:۔

"حضرت امام حسنؑ بن علیؑ حضرت ابوبکر کی طرف ہو کر گزرے اور اُن کو رسول اللہ کے منبر پر دیکھ کر کہنے لگے کہ میرے باپ

صلہ اوکاڑوی صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرات شیخین اہلبیت کے حُبداران تھے نہ کہ خود اہلِ بیت تھے۔

کے خلاف بدکلامی کریں۔ اگر انہیں کسی جگہ کوئی تنقید کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے تو اوّل تو اجتہاد کا سہارا لیکر گذر جاتے ہیں نہیں تو دائرہ تہذیب میں رہ کر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ "تقدس" مشترک ہے۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ دوران مباحثہ ہماری طرف سے بزرگانِ اہلسنت پر جرح بحث ہوتی ہے۔ تاریخ و روایات پر تنقید کی جاتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اہلسنت حضرات اصحاب پر تنقید کرنا احتراماً اچھا نہیں سمجھتے حالانکہ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ یارانِ رسولؐ معصوم نہیں تھے اور اُن سے خطا کا ہونا ممکن

کے منبر سے نیچے اُترو۔ حضرت ابوبکر نے کہا تم نے سچ بولا۔ درحقیقت یہ منبر تمہارے ہی باپ کا ہے یہ کہکر حضرت ابوبکر نے حضرت امام حسن کو گود میں بٹھا لیا اور (فرطِ محبت) میں رونے لگے۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی)

علامہ سیوطی ایسی ہی روایت حضرت امام حسینؑ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"حضرت عمر منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ ناگہاں حسین ابنِ علی نے کھڑے ہو کر کہا اُتر میرے باپ کے منبر سے جناب عمر نے فرمایا بے شک یہ تمہارے ہی باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں۔"

(تاریخ الخلفاء سیوطی)

تھا چاہے قصداً یا سہواً بہرحال ایسا ادب اُن کو مُبارک ہو۔ کہ انہوں نے اچھے بُرے کا فیصلہ خُدا کو سونپ دیا ہے لیکن

ظالم و مظلوم میں لازم ہے انساں کو تمیز
ورنہ عیاری ہے گر دونوں کو یکساں کہہ دیا

اس کے برعکس شیعوں کا نظریہ ذرا مختلف ہے۔ وہ حق و باطل کی تمیز میں اُلجھنا، کھوٹے کھرے کی شناخت کرنا، سچ و جھوٹ پہچاننا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں اور چونکہ یاران صحبت یافتگان پیغمبرؐ محفوظ عن الخطا اور غلطی سے مُبرّا نہ تھے اس لئے وہ قائل ہیں کہ اُن سے سہو کا ہو جانا یا بحیثیت انسان کبھی گناہ کا سرزد ہو جانا عین ممکن تھا لہٰذا دیانت، تاریخ نویسی یہی ہے کہ حالات کو صاف صاف بیان کر دیا جائے۔

حسنین علیہما السلام ہی کو یہ شرف نصیب ہوا کہ ان کی خاطر رسولِ ثقلین کو سجدہ طول کرنا پڑا۔ تفسیر دُرِّ منثور سے مولوی محمد شفیع اوکاڑوی نے حضرت انس بن مالک سے روایت نقل کی ہے کہ "اللولو والمرجان" سے مراد حضرات حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ نیز مولوی اوکاڑوی نے تحریر کیا ہے کہ:۔ "والشفع والوتر" یعنی قسم ہے جفت اور طاق کی۔ تفسیر یہ ہے کہ۔

"حضور صلی اللہ علیہ (و آلہ) وسلم نے فرمایا شفع حسن و حسین اور وتر علی ابنِ ابی طالب ہیں۔" (سفینۂ نوح ص۴۲)

الغرض تمام مسلمانوں کے لئے ولایتِ حسنینؑ ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔

اور فعلِ مذموم و عملِ صالح کو مقام مذمت یا جائے تو صیف میں شمار کر لیا جائے۔ لہٰذا ایسے خیالات "تنقید" پر ہمارے ہاں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تنقید تعمیری کی جائے نہ کہ تخریبی۔ عاشقانِ اصحابِ رسولؐ کے طبائع نازک بعض اوقات ہماری اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ اور محض نظریاتی اختلاف کی وجہ سے اکثر مبالغہ آمیزی کر کے ہمیں ہدفِ طعن بناتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ اُن ہی کے بزرگوں کے اقوال دہراتے ہیں تو یہ ہمارے اپنے گھر کا جھگڑا ہے۔ دو برتن بھی ایک جگہ ٹکرا ہی جاتے ہیں۔ بھلا ہمارے اندرونی معاملات میں ناصبیوں

اور "ذکرِ حسینؑ" میں مولانا کوثر نیازی نے اس بات پر خوب دل کھول کر امام حسینؑ کو نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے اور بزرگانِ اہلسنت نے اپنے اپنے نذرانہ ہائے عقیدت بڑے خلوص و نیک نیتی سے بارگاہِ سبطینؑ میں پیش کئے ہیں۔ اور ان کلہائے عقیدت کو کسی تعارف کی احتیاج نہیں ہے۔ گلی گلی کوچہ کوچہ ہیں حسینؑ حسینؑ، علیؑ علیؑ مولا علیؑ کی صدائیں بلند ہیں۔ کیا فقیر کیا امیر سب کے سب ان در گاہوں پر جھکے فیض و برکت کے طلب گار ہیں۔ انسانیت جاگ رہی ہے۔ حسینؑ کے لہو کی برکت سے اسلام کے جسم میں حرکت موجود ہے۔ حقؑ کی امن پسندی نے ایمانوں کو تازہ

کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ "تو کون" میں خواہ مخواہ نواصب کا نہ کوئی سُنّی مذہب سے تعلق ہے اور نہ ہی شیعہ سے۔ خلیس حق کا گروہ اور بانوے فیصد کا گمان۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربا!

۴۔ مسلمان تو ناموسِ دخترِ پیغمبرؐ کے لئے تن من دھن سب کچھ قربان کر دینے کے داعی ہیں۔ لیکن گروہِ نواصب کی زبان بے لگام ایسی چلی ہے کہ شانِ بتولؑ کا احترام بھی ملحوظ نہیں رکھتی۔ نمونہ کے لئے مطالعہ فرمائیے:۔

"حضرت فاطمہ کی اس کُنیت کو اسرارِ الٰہی بتلا کر سمجھانے سے پرہیز کیا گیا ہے۔ اور باور نہ کر سکیں گے اگر میں کھول کر انتہائی خباثت سے حضرت

کر رکھا ہے حضرت فاطمہؑ کی بدولت
غیرتِ اسلامیہ بیدار ہو چکی ہے عبیرو غیرہ
نے یزیدی قلعے مسمار کر دیے ہیں۔ نورِ ولایت
کی نورانی شعاعوں نے عزیر ناصبی
جیسے نامرادوں کی آنکھیں چندھیا دی
ہیں۔ دشمن ولایت عباسی اپنے
عزائم کے ساتھ ساتھ خود بھی
خاک میں مل کر خوراک حشرات
بن چکا ہے۔ اس کے معتقدین بھی
عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے
والے ہیں تاکہ توہین اسلام کا
بدلہ پائیں اور ان کے انجام کار
سے مستشرقین کو عبرت حاصل
ہو کر مسلم ہشیار رہیں اور ثقلین
رسولؐ اُن کی ہدایت کے لئے
کافی ہیں۔

عربی زبان

عربی زبان کو اسلام میں
تقدس حاصل ہے۔ اللہ کی

فاطمہ پر طنز کیا ہے"
(سبائی سبز باغ ص ۱۲۵)
(بے ادب گستاخ نے اس
بی بی کے نام نامی پر (علیہا السلام)
تو کجا (رضہ) لکھنا بھی پسند
نہیں کیا۔ حالانکہ خود رسولؐ کریم اپنی
اس دختر کا ایستادہ استقبال
فرماتے رہتے تھے۔)
مسلمین خود ہی اندازہ فرمائیں
کیا یہ کلام آدابِ گفتگو میں کسی
مقام کا حامل ہے؟
پھر ناصبی بدکلامی کرتا ہے۔
"حضرت فاطمہ کی شادی میں
دیر ہو گئی اور عرب کے رواج کے
مطابق دس بارہ سال کی عمر میں
نہ ہو سکی۔ وہ بیس اکیس سال
کی ہو گئیں تو رافضیوں اور منافقوں
کو مذاق اُڑانے کا موقع ملا۔
وہ اُن کو "اُم ابیہا" کہنے

آخری کتاب کا اس میں نزول اس
کی عظمت کو معلیٰ بنا گیا ہے
کہ عرشِ معلیٰ و خُلد کی بولی بھی
عربی ہے۔ روزِ قیامت سب
مخلوق کی زبان عربی ہوگی۔ لہٰذا
اس فصیح و بلیغ زبان کو خود خُدا
نے مصطفیٰ کیا ہے۔ کیونکہ یہ
محبوبِ خُدا کی مادری بولی تھی۔
لہٰذا نسبتِ مقدس کے باعث
سب مُسلمان لسانِ عرب کو مقدس
جانتے ہیں۔ اس سے محبت رکھتے
ہیں۔ اپنی عبادات اس زبان
میں بجا لاتے ہیں۔ کوشش کر کے
سیکھتے ہیں اور سکھاتے ہیں۔
کوئی مُسلمان ایسا نہیں ہوگا'
جس کو اس زبان سے لسانی تعصب
ہو۔ بلکہ ہر کلمہ گو خواہ وہ عربی
داں ہو یا ناواقف اس زبان قرآن
کو محترم سمجھتا ہے۔

لگے یعنی اپنے اباؐ کی ماں ہیں اُن
کی خدمت کرتے کرتے بڈھی
ہو گئی ہیں۔"
نعوذ باللہ من ذالک۔
اے خُدا پناہ مانگتے ہیں ہم تیرے
غضب سے جو توہین سیدہؑ کے
سبب سے عنقریب ناصبیوں پر
نازل ہوگا۔ بی بی پاکؑ کی شان
میں انتہائی اخلاق سوز گستاخی
جو کوئی بھی مسلمان برداشت
نہیں کر سکتا۔ بلکہ تمام مسلمانوں
کا فرض ہے وہ اس بیہودہ کلامی
کے خلاف تحریک اُٹھائیں اور
مرتکب ناصبی مردود کو کیفر کردار تک
پہنچائیں۔ چنانچہ اگر میں یہ
لکھوں کہ ایسا ظلم اور ایسی توہین
یزیدؔ و ابن زیاد جیسے شقی القلب
انسانوں کے بھی نامۂ اعمال میں
نہیں ملتی جس کی مثال ناصبی

اسی طرح ہر مسلمان علمائے متقدمین کے کارہائے نمایاں کا معترف ہے۔ کہ ان بزرگوں نے بغیر کسی دنیوی لالچ، مادی حرص وطمع کے محض جذبۂ دینی کے تحت گوناگوں مصائب و آلام کو برداشت کر کے علمی جواہر پاروں کے ذخائر جمع کئے۔ اپنا عیش وآرام، راحت وسکون قربان کیا۔ تحصیلِ علم کی خاطر دربدر گھومے۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کو جمع کرنے کی خاطر کئی کئی میل پیدل سفر کیا۔ اور انتہائی دیانتداری سے جو کچھ ملا بغیر کسی ذاتی ردّ وبدل کے محفوظ کر لیا۔ حوادثاتِ زمانہ اور گردشِ دوراں نے ان کو ایسے حالات میسر نہ کئے کہ وہ حسن وقدح کی کسوٹی استعمال

کی درج ذیل عبارت میں ملتی ہے۔ تو اس میں رتی بھر بھی مبالغہ یا جھوٹ نہ ہوگا۔ میں بارگاہِ ایزدی میں نقلِ کفر سپردِ قلم کرتے ہوئے بصد خوف عرض گذار ہوں کہ مجھے معاف فرمائے۔

"حضرت فاطمہ علی کی ہم عمر تھیں۔ اور آپ نے ۲۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہ تھی۔ اور وفات بھی مشتبہ حالت میں ہوئی۔ حتیٰ کہ حکومت کو تفتیش کی ضرورت ہوگئی تھی۔ مگر اس بحث پر پردہ رہنے دیجئے۔"

(رسالہ سبز باغ ص ۱۳۱)

دنیا کا کوئی باغیرت انسان یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی کسی رشتہ دار خاتون کے بارے

کر سکتے۔ اس کارِ خیر کے لئے جو جو صعوبتیں انہوں نے جھیلیں جب آج کا طالب علم ان پر غور کرتا ہے تو دادِ تحسین دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر کچھ لوگوں نے حکومتوں کے دباؤ کے تحت بھی کام کیا تو پھر بھی ان کی مجبوری کا عذر مانے بغیر چارہ کار نہیں۔ کیونکہ باوجود شدید دباؤ اور تشدد کے انہوں نے حق بات کا اقرار کیا۔ ان ہی کے جمع کردہ ذخائر سے غیر مسلم قوموں نے قواعد و فوائد حاصل کئے۔ لیکن ناصبی باوجودیکہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان ہی کے ذخائر سے مستشرقین نے جواہر حاصل کئے پھر بھی ان کی خبیث ذہنیت ان کے احسان کو تسلیم نہیں کرتی۔

میں مندرجہ بالا "مشتبہ حالت" کی ترکیب استعمال کی جاتے۔ کیوں کہ زبانِ صحافت میں اس کے معنی تضحیکی و تذلیلی ہیں۔ جیسے کہ اخبارات میں عموماً آپ اس قسم کی سرخیاں اسی ترکیب کے ساتھ مطالعہ کرتے ہوں گے۔ کہ "فلاں شوہر نے اپنی زوجہ کو مشتبہ حالت میں گولی مار دی" وغیرہ۔

اے ناصبی! خدا تیرے دونوں جہان غارت کرے یہ تو نے ایسا بڑا جرم کیا ہے کہ تیرے پیشرو یزید، ابنِ سعد، اور ابنِ زیاد جیسے ملعون بھی انگشت بدنداں ہوں گے۔

کیا رسولؐ کی بیٹی پر اتہام باندھتے وقت تمہیں ذرا خوفِ خدا نہ رہا۔ آج تک کسی ایک بھی مسلمان نے ایسے نازیبا، دل آزار

اہلِ علم گواہ ہیں کہ علمائے
اسلاف نے علم کے ہر گوشہ میں
تجسس و تحقیق سے کام لیا۔
نئے نئے قاعدے وضع کئے۔ صرف
قرآنِ مجید کے بارے میں اتنی
کتابیں لکھیں کہ اس سے زیادہ
دنیا میں کسی کتاب کے بارے میں
اتنی تحریریں نہیں ملتی۔ صرف،
نحو، رجال کشی فلسفہ و منطق
ادب، اخلاقیات، علوم ریاضی،
سائنس و فنون پر ایسے معرکۃ الآرا
ذخائر آنے والی نسلوں کے لئے
چھوڑے جن خطوط پر اگر تحقیق
کی جائے تو ہر مشکل آسان
ہوجاتی ہے۔ علومِ اسلامیہ کے
بارے میں ہم نے تفصیلی بحث
اپنی کتاب "صرف ایک راستہ"
میں قلمبند کی ہے۔ ناظرینِ اسلام
فرما کر یہ فیصلہ کرنے پر آمادہ

توہین آمیز کلمات دخترِ پیغمبرؐ کے بارے
میں اپنے قلم یا زبان سے نہیں
نکالے۔ مگر یارو! اس میں تمہارا
قصور تھوڑا کم ہے کیونکہ مستشرقین
جو تمہارے ہادی ہیں انہوں نے
اس قسم کی تہمتیں حضرت مریمؑ
والدۂ جناب عیسیٰ علیہ السلام
کے خلاف لگائی تھیں چنانچہ
ان کی اتباع کی تھ بدلہ احسان اسی
طریقہ پر ادا ہو سکتا تھا مگر تعجب
بلکہ غصہ اس بات کا ہے کہ ایسے
کبائر کے ارتکاب کے باوجود تم
مسلمانوں میں ۹۲ فیصد کے
حصہ دار بنتے ہو۔ حالانکہ اسلام
میں تمہارا حصہ بالکل ہی نہیں ہے۔
کیونکہ تم نے رسول کی دختر کو گالیاں بکی ہیں
ملتِ مسلمہ حضرت خاتونِ
جنت کو سیدۃ النساء مانتی ہے۔
ان کی عصمت و طہارت کا مکمل اعتقاد
رکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ، رسولؐ

ہو جائیں گے کہ "دینِ اسلام" ہی
تمام مشکلات کے حل کرنے کا
واحد راستہ ہے۔
پروفیسر حتی، عباسی یزید
کا باپ ابو یزید بٹ اور عزیر
ناصبی آج کی پیداوار ہیں کیا
ان سے قبل ہماری اُمتِ مسلمہ
معاذ اللہ غلط عربی لٹریچر کو دین
مانتی رہی ہے؟ یہ صورت کسی طرح
قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ دینِ
قیم ہے۔
البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں
کہ وہ علمائے کلام بھی آخر ہماری
طرح انسان تھے اور غلطی ان
سے بھی ہو سکتی ہے۔ اگر کچھ
باتیں انہوں نے ایسی جمع کرلی ہیں
جو قابل قبول نہیں ہیں تو ہمارے
پاس دو معیار ہیں کہ ان پر جانچ
کرکے غلط و درست کی تمیز کی جا سکتی

اور کامل صحابہ رسولؐ نے تعلیم فرمائی
ہے۔ لیکن ہمیں تو ایک مسلمان
ایسا نہیں نظر آتا جس کا زعم باطل
خوارج سے بھی ناپاک ہو اور
کاروائی ملوکیت بھی اس پر
شرمندہ ہو جائے۔
قابلِ استعجاب بات ہے کہ
کھلی دشنام کے بعد بھی ناصبی
نے دھمکی دی ہے کہ وہ اور بھی
تیز و تند گستاخیاں کر سکتا ہے
مگر تقاضائے حالات یہ ہے کہ
ان کو پردہ میں رہنے دیا جائے۔
حالانکہ اس نے اپنے چہرہ پر جو
۹۲ جہوں کا پردہ لٹکا رکھا تھا
وہ خود ہی اٹھا چکا ہے۔
۵۔ نواصب کا مذہب یہ ہے کہ
قرآن مجید، سنت رسولؐ اور
احادیث نبوی کا انکار کلمۂ توحید
کی آڑ لیکر کیا جائے۔ تمام

ہے۔ اللہ کی کتاب اور پیروی ؐ
رسولؐ نیز علم حدیث اور علم الرجال وغیرہ
رائج ہیں۔
کسی شخص خاطی کے منہ سے
پورے دین اسلام کے لٹریچر
کو ناقابل اعتماد بنانا دراصل
دین کی جڑ کو کاٹنا ہے۔
ایک ایسے دین سے وابستگی
ظاہر کرنا جس کو خود ہی غیر
الہامی یعنی ساختہ سبائین
بھی تسلیم کیا گیا ہو بہت نامعقول
بات ہے۔
یعنی نواصب کھلی اوڑھ
کر لوٹ لینا چاہتے ہیں۔ ایک
طرف کہتے ہیں کہ سارا عربی
لٹریچر سبائی ہے۔ اور دوسری
طرف انہی لٹریچر کے مطیع
ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں؁۔
لیکن سچی بات زبان پر آئے بغیر

؁ یعنی مسلمان بنتے ہیں۔

بزرگانِ دین، اہلبیتؑ اطہار آئمہؑ
معصومین اور اصحابِؓ رسولؐ
کے خلاف من گھڑت افترائیں
پھیلا کر دینِ اسلام کو مفلوج
کیا جائے۔ اور اس سازش
کی تکمیل کی راہ انھوں نے
یہی تلاش کی ہے کہ کلمہ
توحید کی آڑ لے لی جائے اور
نام نہاد مسلمانی کا نقاب اوڑھ
کر اپنی ۹۰ فی صد اکثریت ظاہر
کر کے زہرآلود لٹریچر پھیلایا
جائے۔ اندرونی طور پر اس کا
اثر یہ ہوگا کہ کم فہم عوام آپس
میں دست و گریبان ہوں گے اور
پڑھے لکھے ایسی خرافات کے مطالعہ
کے بعد دین ہی سے منحرف
ہو جائیں۔ ادھر غیر قومیں جو
اس تاک میں رہتی ہی ہیں کہ
مسلمانوں کا کوئی کمزور پہلو ہاتھ

نہیں رہتی ہے۔
اب جب نواصب اقرار
کرتے ہیں کہ دین اسلام
"خرافات" ہے تو اُن کو
مسلمانی کا لبادہ خود ہی اتار
دینا چاہیئے۔ ورنہ مسلمان اسکے
چیتھڑے اُڑا دیں گے۔
صد حیف ہے کہ متاخرین
پر جھوٹا اتہام کر کے اُن کو غیر مسلم
کہا جائے اور جو اعلانیہ
مسلمان نہیں بلکہ دشمنان
اسلام ہیں اُن کی خیانت نہ
تنقید کو اپنے مذہب کے
بنیاد مان کر اسلام کے نام
پر اُن کا احسان جمایا جائے۔
ایک منکرِ اسلام کو یہ استحقاق
کس اساس پر حاصل ہے
کہ کروڑہا داعیانِ اسلام کو بلا فقہی
فتویٰ کے کافر قرار دے۔

میں آجائے۔ اس اشتہار بازی
سے اپنے مؤقف مضبوط کریں
اور دبا کر دینِ اسلام کیخلاف
تقریری و تحریری مہم چلائیں
گے جو ۹۲ فیصد کثرت کے خواب
کے ساتھ ان کو ملے گا انہی
سے استدلالات قائم کر کے
مسلمانوں پر حجت قائم کریں گے۔
کہ وہ بھی مسلمانو! تم تو ہم
پہ سماوی کتب کے غیر الہامی
ہونے کا الزام باندھتے ہو جبکہ
باوجود اتنی حفاظت کے تمہاری
۹۲ فیصد آبادی صرف ترجمے
کو مانتی ہے جو عام آدمی کرتا
ہے اور اہل زبان بھی نہیں
ہے۔ پھر بھلا صحتِ کتاب کی
کیا دلیل ہے۔ اور جو تم سنت
سنت کی رٹ لگاتے ہو۔ یہ تو
محض فقہ تک محدود کر لی گئی ہے؟

حالانکہ اس کا اپنے کو دعویدار اسلام
کہنا ہی سب سے بڑی منافقت ہے۔
دھوکہ دہی ہے اور فریب کاری
ہے۔ میرے مسلمان بھائیو۔!
ہم سب کا ایمان توحید باری تعالیٰ
پر صرف اس لیے ہے کہ ہم نے
رسولؐ کی صداقت کو دل و دماغ
سے تسلیم کیا ہے۔ اُن کی اتباع
ہی کو ہم اطاعتِ خداوندی کہتے
ہیں۔ اگر کوئی سرپھرا دشمن دین
اسلام ہمیں اسوۂ رسولؐ کو
چھڑوا کر کلمہ توحید کا سبز باغ
دکھاتا ہے تو ہم اس کی نام نہاد
توحید کے پُرخار باغ پر خزاں سے
کہیں زیادہ ویرانی طاری کر
دیں گے۔ اور اس کے خس و
خاشاک کو نذرِ آتش کر کے
ساری راکھ اُن کے گرد پروفیسر
جتی کے چہروں میں پھینک دیں گے۔

ورنہ تمہاری ۹۲ فیصد نفری تو
رسولؐ کی رسالت ہی کو ضروری
قرار نہیں دیتی۔ پھر رسولؐ
اور اس کے خاندان کے خلاف
تمہارا بانوے فیصد گروہ توہین
آمیز گفتگو کر رہا ہے۔ اور
پھر سب سے اہم بات تو یہ ہے
کہ تمہارے پاس خزانۂ دین
میں رکھا ہی کیا ہے وہ تو
خرافات کا ذخیرہ تھا۔ چنانچہ
ہم لوگ سمیٹ لائے ملمع کیا
اور جواہر ریزے بنا کر تم کو دیئے
ہماری باتیں سیکھ کر ہم سے
جرأت کلام کرتے ہو۔ شاید یہ
بیباکی بھی ہم نے سکھا دی۔
چلو کوئی بات نہیں۔ کبھی تمہاری
تلوار آبدار تھی، تمہارے قلم
میں قوت تھی۔ تقریر میں اثر
تھا۔ تحریر میں تاثیر تھی وہ

آ گئے وہ پھر اُٹھی خاک میں عباسی
کا جسد پلید ملیا میٹ کرے گا اور
بچی کھچی دھول عزیر کی اندھی آنکھوں
میں سُرمہ کا کام دے گی تاکہ
اس کی اندھی بصارت کو مزید کمک
مل جائے۔

بظاہر میری باتیں کڑوی
ہیں، زبان سخت ہے۔ لہجہ تلخ
ہے۔ تحریر گرم ہے لیکن خدا
کی قسم میں مطمئن ہوں کہ میرا یہ
جہاد اسلام کے دشمنوں کے
چہروں کو مسخ کر دے گا، اور
اُن کی اُمیدوں پر پانی پھیر دیگا۔
اگر میرا خطاب اپنے مسلمان
بھائیوں سے ہوتا تو یقیناً
حکم قرآن کے مطابق رحماء بینہم
کی حدود سے تجاوز نہ کرتا۔ مگر
معاملہ تو نصب اہل فلیس جتی
عباسیان کا ہے۔ لہٰذا یہاں حکم

جواہر تو ہم نے لوٹ لیے البتہ تم ہتھیار
لے سکتے ہو مگر معاوضہ اس کا یہ
ہے کہ جو نقصان تمہارے اسلاف
ہمارا زمانہ گذشتہ میں کر
چکے ہیں اس کا بدلہ 'قصاصاً'
دخون بہا ادا کر دو۔ اور یہ بھی
مدِ نظر رکھنا کہ قیمت سکہ رائج
الوقت میں وصول کی جائے گی
کیونکہ اس وقت کا ایک پیسہ
آج کے دس روپوں کے برابر
ہے۔ تو ایسی صورت حال میں
جکڑ جانے کے بعد نقش مسلمین
کو یقیناً اولادِ رسولؐ یاد آئے
گی۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں جب
بھی کبھی اسلام پر کوئی گھڑی
آئی یہ ہی مجاہدین سر دھڑ کی
بازی لگاتے ہیں اور اس
وقت تک میدان نہیں چھوڑتے
جب تک فتح مبین قدم نہیں

شدت پر عمل کرنا ہی عین سعادت ہے اور ملامت کو نظر انداز کرنا ہی بہتر عمل ہے۔

میں ایک عام مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمام عاشقانِ رسولؐ سے مؤدبانہ التماس کرتا ہوں کہ مذہب حقی عباسی جس کے عقائد فاسد عزائم ناپاک اور ارادے مذموم صرف اتحاد ملی کو تباہ کر کے اسلام کی صورت تبدیل کرنا ہیں ان کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ اُن کے نظریات کو مع ناقابل تردید شواہد آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر دیا ہے اپنے دینی فرائض کی بجا آوری کی خاطر اس فتنے کی سرکوبی کیجئے۔ ان کے دانت کھٹے کر کے توڑ دیجئے۔ یہ ملک اسلامیوں کے لئے ہے ناصبیوں کے لئے نہیں۔

جُوم لیتی۔ ان مجاہدین میں روحِ اسلام حسینؑ کا نام سرِ فہرست ہے۔ چنانچہ کٹیرے مستشرقین نے خوب مکاری کی اور نام نہاد ۹۲ فی صد پارٹی کو اس مہم کے لئے منتخب کیا۔ نواصب نے آمادگی ظاہر کر لی اور کہا اگر ہم خدا، رسولؐ، اصحاب اور علیؑ و اولیاءؑ کے خلاف سازش کر سکتے ہیں تو حسینؑ کوئی اُن سے جُدا نہیں ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اس مہم کی پلاننگ باندھی اور بڑی ہوشیاری سے اپنا کام شروع کر دیا۔

حسنین کریمین علیہما السلام کی جو توقیر مسلمان کرتے ہیں۔ وہ اتباعِ خدا و رسولؐ ہے۔ لہٰذا نواصب نے ترکیب بالکل نئی پیدا کی اور عقیدہ وضع کر لیا۔

یہاں اسلام کی حکمرانی ہونی چاہئے نہ کہ "مذہب حقی عباسیہ" کی۔ شیعہ سُنی اختلافات رہے ایک طرف۔ لیکن شیعہ و سُنی دونوں اس مشترکہ دشمن کی زد میں ہیں۔ اسلام ہے تو شیعہ بھی ہے اور سُنی بھی اور پاکستان بھی۔ اگر اسلام نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

جو گروہ اسلام کو خرافات کہے۔ سارے اسلامی لٹریچر جس کی بنیاد کتاب خدا پر ہے اس میں احادیث، تواریخ، تفاسیر وغیرہ شامل ہیں کو بے اعتماد ٹھہرائے۔ خدا، رسولِ خدا، اصحابِ رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے علاوہ علمائے عظام، اولیائے کرام غرضیکہ ہر اسلامی شعائر کی توہین خود ساختہ توحید کی آڑ لیکر

"دینِ اسلام تو کلمہ توحید ہے جس میں عزیزوں رشتہ داروں قرابتوں اور وسیلوں کا کوئی مقام نہیں ہے" (رسائی سبز باغ ۱۳)

فلپس حتی اور عزیز صدیقی کا یہ من گھڑت عقیدہ نواصب کے لئے قابلِ قبول ہو تو ہو مگر قرابت داروں اور اصحاب کے فضائل بیشتر کتب میں موجود ہیں اور جب ان کو قرآن میں مقام حاصل ہے جو سب سے اونچا ہے تو پھر کسی دوسرے مقام کی کیا ضرورت۔ اسی طرح اولیاء اللہ اور وسیلوں کا بیان بھی موجود ہے۔ شاید ناصبیوں نے ان آیات کا ترجمہ ضروری خیال نہیں کیا۔

چنانچہ مقامِ بزرگانِ دین کے انکار کر دینے سے اُن کے لئے راہ کھل گئی کہ جس طرح جی میں آئے

گرے اور پھر عام مسلمانوں پر بہتان باندھنے کہ بانوے ۹۴ فی صد امت معاذ اللہ ایسے ہی کبائر کا ارتکاب کرتی ہے۔ ایسے شخص کی گرفت نہ کرنا کفر و الحاد کی پشت پناہی کے مترادف ہے۔

عربی زبان سے بے زاری، مستشرقین کے تراجم کی اتباع، تعلیمات تلبیس حق کا فروغ، عباسی کی من گھڑت تاریخ، ولایت و امامت سے انکار توحید بلا رسالت، بزرگان اسلام پر دشنام طرازی جیسے مذموم اصولوں پر مبنی مذہب کو کسی بھی اسلامی ریاست میں برداشت نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے حکومت وقت کی توجہ اس اندرونی سازش کی جانب خصوصاً مبذول کرائی جا رہی ہے۔ کہ وہ اپنی فرض

مسلمانوں کی پگڑی اچھالیں۔ اُن بزرگوں کے خلاف جن کے قصائد و فضائل سے آیاتِ قرآنی منور ہیں ایسے ایسے ناگفتہ بہ اور لغو کلمات کی تشہیر کرنا صرف نواصب ہی کی جرأت ہے۔ کہ جان و ایمان پر کھیل کر یہ کھیل کھیل رہے ہیں۔ چنانچہ جس طرح دیگر بزرگوں کے خلاف گستاخیاں کی ہیں اسی طرح حضرات حسنینؑ کے بارے میں زہر اگلا ہے، ثبوت کے لئے ملاحظہ کیجئے اور فیصلہ فرمایئے کہ کیا کوئی مسلمان ایسی ذلیل حرکت کر سکتا ہے یا اُسے برداشت کر سکتا ہے؟

حضرات حسنینؑ کے خلاف ناصبی بدزبانی کرتا ہے۔

"بنو امیہ کا ایک ناکارہ بڈھا[صلہ] تختِ خلافت پر بیٹھ کر اپنے عزیزوں

اس سے مراد حضرت عثمان بن عفان ہیں۔ زرا ادب عثمنی تو ملاحظہ کیجئے ۔ر

شناسی کا ثبوت مہیا کر کے ناصبی کو گستاخیوں کا مزہ چکھائے۔

نقضِ امن اور تحفظ عامہ کے قوانین کو عملاً حرکت میں لایا جائے کہ مٹھی بھر لوگ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں خانہ جنگی برپا کروا کر سیاسی فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ واضح ہو کہ اس ملک کی ۹۹ فیصد سے زیادہ آبادی تحریک نواصب کے خلاف ہے جس کا مقصد یزیدی ملوکیت کا احترام اور بزرگانِ دین کی توہین ہے۔ جو عباسی ناصبی کو تو درج لکھ سکتے ہیں لیکن رسول مقبولؐ پنج تن پاک اصحاب النبیؐ، آل رسولؐ اور بنات محمدؐ و علیؑ و ازواج

قریبیوں کو گورنریاں تقسیم کرے۔ اور علی کے لائق فائق بیٹے گلیوں میں گلی ڈنڈا کھیلتے پھریں۔"

(سبائی سبز باغ صـ۳۵)

اس عبارت پر ہمارا صرف ایک سوال ہے جو تمام عالم اسلام پر کرتا ہوں۔

کیا اُن شہزادگان کی شان میں جن کو رسولؐ نے اپنے شانوں پر سوار کیا ہو، اور واللیل والی زلفیں بطور باگ عطا کر کے مالک دوشِ رسالت کا اعزاز سونپ کر اختیار دیا ہو کہ باگ تمہارے ہاتھ میں ہے جدھر مرضی لے چلو۔ سائل نے جو آئندہ سلطنت اسلامیہ کا بادشاہ ہونے والا ہے[صلہ] سوال کیا ہو کہ مرکب یعنی سواری کیسی

صلہ حضرت عمر بن خطاب مراد ہیں

پیغمبرؐ کی شان میں گستاخ کلام کرتے ہیں۔ اور اس قدر بیباک و نڈر ہیں۔ رسماً رواداری تک کو ملحوظ نہیں رکھتے۔

حتیٰ کہ بزرگانِ دین کے اسمارِ گرامی پر تعظیمی حروف یا دعائیہ نشانات دینا بھی خلافِ توحید خود ساختہ سمجھتے ہیں۔
آلِ رسولؐ کے منکر، اہلبیت کے دشمن، درود شریف کیخلاف، فاتحہ خوانی اور عربی تلاوت۔
قرآن کے مخالف،
عبادات کے منکر، کیا کیا لکھیں۔ کون سا ایسا اسلامی حکم ہوگا جس کا یہ انکار نہیں کرتے۔ اور پھر کہتے ہیں۔ ہماری آبادی ۹۲ فیصد ہے۔ ہمیں تو ۹۲ سو کل بھی نظر نہیں آتے۔

عمدہ ہے؟ اور بارگاہِ رسالتؐ کی زبانِ وحی بیان سے یہ جواب جاری ہو کہ "سوار بھی تو خوب ہیں۔"
کے بارے میں اس قسم کے بازاری اور تہذیب سے گرے ہوئے جملے استعمال کر کے کسی تحسین کا مستحق ہے؟ اِس سوال کا جواب بھی از خود تبصرہ ہوگا، آگے دیکھیے امام حسن علیہ السلام کے بارے میں ناصبی تاثرات کیا ہیں۔

" کثرتِ مباشرت کے زہر سے جسمانی طاقت کا بحال نہ رہنا اور ہلاک ہو جانا قدرتی بات ہے۔ حسن چالیس دن بیمار رہے اور مرض ذیابیطیس میں فوت ہوئے"
(سبائی جنبر باغ صـ۱۷۸)
امام برحق شہید سم جفا

بس برادرانِ اسلام دونوں نظریات کا ایک اجمالی خاکہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ اب سچ و جھوٹ کا فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ بہر حال بندہ گنہگار اپنی عاقبت سے غافل نہیں ہے۔ لہٰذا میرا جہاد ان ملاعین کے خلاف اس دُنیا میں بھی اور اگلے جہاں میں بھی انشاء اللہ جاری رہیگا۔ اور ان کو ٹھکانے لگا کر دم لونگا۔ سمع خراشی معاف کیجیے اور اصل لفظِ مضمون کی طرف لوٹیے کہ ولائیت حضرت علی علیہ السلام شیعہ و سُنی دونوں گروہوں کا مشترکہ عقیدہ ہے۔"

امام حسن مجتبےٰ پر ایسا اتہام کوئی عاقل مسلمان پسند نہیں کر سکتا۔ جن سرداروں نے آغوشِ رسولؐ میں تربیت پائی ہو۔ اور قرآن نے انہیں تطہیر کی سند دی ہو۔ اُن کے بارے میں ایسے فاسد خیالات کا اظہار ظلمِ عظیم ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔
المختصر تو اصحابِ دینِ اسلام کا کوئی ایک بزرگ بھی نہیں چھوڑا جس کے خلاف توہین آمیز کلمات استعمال نہ کئے ہوں۔ حتیٰ کہ شانِ خدا بھی ان کے نزدیک وقتی احترام نہیں ہے کیونکہ اکثر جگہ خداوند کریم کے خلاف بھی کفر بکا گیا ہے اور جب ہم

لیکن چونکہ اِن کا نصب العین بھی یہ ہے کہ اتحادِ ملت اور استحکامِ پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچایا جائے لہٰذا یہ مٹھی بھر گروہ ہر وقت اس تاک میں رہتا ہے کہ جب کبھی بھی موقعہ ہاتھ لگے مسلمانوں میں کشت و خون کرواکر اپنے مستشرقین آقاؤں کی تمنائیں پوری کرے۔

لہٰذا آئے دن یہ کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کر کے اس کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔ بھائی کو بھائی سے لڑوانے اور تنظیم قوم کو تباہ کرنے کا عہد اِن لوگوں نے دشمنانِ اسلام سے باندھ رکھا ہے اور خود نام نہاد اکثریت اسلام کا لبادہ پہن کر ایک طرف تعلیماتِ اسلام کی صورت تبدیل کر رہے ہیں اور دوسری طرف اہل اس بے ہودگی کا مفصل جواب دیں گے تو عوام ششدر رہ جائیں گے کہ آستین میں کیسے کیسے سانپ پروان چڑھنے کے سہانے خواب دیکھنے میں مشغول ہیں۔

۶۔ فتنہ ناصبیت کا تجزیہ

بنظرِ عمیق کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اس سازش کا چہرہ انتہائی مہیب ہے۔ مستشرقین کے چیلے ان ہی کی چالوں کو استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے تعصب و فساد کی راہیں تلاش کیں تو اُن کو یہ راستہ بھی نظر آیا کہ عوام الناس میں زبان سے محبت کا جذبہ فطری طور پر موجود ہوتا ہے۔ اگر تھوڑا سا مرچ مصالحہ مہیا کر لیا جائے تو لسانی تعصب

اسلام میں نفرت کا بیج بونے میں مصروفِ عمل ہیں۔ تاکہ اپنے محسنین یعنی اہل یہود و نصاریٰ کو خوش کر سکیں اور ان سے دادِ تحسین حاصل کریں۔ باوجودیکہ ان کی تعداد انتہائی قلیل ہے لیکن ان کے گھناؤنے مقاصد کی تعداد بہت کثیر ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ یزید کو خلیفہ راشد تسلیم کیا جائے اور حسینؑ کو باغی مانا جائے اولادِ رسولؐ سے بغض رکھا جائے اور دشمنانِ آلِ محمدؐ سے محبت کی جائے۔ اولیائے کرام کا مقام نہ مانا جائے تمام بزرگانِ دین کی تعظیم کرنا گناہ سمجھا جائے مزاراتِ مقدسہ کے نشانات مٹا دیئے جائیں۔ اپنے ذہن کے مطابق نیا دین وضع کیا جائے جس کا مقصد خود پسندی سے زندگی بسر کرنا اور بچے پالنا ہوں۔ نہ ہی سنتِ رسولؐ کی

بہت جلد پھیل کر قوموں کے اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بڑی ہوشیاری سے کام لیکر دینِ اسلام کی زبان کے خلاف کام شروع کیا۔ اور لوگوں کو دامِ فریب میں پھانسنے کے لئے جال پھیلایا۔ ایک بھائی بندے سے کہلوایا کہ عربی زبان سے ناآشنائی ہونے کی وجہ سے تلاوتِ قرآن و نماز اور دیگر عبادات کا کیا فائدہ۔ صرف ترجمہ کافی ہے۔ کچھ مغرب زدہ لوگوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔ تائیدِ خفیت سے ڈھارس بندھی۔ لہٰذا پرچار شروع ہوا کہ نماز وغیرہ اردو میں ادا کرنا مانعِ صلوٰۃ نہیں ہے۔ لوگوں کو اس میں بظاہر سہولت نظر آئی لیکن درحقیقت قوم کو عربی سے

پیروی کی جائے اور نہ ہی متنِ قرآن
کو اہمیت دی جائے۔ البتہ جو
مستشرقین ہدایت جاری
کردیں اُسے دین سمجھ کر قبول
کرلیا جائے۔
لیکن مسلمان خواہ وہ کتنا
ہی بے عمل و گناہ گار کیوں نہ
ہو محبتِ رسولؐ اور آلِ رسولؐ
کو اپنا سرمایۂ ایمان سمجھتا
ہے۔ اور اس عقیدت کی خاطر
ہر مسلمان بڑی سے بڑی قربانی
دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ یہ
اللہ کا کرم خاص ہے تمام اہلِ
اسلام عشقِ رسولؐ میں دیوانے
ہیں۔ لہٰذا ناصبیوں کا یہ جادو
کسی بھی عاشقِ رسولؐ پر نہیں
چل سکتا۔ اگر کچھ سادہ لوح افراد
نواصب کی ہاں میں ہاں ملاتے
ہیں تو اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ

بے بہرہ رکھنا ہے۔ کیونکہ دین کی
ساری تعلیمات اسی ہی زبان میں
ہیں اور لوگوں کو اس زبان پر عبور
ہو گیا تو اپنی ناؤ بیچ منجدھار
غرق ہو جائے گی۔ منصوبے
خاک میں مِل جائیں گے۔ اصلی
اسلام کے محاسن واضح ہو گئے
اور ۹۹ فیصد اکثریت عنقا
ہو جائے گی۔ ایک طرف ترجمہ
قرآن کو کافی ٹھہرا کر من مانے
مطالب کی جلیبی شروع کر دی
دوسری طرف یہ پروپیگنڈا جاری
کیا کہ سارے کا سارا عربی لٹریچر
ناقابلِ اعتبار اور غلط ہے۔
جس میں تمام احادیث و تفاسیر
و فقہ و دیگر علوم اسلامیہ شامل
ہیں چنانچہ شواہد ملاحظہ کیجئے
تاکہ ناصبی کس دل سوز لہجہ
میں شاطرانہ چال چل رہا ہے۔

ناصبی فرقہ وارانہ تعصب سے
فائدہ اُٹھا کر اپنے مقصد کو پا
جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر عام
لوگوں کو تحریکِ نواصب کے
عزائم معلوم ہو جائیں تو پاکستان
بلکہ دُنیائے اسلام میں اُن کے
ناپاک ارادے ناکام و نامراد ہوں گے۔
لہٰذا ہم نے عامۃ المسلمین
کو اس ناعاقبت اندیش
گروہ کے عقائد فاسدہ
سے روشناس کرا دیا ہے۔
اب یہ مسلمانوں کی دینی ذمہ داری
ہے وہ اس فتنہ کو صفحۂ ہستی
سے نیست و نابود کر کے سرخروئی
دارین حاصل کریں۔ اور
اُن کے جال میں پھنس کر اپنے
اتحاد و اتفاق کو پامال نہ کریں۔

"افسوس ہمارے اسلام پر سبائیت
کس قدر غالب ہے۔ ہر تاریخ تو تاریخ
تھی معلوم ہوتا ہے سارا اسلامی
لٹریچر[1] ہی سبائیوں کا لکھا
ہوا ہے سیرۃ نبوی پر پہلی کتاب
سبائی[2] نے لکھی۔ جھوٹی حدیثیں
اور تفسیریں سبائیوں نے
گھڑیں اور جمع کیں۔ اب اسی
خرافات کا نام اسلام رکھ لیا گیا"
(سبائی سبز باغ ص۲۵)۔
دیکھ لیا آپ نے کس مکاری
سے ناصبی نے ہمارے دینِ اسلام
کو "خرافات" کا نام دیا۔ اور
قرآن سمیت پورے اسلامی لٹریچر

---

[1] یعنی اسلامی لٹریچر کا ماخذ اوّل
قرآن بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ [2] تو پھر
مسلمان کیا کرتے رہے تمہارے آقاؤں
کے کہنے کے مطابق صرف لوٹ مار اور
خونریزی۔

کرنا قابل اعتبار ٹھہرایا۔ پھر یہ بھی
دعویٰ ہے کہ ان خرافات سے
غیر مسلموں نے جو جواہر ریزے
اکٹھے کردیئے ان کو قبول کیا۔
بندۂ بے فہم ! کسی دلیل کے
وضع کرنے کا کوئی ڈھنگ ہوتا
ہے اپنے مسلمات پیش کرنے کے کچھ
اسلوب ہیں۔ لیکن بے راہ روی
کے لئے مشعل راہ کی کیا ضرورت
جدھر سینگ سمائے چل دیے۔
جب تم دینِ اسلام کی کسی شے
کو معتبر نہیں سمجھتے تو کھلم کھلا
کہہ دو کہ تلبیس حق کو رسول مان
لیا اور اس کے تعلیمات کو فروغ
دینا تمہارا مذہبی فریضہ ہے۔
بات ختم ہوجاتی ہے۔
اور پھر تو ۹۹ فیصد کی بجائے ایک
سو ایک فیصد حقہ تمہارا ہی ہے۔
لیکن ایک جانب تو دین کو
"خرافات" کہو اور پھر اُسی دین
کے "داعی" ہوکر منافقت کے
ساتھ الشریعت بھی جتاؤ تو سلمان
فوراً اپنے قرآن میں اپنے اللہ کا
حکم جو بذریعہ رسولؐ ہم تک آیا
ماننے کے لئے دوڑے گا۔ چنانچہ
ہمارے خدا کا پیغام سُن لو شاید
تائب ہوجاؤ۔

"یٰایہا الذین اٰمنو من
یرتد منکم عن دینہٖ فسوف
یاتی اللہ بقوم یحبھم و
یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین
اعزۃ علی الکافرین یجا
ھدون فی سبیل اللہ
ولا یخافون لومۃ لائم
ذالک فضل اللہ یوتیہ
من یشاء واللہ واسع علیم"

"یعنی اے ایمان والو جو کوئی
تم میں سے اپنے دین کی تردید[۱]

ص۱ یعنی دین اسلام کو خرافات

رکھتے ہیں اور خدا اُن سے محبت
کرے گا۔ عنقریب خدا ایسی قوم
کو لائے گا۔ جو خدا سے محبت
رکھتا ہے۔ جو مومنین کے لئے
نرم دل رحیم اور کافروں (انکار
کرنے والوں) کے لئے سخت
زبردست ہیں۔
راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں
(قلمی لسانی سیفی) اور ملامت
کرنے والوں سے نہیں ڈرتے
اور ملامت کرنے والوں کی
پرواہ نہیں کرتے یہی اللہ کا فضل
ہے جس کو چاہتا ہے عطا
فرماتا ہے۔ اور اللہ وسعت
کشادگی والا ہے۔ بہت ہی جاننے
والا ہے"

ص۲ روزِ خیبر حضورؐ نے ایسے
ہی کلمات ارشاد فرمائے جب علم علیؑ
کو عطا کیا۔

پس جب تم نے دین کی
تردید کردی اور اُسے خرافات
کہا بلکہ مصنوعہ سبائیں سمجھتے ہو
تو اللہ کے حکم کے مطابق ہم ہر
جہاد تمہارے خلاف کریں گے اور
کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔
تم لاکھ کوشش کرو کہ شیعہ سنی
آپس میں ٹکرائیں انشاء اللہ
تمہارا یہ خواب کبھی شرمندۂ
تعبیر نہیں ہوگا۔ بلکہ جو آگ تم
نے اپنے اردگرد خود ہی جلائی
ہے تم اور تمہارا مذہب اور
اس کے پیروکار اسی میں جل کر
راکھ ہوجائیں گے۔

تشریحِ ولایۃ

برادرانِ گرامی قدر ہم نے جواہر ریزے اور سنگ ریزے علیحدہ علیحدہ کر لئے۔ جواہر پوری آب و تاب سے چمک و دمک رہے ہیں۔ اور جواہر ہی میں دُرِ ولائیت درخشندہ و منور ہے۔ جس کی روشنی اسلام کی دونوں آنکھوں (شیعہ و سنی) کو نور بخشتی ہے اور ظرفِ چشم کو نصیب یہ ہے کہ وہ تجلی برداشت نہیں کر سکتی اور اپنی فطری روشنی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ چنانچہ ہم نے اسی روشنی کو اس بات پر ڈالا تھا کہ اطاعتِ رسولؐ کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مومن حضرت امیر علیہ السلام کو "ولی اللہ" تسلیم کرے۔ اور یہ بات تو بالکل سیدھی ہے کہ حضرت علیؑ مومنین کے ہمیشہ دوست و مددگار رہے۔ اگر حضور اکرمؐ کا مقصود صرف حضرت علیؑ کو یار و مددگار کہنا ہی تھا تو حضورؐ کو لفظ "بعدی" یعنی "میرے بعد" فرمانے کی ضرورت کیا پیش آئی۔؟ یہ لفظ ہی ثابت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ کی مراد یہاں "ولائیت علیؑ" ہے۔ جو علیؑ کو بعد از عہدِ رسالتؐ حاصل ہونے والی ہے۔ کیونکہ حضرت علیؑ بعد از رسولؐ ہر مومن کے "ولی" ہیں۔ یعنی حاکم بالتصرف ہیں۔ لہٰذا بظاہر موجودگیٔ رسولؐ میں اقرارِ ولائیت ضروری نہ تھا۔ بلکہ بعد از رسولؐ ہی مناسب تھا۔ پس عہدِ رسالتؐ کے بعد

"علیؑ ولی اللہ" کہہ کر مولا علیؑ کی حاکمیت کا اقرار کرنا اتباعِ حکمِ رسولؐ ہے۔ اور اپنے ایمان کا اظہار ہے۔ البتہ اس حکم کی نافرمانی کرنا عداوتِ رسولؐ کی علامت ہے۔

ولایۃ کے قرآنی معنیٰ

جہاں تک ولائیت حضرت علیؑ کا تعلق ہے۔ دونوں برادر گروہ سُنی و شیعہ اس پر عملاً متفق ہیں کہ بلاشبہ ولائیت علیؑ کو تسلیم کرنا اطاعتِ رسولؐ ہے۔ لیکن دونوں میں کچھ معنی کا اختلاف ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ "ولی" کے معنی حاکم بالتصرف کے ہیں لیکن اہلِ سنت والجماعت حضرات کے خیال کے مطابق "ولائیت" سے مراد دوستی و رفاقت ہے۔ معنوی اختلاف کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کا حل موجود نہ ہو۔ ہمارا دین تو مکمل ہے۔ مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں ہر اختلاف و نزاع کا صحیح حل موجود ہے۔ چنانچہ کتاب محکم قرآن الحکیم میں اللہ نے اُمت کو تعلیم دی ہے کہ اگر تمہارا آپس میں اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب لوٹا دو۔ اللہ کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے کتاب کی طرف رجوع کیا جائے اور رسولؐ کی طرف لوٹانے کے معنی یہ ہیں کہ اسوۂ رسولؐ سے ہدائیت لی جائے۔ اب چونکہ ایک اختلاف آ گیا ہے اس لئے ہم یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور التجا کرتے ہیں بارِالٰہا ہماری رہنمائی فرما کر تیرے بندۂ مشکل کشا کی

ولایت کا مسئلہ ہے۔ اللہ کی کتاب کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھولا شروع
سے آخر تک تلاوت کی۔ کہ "ولایتہ" کے معنٰی مل جائیں۔ نیک نیتی
سے کوشش کی تھی لہٰذا مطلوبہ لفظ تلاش کرلیا سارے قرآنِ مجید
میں لفظِ "وَلایتہ" اللہ میاں نے صرف ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ہے۔
شاید اس لئے کہ اُسے معلوم تھا کہ میری اُمّتِ اسلامیہ میں اس لفظ پہ معنی کا
اختلاف ہو جائے گا۔ لہٰذا کیوں نہ اُسے ایک ہی مرتبہ ایک ہی معنی میں استعمال
کروں تاکہ بوقت ضرورت لوگوں کو ہدایت کامل نصیب ہو جائے۔ یہ لفظ
جس جگہ وارد ہوا ہے وہ پورا رکوع اسی کی تشریح و توضیح کرتا ہے۔
چنانچہ پارہ ۱۵ سورۃ الکھف آیت ۳۲ تا ۴۴ رکوع ۵ میں ارشادِ خداوندی
ہے:- ۱؎ (اے رسولؐ) اور اِن لوگوں سے ان دو اشخاص کی مثال بیان
کرو کہ ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دے رکھے تھے۔ اور ہم
نے اُن کے چاروں طرف کھجور کے درخت لگا رکھے تھے۔ اور ان دونوں
باغوں کے درمیان کھیتی بھی لگائی تھی۔ وہ دونوں باغ خوب پھل لائے
اور پھل لانے میں کچھ کمی نہیں کی اور ہم نے اِن دونوں باغوں کے درمیان نہر
بھی جاری کردی تھی۔ اور اُسے پھل ملا تو اپنے ساتھی سے جو اس سے
باتیں کر رہا تھا۔ بول اُٹھا کہ میں تو تجھ سے مال میں (بھی) زیادہ اور نفری
(جتھے جماعت) میں (بھی) بڑھ کر ہوں۔ اور (یہ باتیں کرتا ہوا) اپنے باغ
میں جا پہنچا۔ حالانکہ اس کی حالت یہ تھی کہ اپنے اوپر آپ ظلم کر رہا تھا۔
(غرض) وہ کہہ بیٹھا کہ مجھے تو اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ کبھی یہ باغ اُجڑے

۱؎ یہ بات بالکل ایسی ہے جیسے سبائی سبز باغ والے عزیز صدیقی نے ماری ہے کہ ۱۲ فیصد

جائے۔ اور مجھے قیامت کی گھڑی برپا ہونے کا بھی کوئی خیال (خوف) نہیں
کیونکہ اگر قیامت آئے گی تو) جب میں اپنے پروردگار کی طرف جاؤں گا
تو یقیناً اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔ ۱؎ اس کا ساتھی جو اس سے باتیں
کر رہا تھا کہنے لگا کیا تو اس کا کافر ہے ۲؎ جس نے تجھے تراب (مٹی) سے
پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے پھر تمہیں ٹھیک شکل کا آدمی بنایا۔ لیکن وہی خدا
میرا پروردگار ہے اور میں اپنے پروردگار کا کسی کو شریک قرار نہیں دیتا
۳؎ اور جب تو اپنے باغ میں آیا تو (یہ) کیوں نہ کہا (ماشاء اللہ) یہ سب
خدا ہی کے چاہنے سے ہوا ہے۔ بغیر اللہ کے کوئی قوت نہیں۔ اگر مال و اولاد
کے اعتبار سے تو مجھے کم سمجھتا ہے تو عنقریب ہی میرا رب مجھے وہ باغ عطا
فرمائے گا۔ جو تیرے باغ سے کہیں بہتر ہوگا۔ اور تیرے باغ پر کوئی ایسی
آفت آسمان سے نازل کرے گا کہ چٹیل چکنا صفا چٹ میدان ہو جائے اور
اس کا پانی نیچے (اُتر کے خشک) ہو جائے گا۔ پھر تو اس کو کسی طرح طلب
نہ کر سکے گا۔ اور اس کے پھل (آفت میں) گھیر لئے گئے۔ تو اس حال پر

۱؎ آپکا توحید پرست تھا کہ اسکو اپنی خود ساختہ توحید پہ گھمنڈ تھا کہ وہ بعوض توحید خدا سے انعام حاصل کرے گا۔

۲؎ قابلِ غور امر یہ ہے کہ باوجودیکہ کٹر توحیدی ہے قیامت پر ایمان ہے اور یقین ہے کہ ناجی ہوں۔ لیکن پھر بھی سندِ کفر مل رہی ہے اور باوجودیکہ خدا کو مانتا ہے پھر بھی کفر کرنے کا بیان وارد ہو رہا ہے۔ ۳؎ ثابت ہوا دونوں کا ایمان ایک ہی معبود یعنی "اللہ" پر تھا اور اوّل الذکر شخص کا فعل مشرکانہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا ہے۔

جو باغ کی تیاری میں صرف کیا تھا کفِ افسوس ملنے لگا۔ اور باغ کی یہ
حالت تھی کہ ٹہنیوں پر اوندھا گرا ہوا پڑا تھا تو کہنے لگا ہائے کاش میں اپنے
پروردگار واحد کا شرک نہ کرتا۔ اور خدا کے سوا اس کا ایسا کوئی جتھا
بھی نہ تھا کہ اس کی نصرت کرتا اور نہ وہ خود بدلہ لے سکتا تھا۔ (پس
ثابت ہوگیا کہ) سرپرستی[1] و سرداری خاص اللہ ہی کے لئے ہے جو
حق ہے۔ بہتر ثواب والی ہے۔ اور انجام کے خیال سے بھی وہی بہتر ہے"

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ۚ
هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ○

قارئین سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ مندرجہ بالا ترجمہ رکوعِ
مذکورہ مع عربی متن ایک بار پھر تلاوت فرمائیں۔ تاکہ اس شبہ میں
کوئی صاحب نہ رہیں کہ ترجمہ غلط کر دیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت
کی تشریح جس عمدہ مثال سے بیان کی ہے یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ
قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔

مثالی واقعہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایک عام فہم آدمی بھی یہ سمجھ
سکتا ہے کہ اس جگہ "دوستی" معنیٰ جامع قرار نہیں پاتے بلکہ اگر یہاں
دوستی مُراد لے لی جائے تو فصاحت قرآن قائم نہیں رہتی۔ لہٰذا
ماننا پڑتا ہے کہ "ولایتہ" کے قرآنی معنیٰ دوستی و یاری نہیں
بلکہ سرپرستی و سرداری ہے۔ اور پھر "ثواب" "وعقبا" کے الفاظ
ان ہی معنی کو تقویت دیتے ہیں۔ کیونکہ دائمی امر ہی ثواب و انجام سے

[1] محدث عبدالقادر نے ولایت کا ترجمہ اختیار کیا ہے۔

باخبر و با اعتبار ہو سکتا ہے۔

پس اختلافِ معنیٔ ولایت کا فیصلہ بارگاہ احدیت سے مل گیا۔
اب سعادت یہی ہے کہ قرآنی معنیٰ تسلیم کر کے اطاعتِ الٰہی بجالائی
جائے۔ اللہ کا شکر ہے یہ لفظ صرف ایک ہی جگہ وارد ہوا ہے لہٰذا
بڑی آسانی سے مسئلہ حل ہوگیا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ حدیث
کے معنی قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو سکتے۔

فائدے

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی "وَلَایَۃ" کو ایک مثال سے
واضح فرما کر اس کی اہمیت پر زور دیا ہے۔

۲۔ دو شخصوں کے عقائد و اعمال مختلف بیان کئے ہیں جبکہ
اُن ہر دو میں کا خدا پر ایمان رکھتا ہے اور قیامت کو مانتا ہے۔ بالفاظ
دیگر دونوں "توحید" کے قائل و پرستار ہیں۔

۳۔ ایک شخص کی مالی حالت مضبوط ہے۔ اُس کو افرادی قوت
بھی حاصل ہے۔ اور اُسے اپنے عقائد در بارۂ خدا پر اس طرح
بھروسہ و اعتماد ہے کہ اُسے عذابِ الٰہی کا خوف نہیں۔ اپنے اعمال پر
نازاں ہے کہ اللہ کی عقوبت کا وہ اپنے تئیں اہل خیال نہیں کرتا اور قیامت
پر چونکہ ایمان رکھتا ہے لہٰذا اُسے یہ خوش فہمی ہے کہ اگر قیامت برپا
ہوگی اور اس کا دنیوی ذخیرۂ مال و دولت برباد ہو جائے تو اُسے کوئی

فرق نہیں پڑے گا بلکہ اس کے بدلے میں اس کا رب اُسے پہلے سے بھی زیادہ مال و متاع عنایت کرے گا۔ اور ان ہی عقائد کا اظہار وہ دوسرے صاحب پر کر رہا ہے۔

۴۔ ایک راسخ العقیدہ توحید کے لئے اس سے بہتر اور کیا کلمہ ہو سکتا ہے۔ اللہ پر اس کا ایمان ایسا ہو کہ اُسے اطمینانِ قلب ہو وہ خدائے واحد کو اس کے شانِ شایان اپنا "رب" مانتا ہے۔

۵۔ دوسرے صاحب کو اس کی یہ توحید خداوندی درست معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی ساری گفتگو "کفر" سے تعبیر کرتا ہے حالانکہ بظاہر اوّل الذکر شخص کے کلام میں ایک حرف بھی کلمہ کفر کا حصہ نظر نہیں آتا۔ سوائے اس کے کہ وہ نعمات خدا کا شکر ادا کرنے میں نازاں ہے۔ اور متکبرانہ لہجہ میں اپنی زیادتیٔ مال و عیال دوسرے صاحب سے بیان کرتا ہے حالانکہ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے جس میں یہ قدرت ہے کہ وہ یہ سب کچھ تباہ کر سکتا ہے۔ لیکن اُسے اپنے اعمال پر بھروسہ ہے کہ میں توحیدِ خداوندی کا پرستار ہوں اور اللہ میاں میرے جیسے بندۂ موحد پر اپنا عذاب نہیں کر سکتا ہاں چونکہ ہر شے کو فنا ہے لہٰذا فوراً اس کا اقرار کرتا ہے اگر قیامت آ جائے تو بھی مجھے اللہ پر پورا یقین ہے کہ اس دولت کو ضائع کر دینے کے بعد مجھے اس سے کہیں بہتر جگہ بدلے میں عطا کرے گا۔ تو یہ معلوم ہوا کہ اُس کا گھمنڈ بھی ذاتی نہ تھا بلکہ اس کے زعم میں بھی وہ اپنے عقیدۂ

توحید باری کے بل بوتے پر اپنی بڑائی بیان کر رہا تھا۔ اور اگر ایسا بھی ہے کہ اس نے نعمات بخشندہ منجانب خدا پر ناز و فخر کیا تو بھی یہ بات زمرۂ کفر میں نہیں آتی۔ کیوں کہ اس نے خدا کا انکار تو بہرصورت نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے صاحب نے یہ گواہی دی کہ تو بھی اسی خدا کو مانتا ہے جسے میں خدا مانتا ہوں۔ یعنی دونوں ایک ہی خدا کی توحید کے قائل ہیں اور کلمۂ توحید دونوں کی زبانوں پر اور دلوں پر جاری ہے۔

۶۔ تھوڑا سا غور کر لینے کے بعد ایک عجیب حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ مؤخر الذکر شخص نے انتہائی پُراسرار مگر سادہ سوال کیا ہے اور اُس سے پوچھا ہے۔

"کیا تو اس کا کافر ہے۔ جس نے تجھے تراب (مٹی) سے پیدا کیا، پھر نطفے سے پھر تجھیں ٹھیک شکل کا آدمی بنایا ؟"

سائل نے "اللہ" کا نام لے کر الزام کفر عائد نہیں کیا ہے۔ بلکہ خدا کی تین صفات سے "کفر" کا استفسار کیا ہے۔ اور یہ تینوں صفات خلقیہ ہیں۔ اب ہم قارئین کرام کی توجہ دوبارہ اپنے پچھلے مضمون کی جانب مبذول کراتے ہیں کہ شرک کے بیان میں ہم نے اس بات پر واضح روشنی ڈالی تھی کہ خدا مخلوق میں سے کچھ مصطفےٰ و مرتضےٰ ہستیوں کو اپنے صفات کا مظہر اپنی مرضی سے بنا لیتا ہے اور اُس بیان کو یہاں دوبارہ دہرانا محض تکرار ہے۔

چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ ملزم کفر نے اللہ کی ذات کا انکار

بارے میں کہ "تراب سے پیدا کرنے والے کا ہے

سبحان اللہ وبحمدہ، جونہی "تراب" کا نام آیا۔ تراب کے پیدا کرنے والے کی معرفت حاصل ہو گئی کہ مصنوعہ صانع کا تعارف کرواتا ہے۔ زبانِ وحی بیان سے شہنشاہِ کونین کا عطا کردہ لقب "ابوتراب" ذہن پر نقش ہوا۔ صاحب لقب" علی ولی اللہ" نے یہ مشکل بھی آسان کر دی۔

امرِ لذیذ و لطیف یہ ہے کہ جس طرح لفظ" ولایۃ" کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک ہی مرتبہ بیان کرکے اس کے معانی کی حفاظت فرمائی ہے اسی طرح رسولِ خدا نے "ابوتراب" کی حفاظت فرمائی کہ صغیر سنی سے تاحیات حضرت علی کو برابر" ابوتراب" سے پکارتے رہے کہ ان کا عرف عام ہوا اور اس لقب کو ایسی شہرت حاصل ہوئی کہ دیگر القاب کو تو لوگوں نے اپنے ساتھ چپکانے کی ہمت کرلی مگر فہرست مسلمین میں کوئی دوسری فرد ایسی نہیں ملے گی۔ جس نے اپنے پر "ابوتراب" کا لقب وارد کیا ہو۔ جس طرح کوئی لفظ معنی عام سے معنی خاص بن جاتا ہے اسی طرح "ابوتراب" زبان پر آتے ہی دل و ذہن حضرت علی ابن ابیطالب کی طرف رجوع کر جاتے ہیں۔ اور یہ کنیت جو بارگاہِ رسالت سے عطا کی گئی ایسی مشہور و معروف ہے کہ اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ احادیث و روایات میں ہے سرکار کو یہ لقب بہت پسند تھا کہ حضور کمالِ شفقت سے آپ کو اسی کنیت سے

نہیں کیا۔ بلکہ

تراب سے پیدا کرنے والے
نطفے سے بنانے والے
درست شکل بنانے والے

موصوف کا انکار کیا۔ اور اندازِ بیان بتاتا ہے کہ یہ موصوف ہستی اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے ؟ میں ایمان باللہ اس شخص کاش تصدیق صاحب دوم تحریر کیا ہے۔

لہٰذا علم حاصل ہوا ہے یہ خدا کے علاوہ کوئی اور مخلوقِ خدا ہے جسے اللہ نے خود اِن صفات سے متصف کر کے اپنے صفات کا مظہر بنایا ہے اور ہر دعویدارِ توحید پر یہ واجب قرار دے دیا ہے اُن پر ایمان رکھیں۔ اور اُن کا انکار کرکے "کفر" سے محفوظ رہیں۔

مومنین کرام۔! مولا آپ کو شاد و آباد رکھے۔ جب بات اس مقام پر آ پہنچی کہ یہ شخص اس غیر خدا مخلوق اللہ کا کافر تھا جس میں خدا نے متذکرہ صفات پیدا کی تھیں تو لگے ہاتھوں اُس "مخلوق" کی معرفت بھی حاصل کرتے چلیں جس کا" کافر" توحید پرست تھا۔

آئیے تینوں مبینہ صفات پر نظرِ تجسس ڈالیں۔ تعصب و ہٹ دھرمی توحید کو خیرباد کہیں جو باغات جنت کی بجائے سبز باغوں کی سیر کرواتی ہے آخر سب کو مٹی میں جانا ہے۔ محض ہٹ دھرمی و ظاہری بھرم سے ہم کیوں اپنی مٹی اُڑوائیں۔ لہٰذا پہلی صفت ہی مٹی کے

مخاطب فرماتے تھے۔

اور جب ہم "ابو تراب" کے معنی کرتے ہیں تو یہ "مٹی کا باپ" ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے باپ اسی وقت ہوگا جب پیدا کرے گا۔

پس ثابت ہوا کہ "تراب سے پیدا کرنے والے" سے مراد۔ صاحبِ ولایت "علیؑ" ولی اللہ ہے۔

صفت دوم یہ کہ :-

"نطفے سے بنانے والا"

اللہ تبارک تعالیٰ اور نطفہ کے درمیان سوائے خالق و مخلوق کے اور کوئی رشتہ نہیں کہ اللہ کی ذاتِ سبحان "لم یلد ولم یولد" ہے۔ لہٰذا اس صفت کا موصوف بھی کوئی غیر اللہ ہے۔ جسے بارگاہِ خداوندی سے یہ اعزاز حاصل ہوا۔ اور یہ بات کبھی جرح کے قابل نہیں کہ نطفہ محتاج ہے باپ کا اور خدا کسی کا باپ نہیں۔ لہٰذا نطفے سے بنانے والے کے لئے ضروری ہے وہ "باپ" ہو۔ اسی لئے تو رسولؐ نے "ابو تراب" کی کنیت سے نواز کر یہ اعزاز مولا علیؑ کو بخشا کہ آپ سب کے باپ ہیں۔ دو الفاظ کے مرکب سے شہرِ علم نے خالق و مخلوق کے مابین خلقت کے تمام مسائل حل کر دئے خدا کی ذاتِ صمد کی توحید بھی قائم رہے اور ولائیت بھی۔ تبھی تو حضرت امیر المؤمنین کے بارے میں ارشاد فرمایا :-

"مسلمانوں پر علیؑ کا حق ایسا ہے جیسے کہ باپ کا اولاد پر"

(مستدرک حاکم بحوالہ ارجح المطالب ص ۶۲۲)

اور فرمایا :-

"علیؑ کا اس امت پر ایسا حق ہے جیسے والد کا اپنے بیٹے پر"

(فردوس الاخبار، دیلمی بحوالہ ارجح المطالب ۶۲۲)

خط کشیدہ لفظ "حق" اہم ہے کہ آیت میں ولائیت خدا کے ساتھ اس کا استعمال ہوا جیسے ہم آگے بیان کر رہے ہیں۔ یہاں ایک اور بات قابلِ وضاحت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق اللہ تعالیٰ نے امت کے ماں باپوں سے اولیٰ قرار دیا ہے۔ لہٰذا اگر حضرت علیؑ امت کے روحانی باپ ہیں تو آنحضرتؐ حضرت علیؑ کے مربی و مرشد اور والدِ روحانی ہیں۔ لہٰذا آپؐ سرکار جناب امیرؑ سے افضل ہیں۔

دوم یہ کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے حضرت علیؑ کو "مسلمانوں یا امت" کا باپ کہا گیا ہے۔ اس میں سارے انسان شامل نہیں ہیں تو ازالۂ شبہ یہ ہے کہ حضورؐ سارے جہانوں کے لئے نبی بنائے گئے ہیں۔ اولین و آخرین کے لئے پیغمبر برحق اور رحمت للعالمین ہیں۔ لہٰذا ساری کائنات آپ کی رسالت کے زیر اثر ہے اور تمام انبیاءؑ مع اپنی اپنی امت کے حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں۔ پس یہ دونوں معنی پر منطبق بات ہے۔

المختصر بات یہاں تک آئی کہ اولذکر دونوں صفات کا تعلق غیر خدا، مخلوقِ خدا، ولی خدا، وصی رسول خدا، حضرت علی علیہ السلام سے ثابت ہے۔ اب تیسری صفت یہ ہے۔

"درست شکل بنانے والے"۔

چنانچہ خطبہ بیان میں حضرت امیر علیہ السلام اپنے کو اس صفت سے متصف بیان فرماتے ہیں۔

"انا الذی کسوت العظام لحما" یعنی میں وہ شخص ہوں۔ کہ ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہناتا ہوں۔ (مناقب مرتضوی سید محمد صالح کشفی سنی الحنفی)

یعنی صحیح شکل والا آدمی بناتا ہوں۔ واضح ہو کہ آیت میں "سوّٰاک" استعمال ہوا ہے اور ارشاد امامؑ میں "کسوت"۔

پس تینوں صفات کا موصوف معلوم ہوگیا۔ اور تلخیص کلام یہ ہوئی کہ شخص ملزم کفر پر فرد جرم یہ تھی کہ باوجود اقرار توحید باری کے ولایتہ کا منکر تھا۔ جس کا تعلق غیر خدا سے ہے۔

۷۔ قدرت کلام خدا ملاحظہ کیجئے صاحب دوم سبب کفر بیان کرتے ہیں اور پھر ساتھ یہ کہتے ہیں۔ کہ درست ہے کہ میرا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے۔ لیکن میں کسی کو شریک قرار نہیں دیتا۔ معلوم ہوا کہ انکار ولائیت ہی شرک تھا۔ ورنہ بظاہر اول الذکر نے کسی کو شریک خدا نہیں ٹھہرایا تھا۔ بلکہ اس کا اپنے رب پر عقیدہ توحید بڑا پکا تھا۔

۸۔ بات آگے بڑھا کر اس پر وضاحت کرتے ہیں کہ جب اللہ میاں نے تمہیں نعمت سے مالا مال کیا ہے تو تجھے یہ اقرار کرنا چاہیے کہ یہ سب منشاء خدا سے ہوا ہے اور اس سے بڑی کوئی قوت نہیں ہے۔

صلہ ارشاد امیر المومنین ہے کہ رنگوں میں بچوں کو صورت دینے والا میں ہوں کوکب دری

یہاں پھر غور طلب نکتہ ہے کہ بیان قرآن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے خدا کے منشاء یا قوت کی تکذیب کی ہو۔ بلکہ وہ شخص تو اپنے عقیدۂ توحید کی وجہ سے اس طرح مطمئن و امیدوار ہے کہ اگر اللہ میاں یہ دولت ضائع بھی کر دے گا تو اسے کوئی افسوس نہیں کہ اسے خوش فہمی ہے کہ اسکے بدلے میں کہیں زیادہ مال مل جائے گا۔ پھر کس طرح اعتبار پر یہ سمجھ لینا کہ وہ منشاء الٰہی اور طاقت پروردگار کا کفر کرتا تھا درست نظر نہیں آتا۔

اور دوم یہ کہ محض "انشاء اللہ" نہ کہنے سے اس کی حالت برباد کر دینا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ مسلمان دن میں کئی مرتبہ بغیر "انشاء اللہ" کہے متعدد معاملات طے کرتے ہیں اور محفوظ و آباد رہتے ہیں۔ پس یہاں بھی صفات ولائیتہ ہی کا انکار معلوم ہوتا ہے۔ جن کا تعلق غیر اللہ یعنی "ولی اللہ" سے ہے۔ اور وہ دونوں صفات یہ ہیں۔

۱۔ مظہر مشیت الٰہی ہونا۔

۲۔ اللہ کی قوت کا مظہر ہونا۔

اب ہم تلاش کرتے ہیں کہ منشائے خداوندی اور مرضیات الٰہی والی صفت کا مظہر کس برگزیدہ ہستی کو اللہ میاں نے خود بنایا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہمیں ایک (BARGAINING) کا واقعہ ملتا ہے کہ خدا نے اپنی مرضیوں کو ایک سوداگر کے ہاتھ بعوض نفس فروخت کیا ہے۔ چنانچہ اس بازار خرید فروخت کا حال علامہ اہل سنت حجۃ الاسلام حضرت امام

غزالی مرحوم سے سُنئے - امام موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

"شبِ ہجرت میں جب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ جان نثار کرتے ہوئے آپ کے بستر پہ سو گئے تو اللہ تعالےٰ نے جبرئیل و میکائیل سے فرمایا کہ دیکھو علیؑ میرے حبیب محمد (صلے اللہ علیہ (وآلہ) وسلم پر جان فدا کر رہا ہے۔ جاؤ! جاکر ساری رات اس کی حفاظت کرو۔ چنانچہ بحکم پروردگار دونوں فرشتے آئے جبرئیل علیہ السلام سر کی طرف اور میکائیل پاؤں کی طرف کھڑے ہوئے۔ اور جبرئیل امین بلند آواز سے اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے یہ کہتے تھے۔ آفرین مجاہد شاباش تیرے جیسا کوئی نہیں ہے۔ اے ابنِ ابی طالب اللہ تم پر فخر کرتا ہے۔ فرشتوں کے سامنے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے۔ جو بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی (مرضات اللہ) کے لئے۔"

(احیاء العلوم امام غزالی)

مولوی محمد شفیع اوکاڑوی علامہ جماعت اہلسنت نے یہی روایت تفسیر کبیر صفحہ ۱۹۰ جلد ۲ کے حوالہ سے اپنی کتاب سفینۂ نوح صفحہ ۳۹ پر درج کی ہے اور اسے درست تسلیم کرتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ علیؑ نے اپنی جان فروخت کرکے اللہ کے منشاء و مرضات خرید کر لیں۔ اصولِ بیع یہ ہے کہ خریدار کا خریدی ہوئی شے پر

پورا تصرف ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی امر حضرت علیؑ کو اپنے مرضات عطا فرما کر مظہر مشیت و مرضات بنایا ہے۔ اسی لئے سورۂ ھل اتیٰ میں ارشاد فرمایا کہ تم نہیں چاہتے سوائے اس کے جو اللہ چاہتا ہے۔ صفت دوم "مظہر قوت پروردگار" ہے اور خواص کی زبان پہ ہوتا ہے کہ

شاہِ مردان، شیرِ یزداں، قوتِ پروردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

جیسا کہ خطیب اہلسنت جناب مولوی محمد شفیع اوکاڑوی صاحب نے انتہائی عقیدت کے اظہار کے بعد اسی شعر کو اپنی کتاب "سفینۂ نوح" کی زینت بنایا ہے۔ چنانچہ وہ صفحہ ۸۹ پر بہت بصیرت افروز خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔

"سادات کرام اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کا سلسلہ پروردگار عالم نے آپ (علیؑ) سے جاری فرمایا۔ سلسلۂ ولایت و خلافت کے معدن و مخزن بھی آپ (علیؑ) ہی ہیں۔ کروڑوں اولیاء، غوث، قطب، ابدال آپؑ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہیں۔ عرب و عجم، بحر و بر میں آپؑ کی شجاعت بہادری کا شہرہ عام ہے۔ آج بھی آپؑ کے نام نامی و اسم گرامی کی ہیبت و دبدبہ سے بڑے بڑے بہادران عالم کانپ جاتے ہیں۔"

نجدی لوگ ان سب کو برا کہتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ مناصب غیر اسلامی ہیں بلکہ ان لوگوں کو تعظیم دینا شرک سمجھتے ہیں۔

چنانچہ معلوم ہوا ہے۔ خدائے واحد نے اپنے مخلوق "ولی" کو
اپنی قوت کا مظہر قرار فرمایا۔ پس وجہ کفر انکار ولایت ہی
ٹھہری۔ اور نصیحت اقرار ولایت کی دی گئی۔

۹۔ بات آگے جاری ہے۔ دوسرے صاحب اس شخص کو آگاہ کرتے ہیں کہ
مال و عیال میں گو تو مجھ سے متمول ہے یعنی تیرے زیر اثر زیادہ رقبہ
زمین ہے اور تیرا ہم خیال گروہ تعداد افراد میں زیادہ ہے۔ لیکن تمہاری
امارت اور کثرت آبادی اس بات کی دلیل بالکل نہیں ہے کہ تو حق پر ہے۔
پس نتیجہ اخذ ہوا کہ توحید کا شیدائی ہو کر صاحب جاہ حشمت و سلطنت
ہونا جماعت کثیر کی حمایت حاصل ہونا شرائط ایمان نہیں ہیں۔
بلکہ ان سب کے باوجود بھی سند کفر بارگاہ الٰہی سے منصوص ہے۔
لہٰذا نواصب کا ۹۲ فیصد والا دعویٰ یہاں ہر جہت سے کالعدم قرار
پاجاتا ہے اور مردود ٹھہرتا ہے۔

۱۰۔ اس کے برعکس صاحب دوم کی قلت مال و عیال مانع ایمان
اور وجہ کفر نہیں قرار دی گئی ہے۔ بلکہ مالی ناتوانی و قلت آبادی
بوجہ ایمان خالص کافی قرار دی گئی اور اس میں برکت و انعام کی
خوشخبری سنائی گئی۔ کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تیرے باغ سے بھی اچھا باغ
مجھے عنایت کرے گا۔ اور بوجہ کفر ولایت اسے تباہی و ویرانی کا پیغام
سنایا گیا۔ اور پانی نیچے ہونے کا تذکرہ کیا گیا۔ اور اسے خبردار کیا
گیا کہ پھر تیری طلب تشنہ رہے گی کہ پانی سر پر سے گذر چکا ہوگا۔

اور پانی جو اترے گا وہی ولایت کا ماظہورہ ہے اور علاوہ دیگر اجلہ
کے قرآن مجید میں جو "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ" کا ذکر ہوا ہے،
اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مشہور علامہ اہلسنت جلال الدین
سیوطی "دُرِّ المنثور" میں لکھتے ہیں کہ :-

"اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں دو دریاؤں سے مراد حضرت
علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما ہیں۔"

علامہ سیوطی نے یہ روایت حضرت انس بن مالک سے نقل کی
ہے اور اس کی تفصیل دور حاضر کے مشہور خطیب اہلسنت مولوی محمد شفیع
نے اپنی کتاب "سفینہ نوح" کے صفحہ ص۲۹ پر بھی تحریر کی ہے۔

۱۱۔ پس انکار ولائیت کے سبب تباہی و بربادی اس شخص کا
مقدر بنی اور پھر پچھتایا کہ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں
کھیت، واویلا کیا کہ کاش وہ اپنے رب کا شرک نہ کرتا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز تھی جو اس سے سرزد ہوئی
جس کا نام "شرک" ٹھہرا۔ تو حضور عالی اس کو شناخت کرنا بالکل
آسان ہے۔ یہ اس کا قیاس تھا۔ جس کو اس نے وحی و الہام کے
مقابلے میں معتبر سمجھ کر اپنے پر ظلم کر کے خود اپنے برباد کیا۔ اور خدا کی
اطاعت میں اپنے پیدا کردہ خیال کی اتباع کر کے اسے توحید کا حصہ جانا
اور مرتکب کفر قرار دیا گیا۔ پس یہی اس کا قیاس ہی تھا جسے اس نے
رہبر جانا اور خدا کا شریک ٹھہرایا۔ اور خدا کا سب سے پہلا شریک اسی چیز

٤

کو ابلیس نے بتایا تھا کہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے
قیاس شیطان نے کیا۔ اور خدا کے خلیفہ "ابو البشرؑ" جیسے مٹی سے
خلق کیا گیا اور اُس کی صورت بن جانے کے بعد فرشتگان کو حکمِ سجدہ
دیا گیا۔ مگر توحید کے اوّل پرستار نے بوجہ زعمِ باطل تعظیم سے انکار
کر دیا۔

۴۔ پس مثال مکمل بیان کر دینے کے بعد اللہ نے ثابت کیا کہ
" ولایت " اللہ کی ہے جو حق ہے۔ بہتر ثواب والی ہے۔
خیرٌ عقبا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ " ولی " یعنی صاحب ولائیت وہی ہستی ہو سکتی
ہے جو حق ہو، خیرٌ ثوابا اور خیرٌ عقبا ہے اس کا خاص
تعلق ہو، اور احادیثِ رسولؐ میں ہے کہ :۔

"حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ
یا اللہ پھیر دے حق کو اس طرف جدھر علیؑ پھرے"
(ابنِ مردویہ بحوالہ ارجح المطالب صفحہ ۴۴۲)

پس حدیثِ رسولؐ سے حضرت امیرؑ کا سراپا حق ہونا ثابت ہوا اور
ولائیت کے معیار کا تقاضا پورا ہوا۔

اسی طرح کُتُبِ اہلسنت میں مرقوم ہے کہ حضورؐ نے آپؑ کو
"خیر البریہ" (یعنی مخلوقات کی سب چیزوں کی خیر) فرمایا۔
ملاحظہ ہوں کُتُبِ اہلسنت :۔

(۱) صواعق محرقہ ابن حجر مکی۔ (۲) تفسیر فتح البیان صفحہ ۳۲۳ مولفہ
نواب صدیق حسن بھوپالی جلد ۱۰ (۳) تفسیر فتح قدیر شوکانی صفحہ ۴۶۴ ج ۵۔
(۴) تفسیر دُرِ منثور علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۳۷۹

اور ثواب و عذاب کا تعلق جنّت و دوزخ سے ہے چنانچہ ارشادِ
پیغمبرؐ برحق ہے :۔

"اے علیؑ تم جنّت و دوزخ کو تقسیم کرنے والے ہو
(قسیم النار و الجنۃ)

ثبوت کے لئے ملاحظہ ہوں کُتُب اہلسنت
(فردوس الاخبار دیلمی، جواہر العقدین، صواعق محرقہ وغیرہ)

پس "خیرٌ ثوابا" والا معیار بھی حضرت علیؑ میں موجود ہے۔
اور قرآن مجید میں ہے کہ " العاقبۃ للمتقین " ۔یعنی عاقبت متقیوں
کے لئے۔ اور ارشاد نبیؐ ہے کہ :۔

" جابر ابنِ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سرورِ
عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پروردگار نے مجھ کو
علی کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ تمام متقین کا امام ہے"۔
(اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار بحوالہ ارجح المطالب صفحہ ۲۰
)

پس "خیر العقبا" والی شرط بھی پوری ہوئی کہ عاقبت متقیوں
کے لئے ہے اور علیؑ " امام المتقین " ہیں۔

چنانچہ اگر ہم سارے بیان کی تلخیص کر کے اس کے دو باب

وضع کریں تو ایک خصوصیاتِ ولایت پر مبنی ہوگا اور دوسرا معیارِ ولی پر۔

قرآنی خصوصیاتِ ولائیت

قرآنی خصوصیاتِ ولائیت مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ صاحبِ ولایت جبتی تقسیم رزقِ دُنیوی و عیال میں مومن و کافر کا امتیاز روا نہیں رکھتی بلکہ عدل کے مطابق مساوی تقسیم کردیتی ہے۔

۲۔ ولائیت وہ جوہر ہے کہ حاملِ ولائیت "خلق" کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۔ وہ صاحبِ قدرت وارادہ ہوتا ہے کہ جو منشا ہو اُسے فوری پورا کرنے کی قوت بھی ہو کہ اُدھر کہے ہوجاؤ اور وہ شے ہوچکے۔

۴۔ ولایت وہ حکومت ہے کہ سزاوار کو عتاب و عذاب کرتی ہے اور مطیع و صالح کو انعام واکرام عطا کرتی ہے۔ اس کے حکمِ سزا کو کسی طاقت و بل بوتے پر ٹالا نہیں جاسکتا اور نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے کہ بدلہ اُتارا جائے۔

۵۔ ولایت وہ اختیارِ سرداری و سرپرستی ہے جس کی اساسِ حق وخیر پر ہے اور اس ولایت کی اطاعت کا اجر ثواب اور نتیجہ کار خیر ہی خیر ہے۔ اس لئے دنیوی تخت کا ہونا ضروری نہیں ہے جبکہ استحقاق ولی برقرار رہیگا۔ جس طرح اللہ ملاحدہ کے لئے بھی اللہ ہی ہے اور حضورؐ کفار و مشرکین کے لئے بھی رسولؐ کہ رحمۃ للعالمین ہیں۔

معیارِ ولی

۱۔ معیارِ ولی یہ ہے کہ اُس میں مندرجہ بالا تمام خصوصیات موجود ہوں۔

۲۔ باطل سے محفوظ رہا ہو اور سراپا حق یعنی معصوم ہو۔

۳۔ "خیرٌ ثواباً" اور "خیرٌ عقباً" کا مصداق ہو۔[ص]

اس تشریح وتوضیح کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ لفظ "ولایۃ" کے مفصل معنی مع حل شدہ مثال خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں "سرداری" "سرپرستی وحکومت" بیان کئے۔ اور یہ لفظ اپنے عام معنی دوست و یار سے اپنے قرآنی اصطلاحی معنی میں خاص ہوگیا کہ جب بھی "ولایۃ" کا لفظ اسلامیات کے مباحث میں استعمال ہوگا تو اس کے وہی معنی مراد ہوں گے جو اللہ نے بتائے ہیں۔ اگر یہ لفظ کہیں اور جگہ دوسرے معنوں میں آیا ہوتا تو یہ اختلافِ سنجیدہ ہوسکتا تھا۔ لیکن قدرت نے خود ہی اُن معنوی شبہات کو دُور فرماکر بڑی کرم فرمائی کی ہے۔ اب اگر پھر کوئی صاحب اس سے مراد دوستی لیتے ہیں تو یہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوگی ورنہ قرآن میں وہاں دوستی کا ترجمہ کرکے عبارت کو مربوط بنا کر دکھادیں۔

لہٰذا قرآنی معنی کو فوقیت دیتے ہوئے اور "ولی" کے معیار کو مدِنظر رکھتے ہوئے اب پھر آیتِ عنوان کی طرف لوٹیے کہ ارشاد ہوتا ہے۔
بس اللہ ولی ہے، رسول ولی ہے،

ص یعنی ثواب و عاقبت پر صاحبِ اختیار ہو۔

اور وہ نمازی جو حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دے۔

نکتہ:۔ علماء کے نزدیک شناخت کا قاعدہ یہ ہے کہ موصوف کو صفت سے پہچانا جائے۔ کیونکہ قرآن تمام علوم کا ماخذ ہے لہٰذا حسنِ کلام یہی تھا کہ ولایت جیسے منصب جلیلہ پر فائز ہونے والی ہستی کا تعارف القاب و صفات ہی سے کروایا جاتا۔ اگر آیت میں صفت بیان کرنے کی بجائے "نام" آجاتا تو فصحائے عرب فوراً قلم تنقید سنبھال لیتے چنانچہ ادبی نکتہ نگاہ سے بھی یہ آیت کلامِ خدا ہونے کی روشن دلیل ہے۔

جس طرح ولایت کے معنی محفوظ ہیں اسی طرح صاحبِ ولایت کی حفاظت کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "ولی" کے معنی میں کچھ لوگوں نے اختلاف کر لیا شاید اس لئے کہ اُن کی نظر میں لفظ ولایت کو قرآن میں نہ دیکھ سکیں کیوں کہ وہ ایک ہی مرتبہ آیا ہے۔ لیکن "ولی" کئی مرتبہ وارد ہوا ہے اور کہیں عام معنی میں کہیں خاص معنی ہیں۔ لہٰذا اپنی سمجھ کے مطابق معنی تسلیم کئے گئے۔ لیکن اس آیت کی شانِ نزول میں قطعاً کسی ایک عالمِ دینِ اسلام نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ سب اِس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی شان میں نہیں ہے۔ ضعیف سے ضعیف روایت بھی ہماری نظر سے نہیں گزری ہے کہ علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ کی جانب اس آیت کو منسوب کیا گیا ہو۔ تو یہ اللہ کا شکر ہے کہ سارے مسلمان حضرت علیؑ کو "ولی" تسلیم کرتے ہیں۔ خوارج و نواصب سے کوئی بحث نہیں۔

علیٰ ھذا القیاس تین "ولی" بیان ہوئے۔

اللہؑ ــ محمدؐ ــ علیؑ

پس چونکہ انکارِ ولایت کفر و شرک ہے جیسا کہ پہلے ثابت کیا گیا۔ اس لئے "ولی" کا منکر مشرک و کافر ہو گا۔ لہٰذا دفاعِ ایمان کے لئے ضروری ہے کہ "ولایۃ علی" کا معتقد ہو" دل سے تسلیم کرے اور زبان سے اقرار کرے۔ خصوصیاتِ ولایت و شرائطِ منصبِ ولایت تینوں ولیوں سے تطبیق رکھتی ہیں۔ جنکا اعادہ بے فائدہ ہے۔

ترجمہ آیت ولایت کا ایک اختلاف

بعض لوگ "وَهُمْ رَاكِعُونَ" کا ترجمہ "وہ رکوع کرنے والے ہیں" کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اس سے قبل جب یہ فرما دیا گیا کہ" وہ نماز کو قائم کرتے ہیں" یقیمون الصلوٰۃ تو اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں کیونکہ رکوع تو نماز ہی کا رکن ہے۔ لہٰذا اس کے بعد پھر وہ رکوع کرنے والے ہیں کہنا غیر ضروری تکرار ہو گا اور اللہ سبحانہٗ تعالےٰ غیر ضروری کلام فرمانے سے قطعاً پاک ہے۔ اس لئے وہ رکوع کرنے والے ہیں" صحیح ترجمہ نہیں ہے۔ بلکہ" نماز قائم کرتے ہیں۔ فرما کر ذکرِ رکوع اس لئے فرمایا کہ مولا علیؑ نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی۔ اس لئے "بحالتِ رکوع زکوٰۃ دیتے ہیں" ہی صحیح ہو گا۔

جس طرح لفظ " ولی " کا ترجمہ " یار " دوست کرنے سے حسن بلاغ قائم نہیں رہتا۔ اسی طرح "راکعون" کا ترجمہ " رکوع کرنے والے ہیں " عبارت کی خوشنمائی کو قائم نہیں رکھتا۔ فصاحت و بلاغت تو قرآن کا اعجاز ہے۔ اور غلط تراجم کر کے اسے اس اعزاز سے محروم کرنے کی کوشش کی جائے تو کلامِ الہیٰ کی صحت برقرار نہیں رہتی۔ شاید اسی مذموم سازش کے لئے قلبس حتی عباسی پارٹی اِنکار کلام عربی کر کے " ترجمہ قرآن " کو اپنے مذہب کی اساس ٹھہراتی ہے۔ تاکہ دیگر اقوام میں اس کلام کے وحی و الہام ہونے کے بارے میں شبہات کو تقویت ملے۔

تردیدِ رشید گنگوہی

قطب عالم اہلسنت حضرات رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب " ھدایۃ الشیعہ " میں آیہ انما ولیکم کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اُن کا اعتراض ہے کہ اس آیت سے نص خلافت بلا فصل قائم نہیں ہوتی۔ نیز اُن کا خیال ہے اگر حصر مطلق مانا جائے تو اول و آخر یکساں ہوگا اور ایسی صورت میں جناب امیر کے بعد کوئی امام نہیں ہو سکتا۔

یہ بحث ایک طرف تو دقیق و خشک ہے جو ناظرین کے مزاجوں پر بار ہوگی اور دوسرے ہم اس پر الگ سے بحث کرنا چاہتے ہیں البتہ صرف رد اعتراض کی خاطر اتنا عرض کریں گے کہ یہ اعتراض لغو ہے۔

کیونکہ ہم علامہ اہلسنت محمد شفیع اوکاڑوی صاحب کے الفاظ گذشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں کہ حضرت امیر سرچشمۂ ولایت و خلافت ہیں۔ اور ان کے بعد دیگر آئمہؑ اُن کی ولایت کے وارث ہیں (جس طرح حضرت امیرؑ سرکارِ ختمی مرتبت کے وارث ہیں) پس اصل تو آپؑ ہی ہیں کیونکہ آپ ابوالائمہ ہونے کی وجہ سے دیگر آئمہؑ سے افضل ہیں۔ اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ سرکارِ پیغمبرؐ جو کہ آپؑ کے مُربی ہیں اُن کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات سے افضل ہیں خواہ کوئی نبی ہو یا امام یا خلیفہ۔ اس لئے حصر مطلق تسلیم کرتے ہوئے بھی دیگر آئمہؑ کی امامت پر کوئی فرق نہیں ہے کہ اُن کی امامت آپؑ سرکار کے تحت میں ہی آئے گی۔ یہی وجہ ہے ہم جناب امیرؑ کے علاوہ کسی دوسرے امام کے لئے " خلیفۃ بلا فصل " تحریر نہیں کرتے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ معصومین نے فرمایا ہے کہ اولنا محمد و اخرنا محمد و اوسطنا محمد و کلنا محمد[1] لہٰذا حصر مطلق یا حقیقی کی بحث ہمارے موقف کو کسی جہت سے کمزور نہیں کرتی ہے۔

روز مرہ کا مشاہدہ ہے ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ امجد کا ہی مکان ہے۔ یعنی امجد کے علاوہ اس کا کوئی مالک نہیں ہے لیکن امجد کی اولاد جو کہ اس جائداد کی وارث ہے۔ اسے بھی امجد کی غیر حاضری میں وہی مراعات ہوں گی اور " حصر " کی بحث بیکار ہو گی۔

[1] ترجمہ:- ہمارا اول بھی محمدؐ اور ہمارا آخر بھی محمدؐ اور درمیانے والا بھی محمدؐ اور ہمارے سب محمدؐ (یعنی چودہ معصومینؑ کا نور ایک ہی ہے)

آیۂ ولایت کا اگلی آیت سے اتصال

اور

غلبہ کی خوشخبری

سورۂ مائدہ کی آیہ ولائیت کے بعد والی آیت جس کا نشان ۵۶ ہے یوں ہے:۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

" اور جو ولی مانے گا اللہ کو اور رسولؐ کو اور مومنین کو (جو حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں) سو وہ گروہ بلاشبہ غالب ہے"۔

پس آیہ مبارکہ سے تعلیم حاصل ہوئی کہ غالب آنے کے لئے ضروری ہے کہ ولایت کو تسلیم کیا جائے۔ علیؑ ولی اللہ کو مانا جائے۔ کہ جو حضورؐ اکرم کے فرمان کے مطابق " اسد اللہ الغالب غالب علی کل غالب ہیں۔

اختلافِ معنی اتفاقِ مفہوم

اگر ولایۃ کے جزدی معنی" دوستی " مددگاری " امداد" وغیرہ بھی لے لئے جائیں تو بھی اتفاق مفہوم نکلتا نہیں

ہوتا۔ کیونکہ دوست وہی ہے جو ضرورت کے وقت کام آئے۔ آڑے وقت میں مدد کرے۔ بوقت ضرورت امداد کے لئے پکارا جاسکے۔

اور کسی " مدد" کی احتیاج اسی صورت میں ہوا کرتی ہے جب کسی شے کی کمی، کسی قوت میں ضعف یا قلتِ وسائل مطلوبہ درپیش ہوں۔ اور ایسے امور کمزوری، ناتوانی، جہالت، کمی، لاغری وغیرہ ہی کی وجہ سے معرضِ وجود میں آیا کرتے ہیں۔ اور اعانت اسی صاحب سے طلب کی جاتی ہے جو اپنے سے مطلوبہ عوارض میں قوی و مستحکم ہو۔ یعنی معلوم ہوا کہ طالب "مطلوبہ امر" میں اپنے " مددگار" سے کمزور ہے۔ اور مددگار' غالب ہے۔ کہ اس کی کسی خاص ضرورت میں سرپرستی کر رہا ہے۔ اس امرِ ضعیف کے لئے اس شخص کی نگہداشت و نگہبانی کر رہا ہے۔ یعنی متولی امرِ مطلوبہ ہے۔ یہ خیال امرِ واحد اور طالب تنہا کی تھی۔ اب اگر اس کو اجتماعی شکل میں لائیں تو اس کا انطباق حکومت و عوام کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ کہ حکومت والیٔ امورِ سلطنت ہوتی ہے۔ اسی لئے صاحب مسند کو " والی" کہا جاتا ہے۔

اور جب اسی تمثیل کو پوری کائنات پر پھیلا کر دیکھیں گے تو معاملہ خالق و مخلوق کے درمیان ہوگا کہ مخلوق محتاج ہے اور خالق غنی ہے کہ اس کی کفالت کرتا ہے یعنی ضروریات پوری کرتا ہے' سرپرستی کرتا ہے۔ ہر امداد دیتا ہے۔ اسی درجہ کو اسی " ولایۃ"

کا نام دیا ہے۔ جو دنیوی حکومتوں سے بہت ہی بڑی حکومت کا مالک ہے کہ اس کی سلطنت سے بڑی کسی کی ریاست نہیں ہے اور تمام حکومتوں کا دراصل "والی" ہے۔ وارث ہے۔ بااختیار سربراہ ہے، محبّ پرست ہے، رفیق ہے، شہنشاہ ہے۔ مقتدر ہے پس "ولی" ہے

تو معلوم ہوا کہ اگر ضمنی معنی بھی لے لئے جائیں تو مراد وہی ہوتی ہے جو خود خدا نے بالوضاحت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ اب مجھے یہ کہنے دیجئے کہ اے برادرانِ گرامی قدر جب آپ "ولی" کو دوست و مددگار مانتے ہیں تو پھر "یا علی مدد" کہنے میں کیا حرج ہے۔ خوب جی بھر کے علیؑ علیؑ کیجئے کہ یہ ذکر وظیفہ ہے جیسے عباد کہتے ہیں۔

اور حضرت علی بن عثمان ہجویری المشہور داتا گنج بخش لاہوری اپنی کتاب کشف المحجوب میں فرزدق کا یہ شعر نقل فرماتے ہیں۔

مقدم بعد ذکر الله ذکرهم
فی کل بدءٍ مختوم به الکلم

"یعنی اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے۔ ہر کلام کی ابتدا اور انتہا میں"

اور اسی طرح حافظ ابو نعیم اہلسنت نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاءؔ جلد ۳ میں صفحہ ۱۲۹ پر لکھا ہے۔

من یحب ان الله یعرف اولیتہ

فالدین من بیت ھذا نالہ الامم

یعنی جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے وہ ان کی ولایت کا بھی عارف ہے دینِ حق اس ہی گھر کی بدولت تمام جہان کو نصیب ہوا۔

اور علامہ اہلسنت ابن حجر مکی اپنی شیعوں کے خلاف تحریر کردہ کتاب "صواعق محرقہ" کے صفحہ ۱۹۸ پر یہ شعر نقل کیا ہے۔

ان عُدّ اھل التقیٰ کانوا ائمتھم
او قیل من خیر اھل الارض قیل ھم

کہ اگر اہلِ تقویٰ کی گنتی کی جائے تو ان سب کے امام و پیشوا یہی ہیں اگر کوئی کہے کہ اہلِ زمین پر سب سے بہترین کون ہے؟ تو کہا جائے گا یہی ہیں۔

ولایت علیؑ اور ثوابِ خیر

"حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا کہ جو شخص میرے جیسی زندگانی کرنا چاہتا ہو۔ اور میری موت سے مرنے کی آرزو رکھتا ہو اور جنت میں رہائش رکھنے کا طالب ہو جس کا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کیونکہ خدا نے اس کی شاخیں اپنے ہاتھ سے لگائی ہیں۔ پس چاہئے کہ وہ علی بن ابی طالب سے "تولا" رکھے۔

صفیہ اللہ بھی تو جناب امیرؑ کو کہا گیا ہے

پس بہ تحقیق وہ تمہیں ہرگز ہدایت سے نہیں نکالے گا اور تم کو گمراہی میں نہیں ڈالے گا۔

(اخرجہ الطبرانی فی الکبیر مسند ابن ارقم، والحاکم فی المستدرک و ابو نعیم والدیلمی بحوالہ ارجح المطالب ص۶۸۵)

روایت بالا کی عبارت اس کا تقاضا ہی نہیں کرتی کہ "خیرٌ ثواباً" اور ولایتہ علی ابن ابی طالب کے بارے میں مزید کچھ کہا جائے۔ اگر ثواب خیر کوئی اس سے زیادہ ہو سکتا ہے تو بتا دیا جائے خود حضورؐ نے زبانِ وحی بیان سے حجت تمام فرما دی ہے۔

خیرٌ عقبا اور تولا حیدری

حدیثِ رسولؐ ہے کہ "جب قیامت کو اللہ اگلے پچھلے لوگوں کو جمع کرے گا اور جہنم پر صراط کو نصب کرے گا۔ تو اس پر سے کوئی شخص نہ گذر سکے گا، سوائے ان کے کہ علی ابن ابی طالب کی ولایت کا پروانہ راہداری جن کے پاس ہوگا۔" (مستدرک حاکم)

تصدیق ابوبکر

قیس بن عازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر الصدیق حضرت امیر علیہ السلام سے ملے اور جناب امیر کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ جناب امیرؑ نے پوچھا آپؐ کیوں ہنستے ہیں۔ ابوبکر کہنے لگے میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے

کہ روزِ قیامت علی کے پروانہ راہداری کے سوا کوئی ایک شخص بھی صراط سے نہیں گذر سکے گا۔ (ابن سمان)

لہٰذا یہاں بندۂ عاصی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ شہادت یارِ غار، خلیفۃ المسلمین، خسرِ پیغمبر صدیق اکبر اہلسنت کے بعد کوئی دوسری گواہی پیش کرنے کی جسارت کرے۔

ولایتِ علیؑ کا اعلانِ عام بحکمِ ولی بزبانِ ولی

حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا عام اعلانِ مقام غدیر پر ایک لاکھ سے زائد اجتماع میں بحکمِ ولی اول اللہ سبحانہٗ تعالیٰ بزبانِ ولی دوم سرکارِ ختمی مرتبت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا گیا۔ اور امت سے عہد لیا گیا۔ علاوہ دیگر ان گنت کتب کے کہ جن میں اس جلسہ کا حال مرقوم ہے میں نے یہی بہتر سمجھا ہے کہ غیر مسلک کے خلاف تحریر کردہ کتاب "صواعقِ محرقہ" ہی کا انتخاب کروں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی باسنادِ صحیح اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں:

"جنابِ رسولؐ مقبول نے مقامِ غدیرِ خم پر درختوں کے نیچے خطبہ ارشاد کیا۔ اور فرمایا کہ خدائے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ ہر نبی اپنے پہلے نبی کی نصف عمر پاتا ہے۔ چنانچہ میں گمان کرتا ہوں کہ عنقریب بارگاہِ ایزدی میں میری طلبی ہوگی۔ جسے میں قبول کروں گا۔ (سنو) وہاں مجھ سے بھی سوال کیا جائیگا۔ اور تم لوگوں سے بھی

پس تم کیا کہوگے ؟ سب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں اور دیں گے
آپ نے احکامِ الہیٰ کو کما حقہٗ پہنچایا۔ اور حق کوشش و نصیحت
ادا فرمایا۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آنحضرتؐ نے
سوال کیا کہ کیا تم لوگ اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ سوائے
خدا کے کوئی معبود نہیں محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ جنت اور
نار حق ہے۔ موت اور اس کے بعد جینا حق ہے۔ قیامت کے قائم
ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اور خدا ان سب کو جو قبور میں ہیں
زندہ فرمائے گا؟ سب نے عرض کیا بے شک ہم ان تمام باتوں کا
اقرار کرتے ہیں۔ یہ (جواب) سنکر رسولؐ مقبول نے فرمایا کہ
بار الہا! تو شاہد رہ۔ پھر ارشاد فرمایا ایہا الناس [1]۔ اللہ تعالیٰ
میرا مولا ہے۔ اور میں کل مومنین کا مولا ہوں۔ اور ان کے لئے
ان کے نفوس سے اولیٰ ہوں (یعنی متصرف ہوں) پس جس جس کا
"مولا" ہوں، اس اس کا علی مولا ہے"۔

اس حدیث کو "حدیث غدیر" کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث اس
قدر طرقِ کثیرہ سے روایت ہوئی ہے کہ محدثین نے ان کے جمع کرنے میں
بڑی بڑی ضخیم جلدیں تحریر کی ہیں۔ علامہ اہلسنت حافظ جلال الدین
سیوطی اپنی کتاب "التنبیہ" میں تحریر کرتے ہیں کہ محمد بن جریر بن یزید الطبری

[1] کل نفوس سے خطاب فرمایا۔ مسلمین یا مومنین نہیں کہا۔

نے اس حدیث کو پچھتر طریقوں سے روایت کرکے مستقل کتاب لکھی
ہے جس کا نام کتاب الولایہ ہے۔ اور مشہور امام اہلسنت ذہبی اپنی
کتاب تذکرۃ الحفاظ میں اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس
کی کثرتِ طرق کو دیکھ کر میں بے ہوش ہوگیا۔ اور ابن حجر مکی
صواعق محرقہ میں اعتراف کرتے ہیں کہ ترمذی اور نسائی نے اس
حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے طریقے ہیں۔ چنانچہ
ابن عقدہ نے ایک کتاب میں اس کے طریقوں کو جمع کیا ہے جس کی
سندیں اکثر صحیح و احسن ہیں۔

اصحابِ رسولؐ جو اس حدیث کے راوی ہیں

حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" مندرجہ ذیل
صحابہ کرام سے روایت ہوئی ہے۔ اور یہ بیان کرنے کی ضرورت
نہیں ہے کہ راویانِ حدیث خود بھی "علی" کو ویسا ہی "مولا" جانتے
تھے جیسا کہ "رسولؐ کریم" کو "مولا" مانتے تھے۔ علامہ اہلسنت
حافظ ابن عقدہ نے اپنی کتاب "الموالاۃ" میں یہ فہرست
مرتب کی ہے۔

حضرات۔ ابوبکر الصدیق ۲۔ عمر ابن الخطاب ۳۔ عثمان بن عفان
۴۔ علی بن ابی طالب ۵۔ طلحہ بن عبیداللہ ۶۔ زبیر بن عوام۔
(۷) عبدالرحمٰن بن عوف ۸۔ سعد بن ابی وقاص ۹۔ عباس بن عبدالمطلب

۱۰ - حسن بن علی ۱۱ - حسین بن علی - ۱۲ - عبید اللہ بن عباس -
۱۳ - عبداللہ بن جعفر الطیار ۱۴ - عبداللہ بن مسعود ۱۵ - عمار بن یاسر
۱۶ - ابوذر غفاری ۱۷ - سلمان فارسی ۱۸ - سعد بن زرارہ
۱۹ - خزیمہ بن ثابت ۲۰ - ابوایوب انصاری ۲۱ - سہل بن حنیف
۲۲ - عثمان بن حنیف ۲۳ - حذیفہ یمانی (۲۴) عبداللہ بن عمر ۲۵ - براء بن
عازب - ۲۶ - رفاعہ بن رافع ۲۷ - سمرہ بن جندب - ۲۸ سلمہ بن اکوع سلمی
۲۹ - زید بن ثابت ۳۰ - ابو لیلیٰ انصاری ۳۱ - ابو قدامہ ۳۲ - سہل بن سعد
۳۳ - عدی بن حاتم طائی - ۳۴ ثابت بن یزید (۳۵) کعب انصاری -
۳۶ - ابوالہیثم ۳۷ - ہاشم بن عتبہ ۳۸ - مقداد الکندی - ۳۹ عمر بن ابی سلمہ
۴۰ - عبداللہ بن ابی اُسید - ۴۱ - عمران بن حصین - ۴۲ جریر بن عبداللہ البجلی
۴۳ - زید بن ارقم - ۴۴ - حذیفہ بن اسید - ۴۵ - عمرو بن الحمق الخزاعی
۴۶ - زید بن حارثہ - ۴۷ - مالک بن حویرث - ۴۸ جابر بن سمرۃ
۴۹ - عبداللہ بن ثابت انصاری - ۵۰ - بریدہ بن حطیب - ۵۱ ابوسعید خدری
۵۲ - جابر بن عبداللہ ۵۳ - حبشی بن جنادۃ - ۵۴ ضمیرہ الاسدی
۵۵ - عبید اللہ بن عازب ۵۶ - عمرو بن مرہ - ۵۷ - عبداللہ بن ابی
۵۸ - زید بن شراحیل ۵۹ - عبید اللہ بن بشر - ۶۰ نعمان بن عجلان
۶۱ - عبدالرحمٰن بن نعیم ۶۲ - ابوالحمرا خادم رسولؐ ۶۳ ابو فضالہ -
۶۴ - عطیہ بن بشر ۶۵ - عامر بن ابی لیلیٰ - ۶۶ - ابوالطفیل عامر
۶۷ - عبدالرحمٰن بن عبد رب - ۶۸ - حسان بن ثابت - ۶۹ سعد بن جنادہ

۷۰ - عامر بن عمیرہ ۷۱ - عبداللہ بن یامیل - ۷۲ - حبہ بن جوین ۷۳ عقبہ بن عامر
۷۴ ابوذویب الشاعر ۷۵ - وھب بن عبداللہ الوائلی ۷۶ - ابن عجلان الباہلی
۷۷ - عامر بن لیلی - ۷۸ - ابو شریح ۷۹ - جندب بن سفیان - ۸۰ -
اسامہ بن زید - ۸۱ - وحشی بن حرب - ۸۲ قیس بن ثابت ۸۳ - عبدالرحمٰن
بن مدلج - ۸۴ - حبیب الخزاعی ۸۵ - انس بن مالک ۸۶ - ابوہریرہ
۸۷ جبلہ بن عمرو ۸۸ - ابوبرزہ انصاری ۸۹ - ابو رافع ۹۰ - ابوعمرو انصاری
۹۱ - ابوزینب بن عوف ۹۲ - ابن قرہ ثقفی ۹۳ - سعید بن سعد بن عبادہ
۹۴ - ابوسریحۃ الغفاری ۹۵ - فاطمہ بنت رسولؐ ۹۶ - ام المومنین عائشہ
۹۷ - اُم المومنین اُم سلمہ ۹۸ - ام ہانی بنت ابوطالب ۹۹ - فاطمہ بنت حمزہ
۱۰۰ - اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہم - ان کے علاوہ کئی دیگر اصحاب
کا ذکر کیا ہے لیکن اُن کے نام نہیں لکھے -

علمائے اہلسنت کے نزدیک حدیث غدیر صحیح بلکہ متواتر ہے

جمہور علمائے اہلسنت والجماعۃ نے حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کا ذکر کرکے تصدیق کی ہے کہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کی صحت میں متعصب و منکر کے سوا کسی نے کلام نہیں کیا اور ایسے گمراہوں کا اعتبار نہیں ہے - چنانچہ مندرجہ ذیل علماء

نے اس حدیث کو صحیح و متواتر مانا ہے۔ نام کتاب بھی درج ہے۔

۱۔ مرزا محمد معتمد خان فی النزل الابرار ۲۔ شمس الدین محمد بن محمد الجزری فی الاسنی المطالب ۳۔ حافظ ذہبی فی التذکرۃ الحفاظ۔
۴۔ ملا علی قاری در شرح مشکوٰۃ مرقاۃ۔ ۵۔ حافظ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبدالرحمٰن نیشاپوری در اربعین۔
۶۔ علامہ ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی فی الکتاب المقبلی کتاب ابحاث مسودہ۔ ۷۔ عبدالرؤف المناوی فی الشرح جامع صغیر سیوطی۔ ۸۔ علی بن احمد بن نور الدین العزیزی۔ فی السراج المنیر شرح جامع صغیر سیوطی۔ ۹۔ علامہ جلال الدین سیوطی فی الفوائد المتکاثرہ والازہار متناثرہ۔ ۱۰۔ علامہ علی متقی فی المختصر قطف الازہار۔
۱۱۔ حافظ نور الدین حلبی الشافعی در انسان العیون۔ ۱۲۔ حافظ احمد بن محمد العاصمی در زین الفتے۔ ۱۳۔ حافظ محمود بن محمد بن علی شیخانی القادری فی الصراط السوی ۱۴۔ خاتم المحدثین ابن حجر مکی فی الصواعق المحرقہ۔ ۱۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی در لمعات۔
۱۶۔ مرزا مخدوم بن میر عبدالباقی فی النواقض الروافض۔
۱۷۔ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر یمنی الصنعانی فی الروضۃ الندیہ۔
۱۸۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فی السیف المسلول۔
۱۹۔ مولوی محمد صدر عالم در معارج العلی۔
۲۰۔ قطب عالم اہلسنت مولوی رشید احمد گنگوہی فی الہدایۃ الشیعہ

۲۱۔ علامہ اہلسنت مولوی محمد شفیع اوکاڑوی در سفینہ نوح وغیرہم۔
بوجہ طوالت محولہ کتب کے اقتباسات نقل نہیں کئے گئے۔ تاہم مولوی محمد صدر عالم کی رائے ان ہی کے الفاظ میں ہدیۂ قارئین ہے۔

سُنّی مولوی محمد صدر عالم کی رائے

"آگاہ ہو کہ حدیث مولاہ حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ کے نزدیک متواترات میں سے ہے۔ جیسا کہ حافظ موصوف قطف الازہار میں لکھتے ہیں۔ اس حدیث کے طریقوں کو شمار کر کے دکھاتا ہوں تاکہ اس کا متواتر ہونا واضح ہو جائے۔ پس میں کہتا ہوں کہ امام احمد اور حاکم ابن عباس سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد ان سے اور بریدہ سے اور احمد ابن ماجہ براءؓ بن عازب سے اور طبرانی اور ابن جریر اور ابو نعیم جندب انصاری سے اور ابن قانع حبشی ابن جنادہ سے اور ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اقسام حسن اور غریب میں سے ہے۔ اور نسائی اور طبرانی اور ضیاء مقدسی ابو الطفیل سے اور وہ زید بن ارقم اور وہ حذیفہ بن اسید الغفاری سے اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی ابو ایوب سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم اور ضیاء سعد بن وقاص سے اور شیرازی القاب میں جناب عمر بن خطاب سے طبرانی مالک ابن حویرث سے ابو نعیم فضائل الصحابہ میں یحییٰ بن جعدہ سے اور زید بن ارقم سے اور ابن عقدہ کتاب الموالاۃ میں حبیب بن بدیل بن ورقاء اور قیس

بن ثابت اور زید بن شراحیل انصاری سے اور احمد جناب علی اور دیگر تیرہ صحابیوں سے اور ابن ابی شیبہ جابر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں پس اس کا علی مولا ہے۔"

قطب اہلسنت رشید احمد گنگوہی کا اعتراف

"اور روز غدیر حضرتؐ کا یہ ارشاد کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اہلِ سنّت کے بسر وچشم معتبر و مقبول۔ چنانچہ مبارک دینا حضرت عمرؓ کا حضرت امیرؑ کو اس بشارت پر اہلسنت کی کتب میں موجود ہے۔ مگر بلادت شیعہ کا کیا علاج؟

حضرت علیؑ کے مولا ہونے کا کس کو عذر و انکار ہے؟ مولا کے معنی ناصر اور دوست کے آتے ہیں۔ اور متصرف کے معنی بھی ہیں۔"

(ہدایۃ الشیعہ ص ۶۳)

حضرت مولانا صاحب۔! آپ تو اب ہم میں موجود نہیں ہیں۔ ادائیگی حق کی جزا آپ کو مل رہی ہوگی۔ آپ کا اقرار سر آنکھوں پر۔ بھلا ہمیں کیسی بلادت ہو سکتی ہے؟ کہ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو ہم آپ کے فقرات کو نقل کرنے کی سعادت کیوں حاصل کرتے۔ ہم بھی تو دہرا رہے ہیں کہ سنی بھائیوں نے ولائیت علیؑ سے کبھی انکار نہیں کیا مگر بتائیے۔ ان ناصبیوں اور فلمیں حتی عباسی کے اطاعت گزاروں کا کیا علاج ہے جو آپ کے مذہب کا لبادہ اوڑھ کر انکار

ولائیت کرکے ۹۲ فیصد اکثریت ہم تک آتے ہیں۔ البتہ آپ نے جو ولی بالتصرف کا ثبوت طلب کیا ہے تو اس کے جواب کا انتظار فرمائیے۔

سنی آئمہ حدیث کی طویل فہرست جنھوں نے تخریجِ حدیث غدیر کی ہے

حدیث غدیر کو بخاری، مسلم، واقدی اور ابوداؤد کے سوا ہر طبقہ کے محدثین کی جماعت کثیر نے روایت کیا ہے۔ اُن کی فہرست مع سالِ وفات درج ذیل ہے۔

۱۔ ابن شہاب الزہری استاذ امام مالک سنہ ۱۲۵ھ۔ ۲۔ محمد بن اسحٰق متوفی سنہ ۱۵۲ھ ۳۔ معمر بن راشد متوفی سنہ ۱۵۳ھ۔ ۴۔ ابو یوسف اسرائیل بن یونس سبیعی سنہ ۱۶۲ھ ۵۔ شریک بن عبداللہ قاضی سنہ ۱۷۷ھ ۶۔ محمد بن جعفر بغندر سنہ ۱۹۳ھ ۷۔ وکیع بن جراح رواسی سنہ ۱۹۶ھ ۸۔ عبداللہ ہمدانی سنہ ۱۹۹ھ ۹۔ ابو احمد محمد بن عبداللہ زبیری الحبال سنہ ۲۰۳ھ ۱۰۔ یحییٰ بن آدم اموی سنہ ۲۰۳ھ ۱۱۔ امام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی سنہ ۲۰۴ھ ۱۲۔ اسود بن عامر شامی سنہ ۲۰۸ھ ۱۳۔ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی سنہ ۲۱۰ھ ۱۴۔ حسین بن محمد المروزی سنہ ۲۱۳ھ ۱۵۔ ابو نعیم فضل بن دکین کوفی سنہ ۲۱۹ھ ۱۶۔ عفان بن مسلم صفار سنہ ۲۲۰ھ ۱۷۔ سعید بن منصور خراسانی سنہ ۲۲۷ھ ۱۸۔ ابراہیم بن حجاج سنہ ۲۳۱ھ ۱۹۔ علی بن حکیم الاودی سنہ ۲۳۱ھ

۲۰- علی بن محمد طنافسی سن ۲۳۳ھ ۲۱- ہدیہ بن خالد البطری سن ۲۳۵ھ
۲۲- عبداللہ بن ابی شیبہ عبسی سن ۲۳۵ھ ۲۳- عبید اللہ بن عمر قواریزی سن ۲۳۵ھ
۲۴- اسحاق بن ابراہیم ابن راہویہ سن ۲۳۸ھ ۲۵- عثمان بن محمد بن ابو الحسن
بن ابی شیبہ سن ۲۳۹ھ - ۲۶- قتیبہ بن سعید بلخی سن ۲۴۰ھ
۲۷- امام احمد بن حنبل سن ۲۴۰ھ ۲۸- ابو موسیٰ ہارون بن عبداللہ الحمال سن ۲۴۳ھ
۲۹- محمد بن بشار عبدی سن ۲۵۲ھ ۳۰- ابو موسیٰ بن مثنیٰ سن ۲۵۲ھ
۳۱- حسن بن عرفہ عبدی سن ۲۵۷ھ ۳۲- حجاج بن یوسف شاعر بغدادی سن ۲۵۹ھ
۳۳- اسمٰعیل بن عبداللہ سمویہ سن ۲۶۷ھ ۳۴- حسن بن علی عامری سن ۲۷۰ھ
۳۵- محمد بن یحییٰ ذہلی سن ۲۵۸ھ ۳۶- محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی سن ۲۷۳ھ
۳۷- احمد بن یحییٰ بلاذری سن ۲۷۶ھ ۳۸- عبداللہ بن مسلم دینوری (ابن قتیبہ) سن ۲۷۶ھ
۳۹- محمد بن عیسیٰ ترمذی سن ۲۷۹ھ ۴۰- ابن عاصم احمد بن عمر سن ۲۸۷ھ
۴۱- زکریا بن یحییٰ السجزی الخیاط سن ۲۸۹ھ ۴۲- عبداللہ بن امام احمد بن حنبل سن ۲۹۰ھ
۴۳- احمد بن عمرو البزار سن ۲۹۲ھ ۴۴- محمد بن شعیب نسائی سن ۳۰۳ھ
۴۵- حسن بن سفیان نسوی سن ۳۰۳ھ ۴۶- احمد بن علی ابو یعلیٰ الموصلی سن ۳۰۷ھ
۴۷- محمد بن جریر طبری سن ۳۱۰ھ ۴۸- ابو القاسم عبداللہ بن محمد بغوی سن ۳۱۷ھ
۴۹- ابو عبداللہ الزاہد الحکیم ترمذی سن ۳۲۰ھ ۵۰- احمد بن محمد طحاوی سن ۳۲۱ھ
۵۱- ابو عمر قرطبی سن ۳۲۸ھ ۵۲- حسین بن اسمٰعیل محاملی سن ۳۳۰ھ
۵۳- ابن عقدہ سن ۳۳۲ھ ۵۴- یحییٰ بن عبداللہ عنبری سن ۳۴۴ھ
۵۵- دعلج بن احمد سجزی سن ۳۵۱ھ ۵۶ محمد بن عبداللہ البزار شافعی سن ۳۵۴ھ

۵۷- محمد بن حبان بستی سن ۳۵۴ھ ۵۸ سلیمان بن احمد طبری سن ۳۶۰ھ
۵۹- احمد بن جعفر قطیعی سن ۳۶۸ھ ۶۰- علی بن عمر دار قطنی سن ۳۸۵ھ
۶۱- ابن البیطر سن ۳۸۶ھ ۶۲- حافظ علامہ ذہبی سن ۳۹۳ھ
۶۳- ابو عبداللہ حاکم سن ۴۰۵ھ ۶۴- عبدالملک بن محمد الخرگوشی سن ۴۰۷ھ
۶۵- احمد بن عبدالرحمٰن شیرازی سن ۴۰۷ھ ۶۶- ابن مردویہ اصبہانی سن ۴۱۰ھ
۶۷- احمد بن محمد مسکویہ سن ۴۲۱ھ ۶۸- احمد بن محمد ثعلبی سن ۴۲۷ھ
۶۹- احمد بن عبداللہ ابو نعیم صبہانی سن ۴۳۰ھ ۷۰- اسمٰعیل بن علی زنجویہ سن ۴۴۲ھ
۷۱- الرازی ابن سمان سن ۴۴۵ھ ۷۲- احمد بن حسین بیہقی سن ۴۵۸ھ
۷۳- ابن عبدالبر نمری قرطبی سن ۴۶۳ھ ۷۴- احمد بن علی خطیب بغدادی سن ۴۶۳ھ
۷۵- علی بن احمد واحدی سن ۴۶۸ھ مسعود بن ناصر سجستانی سن ۴۷۷ھ
۷۷- علی بن محمد الجلابی (ابن مغازلی) سن ۴۸۳ھ - ۷۸- ابو قاسم حسکانی -
۷۹- علی بن حسن مالخلعی سن ۴۹۲ھ ۸۰- احمد محمد غزالی سن ۵۰۵ھ
۸۱- حسین بن مسعود بغوی سن ۵۱۶ھ ۸۲ رزین بن معاویہ عبدری سن ۵۳۵ھ
۸۳- احمد بن محمد عاصمی - ۸۴- محمود بن عمر زمخشری سن ۵۳۸ھ
۸۵- محمد بن علی نطنزی ۸۵- عبدالکریم بن محمد مروزی سمعانی سن ۵۶۲ھ
۸۷- موفق بن احمد ابو المؤید اخطب خوارزم سن ۵۶۸ھ ۸۸ علی بن حسن (ابن عساکر) دمشقی سن ۵۷۱ھ
۸۹- محمد بن عمر مدینی صبحانی سن ۵۸۱ھ ۹۰- فضل اللہ توربشتی -
۹۱- اسعد بن ابو الفتح عجلی سن ۶۰۰ھ ۹۲- امام محمد بن عمر فخر الدین رازی سن ۶۰۶ھ
۹۳- ابو السعادات مبارک بن محمد (ابن اثیر) جزری سن ۶۰۶ھ ۹۴ علی بن محمد جزری

۹۵ - ابوالحسن ابنِ اثیر سنہ ۶۳۰ھ ۹۶ - محمد بن عبدالواحد حنبلی سنہ ۶۴۳ھ
۹۷ - محمد بن طلحہ نصیبی سنہ ۶۵۲ھ ۹۸ - یوسف بن محمد (ابن شیخ)
۹۹ - یوسف بن قزعلی سبط ابن جوزی سنہ ۶۵۴ھ ۱۰۰ - محمد بن یوسف گنجی شافعی سنہ ۶۵۸ھ ۱۰۱ عبدالرزاق رسعنی سنہ ۶۶۱ھ
۱۰۲ - یحییٰ بن شرف نووی سنہ ۶۷۶ھ ۱۰۳ احمد بن عبداللہ محب الدین طبری سنہ ۶۹۴ھ
۱۰۴ - ابراہیم بن عبداللہ وصابی شافعی - ۱۰۵ محمد بن احمد فرغانی سنہ ۶۹۹ھ
۱۰۶ - ابراہیم بن محمد حموینی - ۱۰۷ احمد بن محمد سمنانی سنہ ۷۳۶ھ ۱۰۸ - یوسف بن عبدالرحمٰن المزی سنہ ۷۴۲ھ ۱۰۹ - محمد بن احمد ذہبی سنہ ۷۴۸ھ
۱۱۰ - حسن بن حسین نظام الدین نیشاپوری - سنہ ۱۱۱ - ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب بغدادی سنہ ھ ۱۱۲ - ابن وردی عمر بن مظفر سنہ ۷۴۹ھ
۱۱۳ - احمد بن عبدالقادر قیسی نحوی سنہ ۷۴۹ھ ۱۱۴ - محمد بن یوسف زرندی سنہ ۷۵۰
۱۱۵ - محمد بن مسعود کازرونی سنہ ۷۵۸ھ ۱۱۶ - عبداللہ بن اسعد یافعی سنہ ۷۶۸ھ
۱۱۷ - اسمٰعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی سنہ ۷۷۴ھ ۱۱۸ ابو عمر بن الحسن مراغی سنہ ھ
۱۱۹ - علی بن شہاب الدین ہمدانی سنہ ۷۸۶ھ ۱۲۰ - محمد بن عبداللہ مقدسی سنہ ۷۸۹ھ
۱۲۱ - خواجہ پارسا سنہ ۸۲۲ھ ۱۲۲ - محمد بن محمد شمس الدین جزری سنہ ۸۳۳ھ
۱۲۳ - احمد بن علی مقریزی سنہ ۸۴۵ھ ۱۲۴ - شہاب الدین دولت آبادی سنہ ۸۴۹ھ
۱۲۵ - ابنِ حجر عسقلانی سنہ ۸۵۲ھ ۱۲۶ - ابن صباغ مالکی سنہ ۸۵۵ھ
۱۲۷ - محمد بن احمد عینی حنفی سنہ ۸۵۵ ۱۲۸ حسین بن معین الدین یزدی سنہ ۸۷۰ھ
۱۲۹ - اصیل الدین محدث سنہ ۸۸۳ھ ۱۳۰ - فضل اللہ خنجی شیرازی

۱۳۱ - علی بن عبداللہ نورالدین سمہودی شافعی سنہ ۹۱۱ھ ۱۳۲ - علامہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی سنہ ۹۱۱ھ - ۱۳۳ - محدث کمال الدین ۱۳۴ - عبدالوہاب بن محمد بن رفیع الدین احمد سنہ ۹۳۲ھ - ۱۳۵ - احمد بن محمد الیتیمی المکی سنہ ۹۷۳ھ
۱۳۶ - علی بن حسام الدین متقی سنہ ۹۷۵ھ ۱۳۷ - محمد طاہر فتنی سنہ ۹۸۶ھ
۱۳۸ - مرزا مخدوم بن عبدالباقی سنہ ۹۹۵ھ ۱۳۹ - ملا علی قاری سنہ ۱۰۱۴ھ
۱۴۰ - محمد بن عبدالرؤف مناوی سنہ ۱۰۳۱ھ ۱۴۱ - شیخ عبداللہ العیدروس حسینی
۱۴۲ - شیخ عبدالحق محدث دہلوی سنہ ۱۰۵۲ھ ۱۴۳ محبوب عالم محمد بن صفی الدین جعفر
۱۴۴ - شاہ ولی اللہ محدث دہلوی - ۱۴۵ - احمد بن عبدالقادر عجیلی - ۱۴۶ - مولوی رشید الدین خان دہلوی - ۱۴۷ - مولوی محمد مبین لکھنوی
۱۴۸ - محمد صالم بخاری دہلوی ۱۴۹ - مولوی ولی اللہ لکھنوی -
۱۵۰ - مولوی حیدر علی فیض آبادی - ۱۵۱ مولوی عبیداللہ بسمل امرتسری
۱۵۲ - مفتی اعظم شیخ سلیمان قندوزی - وغیرہ وغیرہ

"مولا" کے معنی

مندرجہ بالا بیان میں ہم نے ناقابلِ تحریر شواہد سے یہ ثابت کیا کہ سرورِ کونینؐ نے حضرت امیر علیہ السلام کو "مولا" فرمایا۔ لہٰذا اتباعِ رسولؐ کا تقاضا یہی ہے کہ تمام اُمّتِ محمدیہ بالکل اُسی طرح آنجنابؑ کو بھی مولا تسلیم کرے۔ جس طرح کہ حضرتِ رسولِ کریمؐ کو مانتے ہیں۔ آپؐ نے یہ حکمِ عام جاری فرمانے سے

قبل خود ہی "مولا" کے معنی ارشاد فرمائے۔ چنانچہ احتیاطاً ملاحظہ فرمائیے
کہ مخاطب "الناس" ہیں کہ آپؐ جناب تمام بنی نوعِ انسان کے رسولؐ ہیں۔
اور پھر اللہ تعالیٰ کے مولا ہونے کا ذکر فرمایا۔ اور کل اہلِ ایمان کا مولا ہونا اپنی
ذاتِ گرامی کے لئے ارشاد کیا اور اس کی تشریح فرمائی کہ اُن کے لئے اُن کے
نفوس سے اولیٰ ہوں۔ اور پھر حکم صادر کیا کہ جس طرح میں تمام مومنین کے
نفوس پر اولیٰ ہوں یہ علیؑ بھی ویسے ہی ہے۔ چنانچہ معلوم ہوگیا کہ حضورؐ
جس طرح متصرف ہیں اسی طرح جناب امیرؑ بھی ہیں۔ لیکن بعد از رسولؐ امت
میں کچھ وجوہات کے باعث "مولا" کے معنی میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ مگر
اسے دُور کرلینا کوئی دقیق کام نہیں ہے۔ کہ ہمارے پاس دو رہنما اصول ہیں۔
رجوع کتابِ باری اور تشریحِ رسولؐ۔ لہٰذا آئیے اب قرآن مجید سے اس لفظ
"مولا" کے معنی تلاش کرتے ہیں۔ اور ہر مطلب کو اللہ و رسولؐ اور علیؑ
کی ذوات کے ساتھ استعمال کرکے دیکھتے ہیں کہ کون سے معنی مرادِ رسولؐ
ہیں۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں لفظِ مولا چند معنی میں آیا ہے۔ لہٰذا لغوی و قرآنی
دونوں معنی کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

مولا بمعنی جار یعنی ہمسایہ

عربی زبان میں مولا بمعنی ہمسایہ بھی مستعمل ہوسکتا ہے۔ لیکن اس حدیث میں لفظ مولا کے معنی ہمسایہ کسی نے نہیں کئے۔ کیونکہ اللہ کا ہمسایہ کوئی نہیں رسولؐ کا سایہ نہیں اور نہ ہی آپؐ تمام مومنین کے ہمسائے تھے۔ لہٰذا یہ معنی مُراد نہ ہوئے۔

مولا بمعنی معتِق یعنی آزاد کنندہ

ظاہر ہے کہ اللہ نے یا رسولؐ نے یا علیؑ نے اس وقت جب یہ ارشاد ہوا کسی غلام کو آزاد نہ کیا علمائ نے یہ معنی بھی مُراد نہیں لئے ہیں۔ اور چونکہ اختلاف نہیں ہے لہٰذا بحث بے سود ہے۔

مولا بمعنی معتَق یعنی آزاد کردہ

یہ معنی تو کسی صورت سے بھی نہیں ہوسکتے۔ اللہ کبھی غلام نہ تھا اور نہ ہی حضورؐ اور اسی طرح علیؑ۔ یہ معنی بھی کسی عالم نے مراد نہیں لئے ہیں۔ اس لئے بحث کی ضرورت نہیں۔

مولا بمعنی حلیف یعنی ہم عہد

ہم عہد کے معنی بھی یہاں مراد نہیں ہوسکتے کیوں کہ واقعات میں کسی عہد و پیماں کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی حضورؐ کسی حلیف سے عہد قائم فرمائے تھے کہ یہ مطلب مُراد ہو۔

مولا بمعنی ابن عم یعنی چچیرے بھائی

ابنِ عم کے معنی تو یہاں ہوسکتے ہی نہیں ہیں کہ اللہ کسی کا ابنِ عم نہیں۔ رسولؐ تمام مسلمانوں کے چچازاد بھائی نہ تھے۔ لہٰذا یہ مطلب بھی نہ ہوا۔

مولا بمعنی عصبہ یعنی متعلقین ولواحقین

عصبہ کے معنی بھی مُراد نہیں کہ اللہ کسی کا ناطہ دار نہیں اور حضورؐ کل مومنین کے یا کل مومنین حضورؐ کے عصبہ نہیں تھے۔ انہی معنی میں لفظ "موالی" قرآن مجید

میں سورہ مریم آیت ۵ میں استعمال ہوا ہے "انی خفت الموالی من ورائی" اس لئے یہ معنی بھی مراد نہیں۔

مولا بمعنی وارث

قرآن مجید میں یہ لفظ وارث کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جیسے "ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون" لیکن بدقسمتی سے یہاں یہ معنی بھی نہیں لے سکتے کہ حضرت ابوبکر کی حدیث ہے انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اسی لئے علمائے نے ان معنی کو نہیں لیا ہے۔ تاہم میرے نزدیک اگر یہ معنی لے لئے جائیں تو حرج کوئی نہیں لیکن ہم یہ ابتدا کرتے ہی نہیں۔ آپ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ قولِ حضرت ابوبکر اور آیتِ قرآن پر خوب غور فرمائیں۔ البتہ "کلُ" کے لفظ کو ازراہِ نوازش "کلّ" نہ کیجئے۔ اپنے من پسند معنی لینا ہماری عادت بھی نہیں ہے۔ دین کا معاملہ ہے۔

مولا بمعنی صدیق و رفیق یعنی یار و دوست

قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی دوست و رفیق و صدیق استعمال ہوا ہے۔ جیسے سورہ دخان میں "یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئاً" اکثر علمائُ نے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ مگر یہاں یہ معنی بھی چسپاں نہیں ہوتے کیوں کہ ظاہر ہے کہ جس جس کے حضورؐ دوست تھے حضرت علیؑ بھی اس اس کے دوست تھے اور اگر اس بحث کو الٹا دیا جائے۔ اور یوں کہا جائے کہ شاید حضورؐ نے اس حدیث کے یہ معنی لئے ہیں کہ جو میرا دوست ہے وہ علیؑ کا دوست ہے۔ کیونکہ بعض اشخاص

رسولؐ کے دوست تو تھے مگر جناب امیرؑ سے نقار رکھتے تھے لہذا اے لوگوں کی تنبیہ کے لئے آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا تو سطحی نظر میں یہ بات ٹھیک لگتی ہے۔ لیکن غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس لفظ میں "مولا" کا لفظ مضاف واقع ہوا ہے۔ ذکر مضاف الیہ یعنی یوں ارشاد ہے کہ "جس کا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے" نہ کہ یہ کہ "جو میرا مولا ہے وہ علی کا بھی مولا ہے" پس لفظی اعتبار پر بھی اس حدیث میں مولا کے معنی صدیق و رفیق یا دوست لینا درست قرار نہیں پاتا۔

مولا بمعنی ناصر یعنی مددگار

قرآن مجید میں اس لفظ کو ناصر و مددگار کے معنی میں بھی وحی کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں یہ معنی بھی جامع نہیں ٹھہرتے کیونکہ جناب امیرؑ حضورؐ کے ہر طرح تابع فرماں تھے۔ جس کسی کی نصرت حضورؐ فرماتے تھے اس کی نصرت جناب امیرؑ پر واجب تھی۔ اس کے اسقدر اہتمام سے اعلان کی کوئی فوقیت نہیں تھی۔

مولا بمعنی مالک

اس لفظ کو اللہ نے اپنے کلام میں بمعنی مالک بھی استعمال فرمایا ہے۔ لیکن اس حدیث میں یہ معنی بھی پورے نہیں اُتر پاتے کیوں کہ کسی ملکیت کا ذکر روایات میں بیان نہیں ہوا ہے۔

مولا بمعنی السید المطاع یعنی آقا ولی

صحاح میں ہے "وکل من ولی امر واحد فہو ولیہ یعنی جس کی ہر امر میں ہر کوئی اطاعت کرے۔ یعنی سید المطاع بمعنا کرام

کی کثیر تعداد نے اِن معنوں کو حدیث غدیر کے لئے منتخب کیا ہے۔

مولیٰ بمعنی اولیٰ کثرت سے استعمال ہوا ہے

ثبوت کے لئے روایت منقولہ بالا ملاحظہ فرمائیے

کہ خود حضورؐ نے نفوس پر اولیٰ ہونے کا بیان فرمانے کے بعد ہی

حدیث مذکورہ ارشاد فرمائی۔

علمائے اہلسنّت نے "اولیٰ" مراد لی

علمائے اہلسنّت نے "مولا" کے معنی اولیٰ لئے ہیں مثلاً ابن جبانؒ

نے اپنی تفسیر میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں۔ ثعلبی کشف البیان

میں۔ واحدی تفسیر وسیط میں امام بغوی تفسیر معالم التنزیل میں۔ جوہری

صحاح میں۔ علامہ دزی سبعہ معلقہ کی شرح میں یہی معنی بیان فرمائے ہیں

علاوہ ازیں قرینہ الست "اولیٰ بالمومنین من انفسہم" الست اولیٰ

بکم من انفسکمؐ سے بھی اسی معنی اولیٰ ہی کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے اور

اس سے بڑھ کر حجت کیا ہو سکتی ہے؟

پس تلخیص یہ ہوئی کہ ولایۃ ہی کے معنی میں یہ لفظ استعمال

ہوا ہے۔

رسم دستار بندی

ہم نے بیان کیا ہے کہ خداوند کریم نے ولایت کی حفاظت کا اہتمام

ہر پہلو سے مکمل فرمایا ہے۔ تاکہ اختلاف کی صورت میں صحیح رہنمائی آسانی

سے حاصل ہو سکے۔ چنانچہ ولی و مولا کے معنی سید المطاع و اولیٰ بالتصرف

کے علاوہ بیان کرنے والے حضرات سے گذارش ہے کہ ذرا سمجھائیں کہ اگر

ان معنی کے غیر معنی مقصود تھے تو پھر رسم دستار بندی کی ضرورت کیوں

پیش آئی اور سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے روزِ غدیر

حضرت امیرؑ کو اپنا عمامہ سحاب کیوں باندھا۔؟

چنانچہ خطیب بغدادی، دیلمی، ابوداؤد، ملا متقی، ابن ابی شیبہ،

محب الطبری ابن صباغ مالکی۔ جلال الدین سیوطی، برہان الدین شافعی

اور کئی دیگر علمائے اہلسنت نے اس دستار بندی کا روزِ غدیر منعقد ہونا

بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ برہان الدین لکھتے ہیں :۔

"آنحضرتؐ کا ایک عمامہ سرِ مبارک پر تھا جس کا نام حضرتؐ نے

سحاب رکھا ہوا تھا۔ حضرتؐ نے وہ عمامہ جناب علیؑ کو بندھوایا تھا۔

(بعد میں) جب کبھی جناب امیرؑ اس عمامے کو باندھے ہوئے حضرتؐ

کے حضورؐ میں حاضر ہوتے تو سرورِ کائنات ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو

علیؑ سحاب[1] میں تمہارے پاس آ رہے ہیں۔"

(صاحب کنوز الحقائق نے حضرت امیرؑ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ

نے فرمایا اللہ نے روزِ بدر و حنین ہماری مدد ایسے فرشتوں سے کی تھی

جو عمامہ پوش تھے۔ اور عمامہ مسلمانوں و مشرکوں کے درمیان فرق

---

[1] اہلسنت کی روایات میں ہے کہ اللہ "سحاب" میں اترتا ہے۔ سحاب ایک بادل رحمت کا نام ہے۔

کرنے والا ہے۔)

اب غور فرما کر غیر متعصبانہ فیصلہ فرمایئے کہ محض یار دوست بنانے کے لیے بھی کبھی ایسا اہتمام دستار بندی دُنیا میں کیا جاتا ہے؟ یقیناً آپ حضرات نفی میں جواب دیں گے۔ اور آپ یہ بخوبی جانتے ہیں کہ رسم تاجپوشی کس کو کہتے ہیں۔ بس حضورؐ نے خود جناب امیرؑ کو تاج ولائیت پہنا کر تمام اُمت کا مولا یعنی حاکم اولی بالتصرف مقرر فرمایا۔ جیسے حاکم آپؐ جناب خود اُمت پر تھے کہ اُن کے نفوس پر بھی قابو تھا۔ ایسے اہتمام کے انعقاد کے بعد مولا کے معنی دوست کرنا کبھی بھی درست و جائز نہیں تسلیم کئے جا سکتے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ مولا کے معنی صاحب ولائیت۔ سید مطاع اولیٰ بالتصرف حاکم ہی کے ہیں۔

حضرت عمر اور دیگر اصحاب کی مبارکبادی

کسی عبارت واقتباس کا مطلب اخذ کرتے وقت سیاق و سباق، مخاطب کا تخیل، محل بیان تعمیل ورد عمل، نزاکت موقع وغیرہ وغیرہ ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ صرف لفظی معنی مراد لیکر شرح کر دینا مستند نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کوئی مریض کہتا ہے کہ "دوا انار لا دیجئے" تو بر ملا ذہن یہی سمجھے گا کہ اس نے انار جو کہ ایک پھل کا نام ہے اُس کی خواہش کی ہے۔ لیکن اگر شب برات جب کہ ہر طرف آتش بازی چھوٹ رہی ہو اور آپکا بچہ ضد کرے کہ "دو انار دیجئے" تو یقیناً موقع کی ضرورت کے مطابق آپ اُسے آتشبازی والا انار ہی سمجھیں گے نہ کہ مریض والا۔

پس ایسے قرائن نتائج اخذ کرتے ہوئے اہم سمجھے جاتے ہیں۔

اسی طرح جب ہم موقع غدیر کے واقعات کو ملحوظ رکھتے ہوئے لفظ "مولا" کے معنی کریں گے تو صرف "اولی بالتصرف" ہی تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے مفہوم تطبیق ادا کریں گے۔ چنانچہ اسی موقعہ میں کا ایک ردِ عمل اصحاب کی جناب امیرؑ کو مبارکبادی اور پیغامِ تہنیت دینا بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کی مبارکبادی کا تذکرہ آپ نے رشید گنگوہی صاحب کے اعترافات میں مطالعہ فرمایا۔ اور ملا معین معارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ اس روز اکثر حضرات حتیٰ کہ امہات المومنین نے جناب امیرؑ کو مبارکباد دی۔

اسی طرح حدیث کی مشہور کتاب اہلسنت مشکوٰۃ کے باب مناقب علی میں تحریر ہے کہ روز غدیر خطبۂ رسولؐ کے بعد حضرت عمر بن خطاب نے حضرت علیؑ کو یوں مبارک باد پیش کی۔

"مبارک! مبارک! آپ کو اے فرزندِ ابو طالب! کہ آپ نے ایسی صبح کی اور ایسی شام کی (یعنی آج کا دن آپ کے لئے ایسا آیا) کہ آپ میرے مولا ہو گئے اور تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کے مولا ہو گئے۔"

امام غزالی اور مقام مولا

اہلسنت کے امام غزالی اپنی کتاب سر العالمین مطبوعہ بمبئی مقالہ رابعہ صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ "حضرت عمر کے الفاظ کی رو سے "مولا کا مقام" حضرت علیؑ کو اسی روز حاصل ہوا تھا۔ پہلے حاصل نہیں تھا۔" حالانکہ مومنین و

ف۱ یہ واقع غزالی مرحوم نے کتاب "کشف ما فی الدارین" میں بھی لکھا ہے۔

ومومنات کے دوست تو حضرت امیرؑ پہلے بھی تھے۔ لہٰذا اس حدیث میں "مولا" کے معنی دوست کرنا درست نہیں ہیں" بلکہ جانوں پر صاحبِ اختیار حاکم" ہے یعنی بعد از رسولؐ منصب حاکمیت پر فائز مخلوقات کا امام اور وصی رسولؐ۔

امام غزالی اسی جگہ پر لکھتے ہیں کہ "یہ مبارکبادی یعنی بخٍ بخٍ کہنا تسلیم و رضا و تحکیم" ہے۔ لفظ تحکیم حاکمیت علیؑ کو تسلیم کرنے کا گواہی دے رہا ہے۔

علامہ سبط ابن جوزی کا فیصلہ و اقرار

مشہور علامہ اہلسنت سبط ابن جوزی اپنی کتاب "تذکرۃ خواص الامۃ" کے صفحہ ۲۰ پر لفظ مولا کے معنی دوست کی بجائے یوں تحریر کرتے ہیں۔ ھذا النص صریح فی اثبات امامتہ وقبول طاعتہ" یعنی یہ (حدیث میں لفظ مولا) حضرت علیؑ کی امامت کے اثبات اور آپ کی اطاعت قبول کرنے کے بارے میں نصِ صریح ہے۔

علمائے کرام کی تصریحات کے بعد اب مؤلف حقیر ایک سوال کرتا ہے کہ اگر مولا کے معنی محض "دوست و یار" ہیں اور اس کی مبینہ توضیح کہ کچھ لوگ حضرت امیرؑ سے دوستی نہیں رکھتے تھے لہٰذا حضورؐ نے ان کو دوست بنانے کے لئے ایسا ارشاد فرمایا درست ہے تو تمام اہل اسلام سے گذارش ہے کہ مخالفین میں سے کسی ایک ایسے فرد کا نام ظاہر کریں جس کو حضرت عمر یا کسی اور صحابی رسولؐ نے مبارکباد دی ہو۔ کیونکہ دوستی کا اطلاق

ہر دو طرفین پر مساوی اثر انداز ہوگا اور یہ تقاضائے انصاف کے خلاف ہوگا کہ ایک فرد کو تو مبارک باد پیش کی جائے اور دوسرے کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔ اسلامی مساوات خصوصاً معاشرہ اصحابِ رسولؐ میں جب خود حضورؐ اس میں بظاہر موجود ہوں ایسی صورت حال ناقابلِ اعتبار ہے۔ لیکن چونکہ سوائے حضرت علیؑ کے مبارکبادی کسی دوسرے شخص کو نہیں دی گئی اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ توضیح موضوعہ بے دلیل ہے۔ اور پھر محض دوستی پر تہنیت پیش کرنا دستور و رواج کے بھی خلاف ہے حالانکہ جب رشتہ اخوت کا واقعہ رونما ہوا تو بھی ایسا اہتمام نہ کیا گیا جبکہ" اخوتی رشتہ" دوستی سے بلند تر ہوتا ہے۔ اس لئے علمائے اہلسنت کی جماعت کثیرہ کا یہ فیصلہ جس کی تصدیق علامہ اہلسنت سبط ابن جوزی اور امام غزالی نے کی ہے۔ درست اور قابلِ قبول ہے۔ کہ مولا سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے۔

قصیدہ خوانی

اہتمامِ خداؐ اور رسولؐ ملاحظہ فرمائیے کہ بات صرف عمامہ پوشی اور مبارک باد پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس تقرر کے بعد قصیدہ خوانی بھی ہوئی۔ جیسا کہ علامہ سبط ابن جوزی نے " تذکرہ خواص الامۃ" کے صفحہ ۲۰ پر مشہور صحابیِ رسولؐ حضرت حسان بن ثابت کا ایک قصیدہ نقل کیا جو اسی وقت حضورؐ کی موجودگی میں حاضرین کے سامنے پڑھا گیا۔ اس قصیدہ کے دو اشعار مع ترجمہ نقل کرتا ہوں جو معنی "مولا"

را یار دوست دانی۔

کی تشریح کرتے ہیں۔

فقال لہ قم یا علی فاننی رضیتک من بعدی اماما و ھادیا

یعنی حضورؐ نے علیؑ سے فرمایا :- اے علیؑ کھڑا ہو جا پس تحقیق
میں نے تجھے پسند کیا بعد کے لئے امام اور ہادی"

فخص بھا دون البریۃ کلھا علیاً وسماہ الوزیر المواخیا

"پس (رسولؐ نے) تمام مخلوقات کو چھوڑ کر (اس امام و ہادی کے منصب)
کے لئے علیؑ کو مخصوص کیا اور انہیں کا نام رکھا وزیر برادر"
محض یاری دوستی وغیرہ کیلئے قصیدہ خوانی ہونا اپنی سمجھ میں نہیں آتا
بلکہ ایسے اہتمامات و انعقادات مخصوص ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ
ہم ایک اور ثبوت پیش کرتے ہیں۔

علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ حدیث کی تین اقسام ہیں۔ (۱) قولی۔
(۲) فعلی (۳) تقریر رسولؐ۔ تیسری قسم یعنی تقریر رسولؐ اسے کہتے ہیں کہ
"رسول کی موجودگی میں ان کے سامنے کوئی بات کہی جائے یا کوئی فعل کیا جائے
اور رسولؐ تردید نہ فرمائیں۔" یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ "قول یا فعل
صحیح ہے۔ اور اسے حدیث تسلیم کر لیا جائے۔ جیسا کہ محدث اہلسنت شیخ
عبدالحق دہلوی نے مقدمہ مشکوٰۃ میں اس قسم کی حدیث کا ذکر کیا ہے۔
اب اس اصولِ حدیث کے پیشِ نظر ذرا غور فرمایئے کہ صحابیِ رسولؐ حضرت
حسان بن ثابت نے "مولا" کے معنی اپنے اشعار میں (مجمع اصحاب رسولؐ
میں جبکہ حضورؐ خود تشریف فرما بھی ہیں) امام ہادی اور وزیر بیان

کئے ہیں۔ دوست و یار نہیں کہا ہے۔ لہٰذا حضورؐ کو یا کسی صحابی کو اس پر
کوئی اعتراض نہ ہوا کہ فوراً ٹوک دیتے کہ مراد تو دوستی ہے تم کیا امامت
کی قصیدہ خوانی کر رہے ہو۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت حسان بن ثابت
نے صحیح ترجمانی فرمائی۔ اسی لئے حضورؐ اور صحابہ خاموش رہے
ورنہ کوئی نہ کوئی تو عین موقع پر اعتراض کرتا۔ چلئے حضورؐ کے سامنے
جرأت نہ ہوئی۔ سرگوشی ہی ہو جاتی کہ حسان مبالغہ کر رہے ہیں
لیکن ایسا کوئی واقعہ اس روز پیش نہ آیا جو اعلانیہ ہوتا۔ دلوں کے
راز اللہ جانتا ہے۔ البتہ حاکمیت پر اعتراضات ہوئے جو آگے آئیں گے۔

حضرت جبرئیلؑ کا حضرت عمر سے مکالمہ

روزِ غدیر کہ جبکہ ولایت علیؑ کا اعلانِ عام ہوا۔ دربارِ رسالتؐ
میں نہ صرف اصحابِ رسولؐ ہی حاضر تھے بلکہ فرشتگان بھی اس
جشن کی مسرتوں میں شریک تھے۔ چنانچہ علامہ اہلسنت شہاب الدین
ہمدانی اپنی کتاب "مودۃ القربیٰ" میں ایک روایت حضرت عمرؓ
کی زبانی بیان کرتے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نے علیؑ کو کھڑا کرکے ارشاد فرمایا جس کا
میں مولا ہوں پس اس کا علی مولا ہے۔ اے پروردگار دوست رکھ اسے
جو اسے دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اسے جو اسے دشمن رکھے۔ اور

چھوڑ دے اُسے جو اسے چھوڑ دے۔ نصرت دے اُسے جو اسے نصرت دے۔
اے میرے پروردگار۔! تو میرا ان پر گواہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے
ہیں میرے پہلو میں ایک نوجوان خوبصورت طیب خوشبو والا کھڑا تھا۔
مجھ سے کہنے لگا اے عمرؓ! سرورِ دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک
ایسی گرہ لگائی ہے۔ کہ منافق کے سوا کوئی اُسے نہ کھولے گا۔ پس تو
اس کے کھولنے سے ڈرتا رہ! عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ جبکہ حضورؐ
نے علیؑ کے حق میں ارشاد فرمایا تو میرے پہلو میں ایک نوجوان حسین عمدہ
خوشبو والا موجود تھا۔ اُس نے مجھ سے ایسے کہا۔ حضرت نے فرمایا
اے عمرؓ وہ شخص آدم کی اولاد میں سے نہیں تھا بلکہ وہ جبرائیل علیہ السلام
تھے۔ اور میرے کہنے کی تاکید کرنے کے لئے آئے تھے۔ جو کچھ میں نے
تم سے علی کی نسبت کہا تھا۔"

اب اس روایت کی روشنی میں "مولا" کے معنی اور روشن ہو جاتے
ہیں۔ میرے اہلسنت بھائیوں میں سے کوئی بھی یہ نہیں مان سکتا کہ
حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ اس وقت آپس میں دوست نہ تھے۔ بلکہ علمائے اہلسنت
کے مطابق حضرت عمرؓ کا گرم جوشی سے مُبارک باد پیش کرنا ہی اُن کی
رفاقت کا ثبوت ہے۔ اب ذرا غور فرمایئے۔ کہ اگر مولا کے معنی دوست
تھے تو پھر حضرت جبرائیل کو جناب عمر سے ایسا کلمہ کہنے کی کیا ضرورت
تھی جبکہ وہ تو پہلے ہی گہرے دوست تھے۔ یا تو یہ کہیئے کہ حضرت عمرؓ پہلے

حضرت علیؑ سے دشمنی رکھتے تھے اسی لئے جبرئیل نے تاکید کی۔ جو کہ آپ کبھی تسلیم
نہیں کر سکتے۔ بصورت دیگر "مولا" کے وہی معنی لیجیئے جو مراد و
مقصود رسولؐ تھے۔ یعنی حاکم

حضورؐ کا یہ دُعا فرمانا کہ "اے اللہ دوست رکھ اُسے جو اسے
دوست رکھے۔ یا" دشمن رکھ اُسے جو اسے دشمن رکھے" یا چھوڑ دے
اُسے جو اسے چھوڑ دے" یا نصرت دے اُسے جو اسے نصرت دے"
اور پھر خُدا کو گواہ ٹھہرانا۔

یہ تاکیدات ہیں۔ کہ محکوم و اطاعت گذار کے لئے ضروری ہوتا
ہے کہ وہ دل سے وفادار ہو۔ کسی خوف یا ڈر یا طاقت وغیرہ سے مجبور
ہو کر اطاعت مجبوری یا ریا کاری یا منافقت ہو جاتی ہے۔ اسی
لئے حضورؐ وہ تمام طریقے بروئے کار لائے جن سے مقصد کو تقویت
و توضیح حاصل ہو سکتی تھی۔

حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ کا حل بھی کر دیا کہ "مولا" بن جانے
کے بعد "علی" کو چھوڑ دینا یعنی "علی مولا" سے گریز کرنا یا علیؑ
ولی اللہ سے نفرت کرنا خلافِ حکمِ رسولؐ ہے اور اللہ کو چھوڑ دینے یا
اللہ سے عداوت رکھنے کے برابر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہلسنت بھائی حضرت عمرؓ کی گواہی کے مطابق
حضرت علیؑ کو "مولا" اور ولی اللہ بسر و چشم تسلیم کرتے ہیں اور شیعہ تنبیہ
جبرائیل کے مطابق تحت ذالعلی کی باندھی ہوئی گرہ کی ہر دم ہر گھڑی

علیؑ ولی اللہ کہہ کر حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن نواصب نہ تو حضرت عمر کی شہادت کا اعتبار کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں حضرت جبرائیل کی تنبیہہ کی کچھ پرواہ البتہ یہود و نصاریٰ کے ایجنٹوں کی تعلیم کو اہلسنت کی تعلیم ظاہر کر کے دونوں بھائیوں میں پھوٹ ڈلواتے ہیں۔

انکارِ ولایت اور عذاب بزبانِ قرآن

ایک بہت ہی مزے کی بات یہ ہے کہ جو حضرات "مولا" کے معنی "دوست" گھڑنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان چند لوگوں کا اعتراض نظرانداز کر جاتے ہیں کہ جنہیں "مولا" کا اعزاز علی علیہ السلام کے لئے ناگوار معلوم ہوا۔ شاید یہ ترک "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" کے تحت سرزد ہوتا ہے۔

برادرانِ گرامی قدر! اگر حضورؐ کا مقصد حضرتؑ کو محض یار بیلی بنا دینا ہوتا تو پھر اس بات پر نکتہ چینی یا اعتراض کی کیا گنجائش تھی۔ لیکن قوی شواہد موجود ہیں کہ چند لوگوں کو "علی" کا مولا ہونا پسند نہ آیا۔ اور ان لوگوں نے بلا جھجک اپنی اس ناپسندیدگی کا اظہار برملا کر دیا۔ اور اس کو دل میں نہ چھپایا۔ صاف صاف حضورؐ کے سامنے سچی بات کہہ دی۔ چنانچہ علامہ اہلسنت محمد بن سالم شافعی حنفی حاشیہ سراج المنیر عزیزی شرح جامع صغیر سیوطی میں لکھتے ہیں کہ:۔

"جب آنحضرت نے خطبہ میں "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" ارشاد فرمایا تو بعض اصحاب نے (اعتراضاً) کہا کہ کیا ہم لوگوں کے لئے شہادت (توحید و رسالت کی گواہی) کا اقرار کرنا اور نماز و زکوٰۃ کا پابند ہونا کافی نہیں ہے؟ جو اب ہم پر ابوطالب کے بیٹے کو (علیؑ کو) بلندی و بزرگی دی جاتی ہے۔ آیا یہ امر آپؐ کی جانب سے ہے یا خدا کی جانب سے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ امر خدا ہی کی جانب سے ہے۔"

معترضین کا اعتراض کرنا اور حضورؐ کا قسم کھا کر اس تقرر کا منجانب اللہ ہونا بتانا از خود اس امر کی دلیل ہے کہ اعتراض کرنے والوں نے "مولا" کے معنی حاکم بالتصرف لئے تبھی تو کہا کہ "ابن ابی طالب کو بلندی و بزرگی دی جاتی" اگر "مولا" کا مطلب دوست ہوتا تو پھر اس حسد کی ضرورت کیوں پیش آتی۔ پس ثابت ہوا کہ "مولا" صاحب ولایت حاکم کے معنی میں ہے۔

منہ مانگا عذاب

ہم نے گذشتہ صفحات میں ولایۃ کے بیان میں عرض کیا تھا کہ منکر ولایت پر بوجہ انکار ولایت عذاب الٰہی نازل ہوا۔ اسی کی روشنی میں قرآن مجید کے پارہ ۲۹ رکوع ۱ سورۃ المعارج کی یہ آیات مقدسہ تلاوت فرمائیے۔

"سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۝ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ"

یعنی "ایک مانگنے والے نے عذاب مانگا جو منکروں کے لئے واقع

ہونے والا ہے۔ کوئی شخص اُس کو روکنے والا نہیں"

(ناظرین سے گذارش ہے کہ وہ "ولایت کے قرآنی معنی" کے بیان میں سورۃ الکہف کی محولہ آیات کو دوبارہ دیکھیں کہ منکرِ ولایت کو وہاں کافر کہا گیا ہے۔ آخر میں بیان ہے ایسے کافر کو سزا سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہ چیز دونوں جگہوں پر مشترک و منطبق ہے)

علامہ اہلسنت ثعلبی اپنی تفسیر میں اور علامہ اہل حدیث نواب صدیق حسن بھوپالی اپنی تفسیر فتح البیان جلد ۱۰ مطبوعہ مصر ص۴۹ ان آیات کی تفسیر لکھتے ہیں کہ "حدیث من کنت مولاہ" جب تمام اطراف اور چھوٹے بڑے شہروں میں پہنچ گئی تو حرث بن نعمان فہری خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوا۔ اپنی اونٹنی کو بٹھا کر آیا۔ اور حضورؐ سے کہنے لگا" یا محمدؐ! آپؐ نے ہمیں لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینے کا حکم دیا۔ ہم نے مان لیا۔ پھر آپؐ نے نمازِ پنجگانہ کا حکم دیا۔ ہم نے مان لیا۔ پھر آپؐ نے ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ وہ بھی ہم نے قبول کیا۔ پھر آپؐ نے حج اور اپنے اموال کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا وہ بھی ہم نے قبول کر لیا۔ اس پر بھی آپؐ راضی نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ آپؐ نے اپنے چچا کے بیٹے (علیؑ) کے بازو کو بلند کر کے اُس (علیؑ) کو تمام انسانوں پر فضیلت دی۔ اور آپؐ نے کہدیا کہ "جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ (بھی) مولا ہے" یہ حکم آپؐ کی جانب سے ہے یا اللہ کی جانب سے؟"
حرث کی یہ گفتگو سُن کر رسولؐ اللہ کی آنکھیں غضب سے

سُرخ ہوگئیں۔ اور حضورؐ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے یہ حکم اللہ کی جانب سے میری جانب سے نہیں"۔
حضورؐ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ تو حرث کھڑا ہو گیا۔ اور یہ کہتا ہوا (اپنی اونٹنی کی طرف) چلا کہ جو محمدؐ کہتے ہیں اگر یہ حق ہے تو اے اللہ۔ ہم پر آسمان سے پتھر بھیج یا کوئی اور دردناک عذاب پہنچا۔ راوی کا بیان ہے کہ پس خدا کی قسم حرث اپنی اونٹنی تک نہیں پہنچا تھا کہ اللہ نے اُسے آسمان سے پتھر مارا جو اس کے سر پر لگا اور دُبر سے نکل گیا۔ وہیں مر گیا۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی"۔

نوٹ:۔ اس واقعہ کو اخطب خوارزم شاہی نے بھی نقل کیا ہے لیکن ہم نے اس کا حوالہ نہیں دیا کیونکہ مولوی رشید گنگوہی مرحوم "ھدایت الشیعہ" میں ص۲۳ پر لکھتے ہیں کہ "ایسی ہی روایت پتھر گرنے کی واہی موضوع ہے اور اخطب خوارزم زیدی غالی کتاب ہے۔ اس کی روایت لکھنی بھی (الزام اہلسنت میں) جہالت ہے۔ میرے خیال میں اگر گنگوہی مرحوم نے تفسیر ثعلبی اور فتح البیان کا مطالعہ فرما لیا ہوتا تو وہ شاید اس انداز سے روایت کا انکار نہ کرتے۔ کیونکہ ثعلبی اہلسنت کے معتبر مفسرین میں سے ہیں اور نواب صدیق حسن بھوپالی اہلحدیث کے بلند پایہ علماء میں شمار ہوتے اگر یہ روایت موضوع ہے تو پھر ان علماء نے جو بلاشبہ گنگوہی صاحب سے علم و فضل میں بلند شمار ہوتے ہیں کیوں لکھا اور اگر نقل کیا تو

تو اس پر جرح کیوں نہ کر دی۔ کہ شبہ دُور ہو جاتا' اور چونکہ گنگوہی صاحب
ثعلبی کو بھی معتبر نہیں سمجھتے اس لئے ہم نے اقتباس نقل کرنے کے لئے
نواب صدیق حسن صاحب کی عبارت کو منتخب کیا ہے۔ جن کا انکار کرتے
ہوئے عُذر کی سوچنا پڑے گی۔ لیکن ناظرین کی اطلاع کے لئے عرض
ہے کہ یہ بات شروع سے آرہی ہے کہ مخالفین کو جب ان کے مسلمات
سے قائل کرتے ہیں تو وہ کتاب و مصنف ہی کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہی
وجہ ہے کہ شروع شروع میں لوگوں نے انفرادی طور پر کتب و علماء کا
انکار کیا پھر جُوں جُوں موقف کمزور ہوتے گئے انکار کتب بڑھتا چلا
گیا حتیٰ کہ اسی روش کے تحت اہلِ قرآن حضرات نے سرے سے حدیث
ہی کا انکار کر دیا۔ پھر ایک اور گروہ نو صیب پیدا ہو گیا اس نے اسلام
کے سارے عربی لٹریچر کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ بلکہ متن قرآن کو
بھی نہیں چھوڑا صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر یہ روش
جاری رہی تو کبھی دن لوگ قرآن کا ہی انکار نہ کر دیں۔ ابھی تو خیر ترجمہ
کے قائل تو ہیں۔ پھر کیا نہ رہے بانس نہ بجے بانسری ۔' والا حساب
ہو گا۔ ہماری ضعیف سے ضعیف حدیث کو لیکر یوں اچھالا جاتا ہے کہ
جیسے کسی خواجہ سرا کے صاحبِ اولاد ہونے کی خوشخبری کو مگر اپنے
بارے میں انکار انکار۔ لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اخطب خوارزم
جس کو زیدی غالی کذاب بنا کر خارج کیا گیا ہے۔ اہلسنت کے نزدیک
اس کی توثیق کیا ہے۔ بیان کر دوں۔ جبکہ رشید گنگوہی صاحب نے کوئی ثبوت
پیش نہیں کیا۔

"ابو المؤید الموفق بن احمد ابی سعید اسحٰق المعروف باخطب خوارزم
صاحب کتاب المناقب۔ ولادت ۴۸۴ھ / ۱۰۹۱ء وفات ۵۶۸ھ / ۱۱۷۲ء حنفی المذہب
چنانچہ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب بغیۃ الوعات میں اخطب
خوارزم کے متعلق لکھتے ہیں۔

"وہ علم عربی کے اُستاد کامل فقیہہ، فاضل اجل، ادیب
اور شاعر تھے۔"

ابن النجار اپنی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں:۔

"خطیب خوارزم بہت بڑے فقیہہ فاضل ادیب شاعر تھے اور
زمخشری ان کے شاگردوں میں سے تھے" محمد بن محمود خوارزمی نے "جامع
اسانید ابی حنیفہ" میں ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ الصدر الکبیر
شرف الدین احمد اخطب خطباء الشرق والغرب صدر الائمہ القاب
سے آغاز کر شروع کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اخطب خوارزم امام
ابو حنیفہ کے بڑے مداح تھے اور حضرت امام حنیفہ کی مدح میں کہے
ہوئے اشعار نقل کئے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ مولوی رشید گنگوہی صاحب کا الزام کوئی
وقعت نہیں رکھتا جبکہ علامہ سیوطی جیسے حافظ و مفسر اخطب موصوف
کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ زید شہید کے حامی ابو حنیفہ بھی تھے پھر
گنگوہی صاحب ان کو امام کیوں مانتے ہیں؟

خیر آمدم بر سرِ مطلب کہ تیرہ والی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت
بن نعمان نے بھی مولا کے معنی صاحب ولائیت تسلیم کئے نہ کہ یار دوست

سمجھے۔ اب مزے دار نکتہ یہ ہے کہ معترضین اصحابِ رسولؐ اور حرث فہری
توحید و رسالت کے قائل، نماز پڑھنے والے، روزے رکھنے والے،
زکوٰۃ دینے والے اور پھر صحابی عرب کے رہنے والے عربی زبان سے
واقف "مولا" کے معنی درست نہیں سمجھ رہے۔ بلکہ حاکم اولیٰ سمجھتے
ہیں۔ اور پھر حضورؐ بھی اُن کے فہمیدہ معنی کو رد نہیں فرمارہے بلکہ
تصدیق کررہے ہیں (سبار مع حلفت)

نیز اصحابِ معترضین کا ولایۃ کے مقابلے میں فرائض ایمان توحید
و رسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ بیان کرنا اس امر کی مکمل شہادت ہے
کہ ولایۃ علیؑ امت پر فرض کی گئی ہے۔ جس طرح شہادتِ توحید و رسالتؐ
فرض ہے، نماز، روزہ زکوٰۃ فرائض ہیں۔ اسی طرح علیؑ کو مولا ماننا
فرض ہے۔ اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

جیسا کہ حرث فہری کو کافرین والا عذاب جو اُس نے منہ سے مانگا
مل گیا۔ اور خدا نے ثابت کردیا ہے کہ علیؑ کو مولا اس کے حکم سے رسول اللہؐ
نے بنایا۔ اور اس کے انکار کی صورت میں وہی عذاب ہے جس کے مستحق
کافر ہوا کرتے ہیں۔

اگر اس واقعہ حرث بن نعمان فہری سے انکار کیا جاتا ہے تو منکرین
سے ہماری ادنیٰ عرض ہے کہ وہ اس آیت کے معنی و تفسیر سے آگاہ
کریں کہ وہ کون تھا جس نے عذاب کا سوال کیا اور معذب ہوا نیز
اس کی کیا وجہ تھی؟

محض روایت کا انکار کردینا آسان بات ہے۔ لیکن وجہ تردید بیان
کرکے تردید کو پایۂ ثبوت تک پہنچانا اور بات ہے۔ آخر کون کونسی چیز
کا انکار ہوگا۔ دستار بندی، مبارک بادی، قصیدہ خوانی، جبرئیل کی
تاکید، حسد۔ حضورؐ کی قسم۔ تین مرتبہ دہرائی۔ وغیرہ وغیرہ۔

المختصر پورے واقعہ کی ہر کڑی اپنے معنی خود بتارہی ہے۔
لہٰذا علمائے کرام، اصحابِ رسولؐ، اللہ کے آخری نبیؐ اور خود خدا
نے جو معنی مراد لئے وہ اولیٰ بالتصرف، سید المطاع، صاحبِ امر
کُن فیکون ہی ہیں۔

حدیثِ ولایت کا باربار ارشادِ رسولؐ

فرمایا رسولِ خداؐ نے کہ "علیؑ میرے بعد کل مومنون و مومنات
کے ولی ہیں" اسے حدیثِ ولائیت کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث متعدد
طرق سے ثقہ رواۃ کے ذریعے سے بے شمار کتبِ اہلسنت میں درج
ہے۔ مختلف موقعوں پر حضورؐ کا باربار اپنے بعد تمام اہل ایمان کے لئے حضرت
علیؑ کو بحیثیت "ولی" متعارف فرمانا تاکید ضروری کا بین ثبوت ہے۔
اور یہ قولِ پیغمبرؐ امر ولایت و امامت پر نص جلی ہے۔ کیونکہ حضورؐ اکثر و
بیشتر اس حکم کی تکرار فرماتے رہے۔ اور بالآخر روز غدیر مکمل اہتمامات
کے ساتھ "تاج ولایت" حضرت امیرؑ کے لئے مخصوص فرمادیا۔ حدیث
ولایت اپنے مدعا پر نہایت صریح، صاف و بلا واسطہ طریقہ سے دلالت

کرتی ہے۔ اور حضورؐ کے بعد حضرت علیؑ کا ولی امر بالتصرف ہونے کا حتمی ثبوت ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ بعض لوگوں نے صحت حدیث سے تو انکار نہیں کیا مگر ولی سے " دوست " معنی لئے حالانکہ ہم نے گذشتہ اوراق میں اس غلط تاویل کی تفصیل سے بیخ کنی کر دی تاہم یہاں ایک عجیب نکتہ پیش خدمت ہے۔

تمام مسلمانوں کو خدا اور رسولؐ کی قسم دیکر انصاف کرنے کی اپیل کرتا ہوں کہ از راہ مہربانی اتنا بتا دیں کہ اُن کا عقیدہ حضرت علیؑ کے بارے میں کیا ہے؟ کیا علیؑ اتنے ہی جھگڑالو تھے کہ "آپس میں رحم رکھنے" کے تاکیدی حکم خداؐ کے خلاف ہر مسلمان سے بھر صحابیٔ رسولؐ سے لڑتے پھرتے تھے کہ متعدد مرتبہ ....

لوگوں کو اُن کی دوستی کا یقین دلانے کی ضرورت رسولؐ کو محسوس ہوئی اور خوبی یہ کہ ایک مرتبہ بھی علیؑ سے نہیں فرمایا کہ اے برادر یہ کیا روز روز کی شکایتیں ملتی ہیں۔ اپنی طبیعت میں تھوڑا حلم پیدا کرو۔ اور مسلمانوں سے دوستی رکھا کرو۔ چلئے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علیؑ کے خلاف دیگر اصحاب کو غلط فہمی بحیثیت عام انسان ہو جانا ممکن تھا لہٰذا اجتہاداً فریقِ مخالف سے خطا ہو جاتی تھی اور رسولؐ اس معاملہ میں حضرت امیرؑ کی صفائی بیان کرکے معاملہ رفع فرما دیتے تھے۔ مگر یہ دونوں صورتیں ناقابلِ اعتبار ہوں گے۔ کیونکہ اوّل تو علیؑ اہلِ ایمانؑ

خلافِ قرآن موجودگی رسولؐ میں کوئی تشدّد کر سکتے ہی نہ تھے اور اگر کرتے تو کبھی تو سرزنش ہوتی۔ اور نہ ہی دیگر اصحاب کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ بار بار ایسا اجتہاد کرتے۔ چلئے اکا دکا واقع ہوا۔ خیر ہے کوئی حرج نہیں۔

دوم وجہ فیصل یہ ہے کہ آخر دیگر اصحاب بھی تھے اُن میں تند مزاج گرمجوش و تیز طبع افراد بھی تھے۔ اور اُن کے آپس میں تنازعات بھی وقوع پذیر ہو جاتے اور حضورؐ ان میں باہمی شکررنجی ختم فرما دیتے۔ لیکن علی علیہ السلام کے علاوہ ہمیں اور کوئی دوسرے صاحب نہیں مل پاتے کہ کبھی اُن کی بھی اس انداز میں حوصلہ افزائی کرکے صلح کروائی ہو کہ دیکھو "جس کا میں دوست اُس کا یہ شخص بھی دوست" آخر یہ دوستی کی سند کا استحقاق صرف علیؑ کو کیوں بار بار ملتا رہا۔ دیگر لوگ بھی تو یارانِ باوفا تھے۔ زیادہ نہیں تو چلئے عشرہ مبشرہ ہی میں سے کسی کو کبھی یہ اعزاز بخش دیا ہوتا۔ چار یار ان میں سے باقی تین حضرات میں کوئی ایک اس شرف سے نواز دیے جاتے۔ اور حضرت عمرؓ کی تو گرم طبیعت سے کوئی انکاری نہیں کر سکتا۔ اُن ہی کو یہ نسبت عطا ہو جاتی۔ مگر ایسا کوئی واقع صحیحہ کتب میں موجود نہیں ہے کہ سوائے حضرت امیر علیہ السلام کے کسی دوسرے شخص کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ فلاں میرے بعد تمام امّت کا ولی ہے۔

اور پھر تیسری وجہ قاطع یہ کہ "میرے بعد دوست ہے"

بہت عجیب بات ہو جاتی ہے کہ میرے ہوتے ہوئے دوست نہیں بعد میں دوست ہے
اس کے کیا معنی نکلے۔ پس "من بعدی" کی شرط نے مکمل
طور پر ثابت کیا کہ مراد آنحضرت کی "ولایۃ" تھی نہ کہ دوستی و
رفاقت۔

کتب اہلسنت

چنانچہ اگر ہم حضرات اہلسنت کے بے شمار محدثین کرام، محققین عظام، مفسرین اسلام اور مورخین کی صرف کتابوں کا نام لکھیں۔ جن میں حدیث ولایت نقل کی گئی ہے۔ تو اس کے لئے کافی جگہ درکار ہے پس برائے ثبوت چند کا حوالہ تحریر کر کے بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ مسند امام احمد حنبل جز اول ص ۳۳۱، جز الرابع ص ۴۳۷، ۴۳۸ و جز خامس ص ۳۵۶، ۳۶۱، ۴۲۰ وغیرہ۔

۲۔ خصائص علویہ امام نسائی ص ۲۳ مطبوعہ نیو امپریل پریس لاہور۔

۳۔ مستدرک علی الصحیحین امام حاکم جز ثالث ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۲۸، ۱۳۴، ۱۳۳

۴۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری ابن حجر عسقلانی الجز الثامن ص ۵۵

۵۔ کنز العمال ملا علی متقی الجز السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۰۱، ص ۱۵۴ حدیث ۲۵۰۶ ص ۱۵۳ حدیث ۳۵۵۵ وغیرہ

۶۔ البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الجز السابع ص ۳۳۶، ۳۴۴، ۳۴۵

۷۔ قرۃ العینین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۲۰

۸۔ استیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبدالبر ص ۲۳

۹۔ میزان الاعتدال علامہ امام ذہبی ترجمہ جعفر بن سلیمان جز الاول ص ۱۹۱

۱۰۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ ابن حجر ترجمہ علی ۱۱۔ صواعق محرقہ ابن حجر مکی۔ ۱۲۔ ترمذی وغیرہ وغیرہ۔

اصحاب رسولؐ راویان حدیث

حدیث ولایت کو مندرجہ ذیل اصحاب رسول نے روایت فرمایا ہے۔

۱۔ حضرات علی ابن ابیطالبؑ، امام حسن بن علیؑ، ابوذر غفاری، عبداللہ بن عباس، ابو سعید بن مالک الخدری، براء بن عازب الانصاری، ابو لیلیٰ بن عبداللہ انصاری، عمران بن حصین، بریدہ بن حصیب الاسلمی، عبداللہ ابن عمر، عمرو بن العاص، وہب بن حمزہ۔

شاہ عبدالعزیز محدث کے اعتراضات اور مرزا آغا محمد سلطان دہلوی کے جوابات (ماخوذ از البلاغ المبین) (مفہوم)

آنحضرتؐ نے بار بار متعدد موقعوں پر اور مختلف مقامات پر اس اعلان صریح کا اعادہ فرمایا ہے۔ ولایت علیؑ کا یہ ایک ایسا صاف و صریح اعلان ہے کہ جس میں کسی شک و شبہ کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے۔ لیکن مخالفین کو بھرم رکھنے کے لئے ضروری ہوا کہ کوئی نہ کوئی راہ اعتراض وضع کریں۔

چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کے مطابق اعتراضات کئے ان سب
اعتراضات کو جمع کر کے مولوی نصر اللہ کابلی نے عربی زبان میں ایک کتاب
"صواقع" نامی تحریر کی ۔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی
کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" میں انہی اعتراضات کو بزبانِ فارسی تالیف کیا۔
تحفۂ اثنا عشریہ کے دندان شکن جوابات سے بازار بھرا پڑا ہے ۔ اور
اہلِ علم حضرات سے اس کتاب کی حقیقت مخفی نہیں ہے ۔ چنانچہ شاہ صاحب
اس حدیث پر اعتراض وارد فرماتے ہیں کہ :۔

"حدیثِ سوم ۔ روایت بریدہ مرفوعا قال ان علیا منی وانا من علی
وھو ولی کل مومن بعدی" وایں حدیث باطل زیرا کہ در اسناد
اجلح واقع ست و دار شیعی است در روایت خود و جمہور او را تضعیف
کردہ اند۔ پس بحدیث او را احتجاج نتواں کرد۔ نیز ولی از الفاظ مشترکہ
است کہ وقتے از اوقات حضرت امیر امام مفترض الطاعۃ نہم بود۔
بعد از جناب صلی اللہ علیہ وسلم

گویا تین اعتراضات ہوئے :۔ (۱) حدیثِ ولایت روایت بریدہ ہے۔
اور اس کے اسناد میں اجلح آتا ہے جو متہم بہ تشیع ہے ۔ اہل سنت و
الجماعت اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ لہٰذا اس پر احتجاج کی بنا قائم
نہیں ہو سکتی ۔

(۲) "ولی" الفاظِ مشترکہ میں سے ہے جس کے کئی معنی ہیں صرف
اولی بالتصرف کیوں مراد لی جائے ؟

(۳) بعد میں تعیین مدت نہیں ہے ۔ اہلسنت بھی تسلیم کرتے ہیں کہ
اپنے وقت میں (وقتِ حکومت ظاہری میں) علیؑ مرتضیٰ امام مفترض الطاعت
تھے ۔

اعتراض اوّل

صاحبِ البلاغ المبین ان اعتراضات کے جوابات یوں تحریر فرماتے ہیں جس کے
مطالعہ سے شاہ صاحب کے اعتراضات کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی
ہے ۔ پہلے اعتراض کا جواب دینے سے قبل مرزا صاحب لکھتے ہیں اگر
شاہ صاحب کی یہ بات درست مان لی جائے کہ فضائل علیؑ میں کسی شیعہ
خیال راوی کا قول معتبر نہیں ہے تو پھر کسی سُنّی خیال راوی کی فضائل
اصحاب ثلاثہ میں کسی روایت کے صحیح ہونے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔
پس اگر اس اصول کو مان لیا جائے تو پھر جتنے فضائل حضرات شیخین
کے بیان کئے جاتے ہیں ۔ سب کے سب ضعیف قرار پا جائیں گے پس
یہ اصول قطعی بے بنیاد ہے ۔ (پھر یہ کہ حضرت علیؑ مشترکہ بزرگ
ہیں لہٰذا میرے خیال میں ان کے بارے میں یہ اصول بالکل ہی ناقابل قبول ہے)

آغا صاحب بیان فرماتے ہیں کہ راوی صرف بریدہ الاسلمی نہیں
ہیں بلکہ دیگر اصحاب بھی ہیں ۔ اور مختلف علما نے مختلف اصحاب سے
یہ حدیث روایت کی ہے ۔ اور اس کی پوری تفصیل البلاغ المبین میں
درج کی ہے ۔ اب شاہ صاحب کی دیانتداری کا اچھا تجربہ ہوگیا ۔ آپ
نے فقط یہ کہکر کہ یہ حدیث محض بریدہ سے مرفوعاً نقل ہے لوگوں کو

مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ اور غضب یہ ڈھایا کہ خود ان کے والدِ گرامی قدر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی تصنیفات قرۃ العینین اور ازالۃ الخفا میں اس حدیثِ ولایت کو عمران بن حصین اور عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا ہے اور انتہائی مزے کی یہ بات ہے کہ ان کی اسناد میں اجلح کا نام ہی نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر شاہ صاحب کی ہٹ دھرمی اور کوتاہ نظری کا اور کیا ثبوت ہو کہ شاہ صاحب نے اپنے والدِ محترم ہی کی کتب کا مطالعہ فرمانے کی تکلیف گوارہ نہ کی۔ اور پھر جب دیکھتے ہیں کہ کئی روایتوں کے اسناد میں اجلح موجود نہیں ہے تو اس اعتراض کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ مرزا صاحب مرحوم نے اس کے بعد اجلح الکندی کے بارے میں علمائے اہلسنت کے خیالات رقم کئے اور ثابت کیا ہے کہ وہ کیسا شیعہ تھا اور اس کے عقائد کیا تھے اور ترمذی ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ جیسے لوگوں نے اس سے روایات لی ہیں۔

اعتراض دوم دوسرا اعتراض میں "ولی" کے معنی پر بحث ہے جو تفصیلاً ہم گذشتہ اوراق میں کر چکے ہیں۔ اب میں تو شاہ صاحب ہی کی طرح کہتا ہوں کہ جب "ولی" کے معنی حاکم آپ بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر آپ دوست معنی آخر کیوں لیتے ہیں جبکہ قرآئن و موقع و محل ان معنی کو برداشت نہیں کرتے۔ اور آغا صاحب جواب دیتے ہیں کہ خاص موقعہ بھی تو ملاحظہ کیجئے کہ حضرت علی سردارِ فوج ہیں۔ لشکری ان کی شکایت کرتے ہیں حضورؐ غصہ ہو کر فرماتے ہیں کہ تم ایک وقت اور ایک موقعہ کی سرداری پر کیا اعتراض

کرتے ہو علی تو میرے بعد تم سب پر حاکم و والی ہے۔

اعتراض سوم "من بعدی" صریحاً بعد متصل کا اظہار کر رہا ہے۔ آنحضرتؐ تو فرماتے ہیں کہ علیؑ میرے بعد ولی یعنی حاکم صاحب امر ہو گا۔ لیکن شاہ صاحب کہتے ہیں کہ نہیں پچیس سال سے بھی زیادہ کا عرصہ منقضی ہونے کے بعد حضرت علیؑ حاکم ہوں گے۔ یہ طریقہ عقلِ سلیم قبول نہیں کر سکتی۔

پس ثابت ہوا کہ شاہ صاحب کے اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ خود اُن کے والد نے حدیثِ ولایت کو درست تسلیم کر کے نقل فرمایا۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مرتبہ بہر حال اپنے فرزند شاہ عبد العزیز سے بلند ہے اس لئے باپ کے فیصلے کو بیٹے کا عدم واقفیت کی بنا پر بدل ڈالنا درست قرار نہیں پا سکتا۔

لہٰذا اب تک کی ساری بحث کی تلخیص یہ ہوئی کہ بعد از رسولؐ حضرت علیؑ کو "ولی اللہ" تسلیم نہ کرنا صریحاً مخالفت حکمِ رسولؐ ہے۔ اور حضورؐ کی حکم عدولی خدا کی نافرمانی ہے۔ اور اس حکم کا انکار کر دینا کفر" ہے۔ اس لئے ایمان اتباع کے لئے ولایت علیؑ پر ایمان اشد ضروری ہو گیا۔ اور اہمیت و لابیتہ مع اہتمامات خدا و رسولؐ ہم نے گذشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان کر دئے۔ فرمان خدا و رسولؐ سے حضرت علی علیہ السلام کو "ولی اللہ" ماننے کے اسباب مع فوائد و ضروریات تحریر کر دئے۔ اور یہ بھی تحریر کر دیا کہ تمام اہلسنت حضرات کا عقیدہ متفقہ ہے

کہ حضرت علیؑ بلا شک وشبہ "ولی" ہیں اور ان کی مخالفت صرف وہ نواصب
ہی کرتے ہیں جن کے قدم صحیح راستے سے ڈگمگا گئے ہیں اور اُن کی
منزل اسلام کی بجائے فلپس حتی یا عباسی کے نظریات ہیں۔ مسلمانوں
کے دو بڑے گروہ ہیں سنی و شیعہ۔ دونوں ولایت کے قائل ہیں۔ فرق صرف
اتنا ہے کہ اوّل الذکر دل و نیت سے حضرت علیؑ کو سرچشمہ ولایت مانتے
ہیں۔ لیکن شیعہ دل سے بھی مانتے ہیں۔ اور زبان سے بھی۔
"علی ولی اللہ" کا اقرار کرتے ہیں۔ کبھی کسی سنی المذہب شخص
نے یہ اعتراض نہیں کیا ہے: "علی اللہ کے ولی ہیں" غلط کلمہ ہے۔ یا بدعت
ہے۔

"علیؑ ولی اللہ" کا اقرار اتباعِ رسولؐ ہے

علمائے جماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کسی بات کو بدعت اسی وقت
کہا جا سکتا ہے جبکہ وہ بات قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو۔ لیکن آج
تک اطاعت خدا یا اتباع رسولِ محمدا کو کسی شخص نے بدعت نہیں کہا ہے۔
بلکہ ایسا خیال ضلالت کبیر سمجھا جائے گا۔ تمام اہلسنت والجماعت کے علمائے
کرام کو دعوتِ عام دی جاتی ہے کوئی بھی صاحب۔ یہ فتویٰ صادر کریں
کہ "علی ولی اللہ" کا اقرار کرنا بدعت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ناصبی
کے علاوہ ایسی جرأت کرنے پر کوئی تیار نہ ہوگا کیوں کہ وہ سب جانتے
ہیں کہ اس صورت میں ہمیں تمام اصحابِ رسولؐ ازواج پیغمبرؐ اہلبیتؑ

رسولؐ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے کرام وغیرہم کی تکذیب کرنا پڑے گی۔
کیوں کہ ان سب ہستیوں نے حضرت علیؑ کو "ولی" تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا
ایسے مسلمہ عقیدہ کو بدعت سمجھنا بلاواسطہ ان کی شان میں گستاخی
کے مترادف ہوگا۔ پس اقرار علیؑ ولی اللہ "بدعت نہیں سنت ہے بلکہ
ازروئے قرآن و احادیث فرض و واجب ہے۔

حالانکہ مذہب جمہور اہلِ سنۃ والجماعۃ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز قرآن
و حدیث میں نہیں لیکن اچھی ہے تو اس کے جاری کرنے میں کوئی حرج
نہیں بلکہ ثواب ہے اور اس بدعت کو "بدعت حسنہ" کے نام سے تعبیر
کیا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ۔

"جس نے جاری کیا اسلام میں طریقہ نیک پھر اس کے بعد
اس طریقۂ حسنہ پر عمل کیا گیا تو اس شخص کے واسطے اس قدر اجرو
ثواب لکھا جائے گا جس قدر اس پر عمل کرنے والوں کو اس کے بعد
ہوگا اور اُن لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔"

چنانچہ اسی لئے حضرات اہلسنت نے خطبۂ جمعہ میں حضرت علیؑ
اور دیگر حضرات کے نام بعد از رسولؐ بلا اجازت قرآن و حدیث شامل کئے
تاکہ ان کے اکابرین کا تذکرہ زندہ رہے حالانکہ زمانہ رسولؐ میں ایسا
نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی حضورؐ نے ایسا کوئی حکم اُمت کو جاری فرمایا تھا۔
اسی طرح تراویح، اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کا اضافہ وتر میں
دعائے قنوت، چار مصلے در حرم کعبہ وغیرہ وغیرہ سب بعد میں ہوئے

جبکہ زمانۂ رسولؐ میں ایسا نہ ہوتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ بدعات حسنہ کی فہرست میں تھے لہٰذا لوگوں نے بلاحیل وحجت عمل کیا اور کرتے ہیں۔ درود شریف ہی کی مثال لے لیجئے کہ نماز میں صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھا جاتا ہے لیکن خطبات کے موقعہ پر اصحاب و ازواج وغیرہم کو بھی پڑھایا جاتا ہے۔ لیکن اس کو کوئی بھی اضافہ نہیں سمجھتا ہے۔ اسی طرح کئی اور مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

اگر بالفرضِ محال کلمہ "علی ولی اللہ" نئی چیز ہو (معاذ اللہ) تو بھی مسلم شریف والی روایت کے مطابق بدعت سیئہ قرار نہیں پاسکتا کیوں کہ ہر عبادت طریقہ نیک ہے اور حضورؐ کی حدیث جناب ام المومنین عائشہ سے مروی ہے کہ "علی کا ذکر عبادت ہے" پس اس عبادت کو جاری کرنے والا شخص اور اس پر عمل کرنے والے لوگ حدیثِ صحیح مسلم کے مطابق مستحقینِ ثوابِ عظیم ہیں۔

حکمِ رسولؐ کے مطابق ولایۃ علیؑ کا دور بعداز رسولؐ شروع ہوتا ہے اس لئے توحید و رسالت کے ساتھ ذکرِ ولایت فرمانبرداری رسولؐ ہے نہ کہ بدعت یا مجروح فعل ہے۔ اور آپ کے ذہن میں یہ چیز ضرور ہوگی کہ حضرت علیؑ کی ولایت سے ناخوش لوگوں نے سب سے پہلے شہادت یعنی توحید و رسالت کی گواہی کا احسان جتایا تھا۔ جو اس امر کی قوی دلیل ہے کہ ولایۃ توحید و رسالت کے برابر درجہ پاتی ہے۔ جو ان اشخاص کو ناگوار ہوا کہ بعداز رسولؐ اس تیسری شہادت کا

بھی بوجھ اٹھائیں۔ چنانچہ پوچھ لیا کہ حضورؐ اپنی منشاء سے یہ حکم دے رہے ہیں یا خدا کی مرضی سے تو حضورؐ نے اس امر کو قسمیہ اللہ کے ساتھ منسوب فرمایا۔ شہادت کے بعد جو امور معترض نے پیش کئے فرائض و واجبات میں سے تھے یہ بھی اس امر کی مضبوط دلیل ہے۔ کہ ولایۃ تمام دعویدارانِ ایمان پر فرض وواجب ہے۔ لہٰذا حضور کے وصال کے بعد ولایۃ پر ایمان و اقرار بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح توحید و رسالت پر ہے۔ اسی لئے سنی بھائی ولایت سے نہ تو انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے اقرار کو برا سمجھتے ہیں۔ لیکن نواصب چونکہ سارے اسلامی لٹریچر ہی کو "خرافات" کہتے ہیں اس لئے ان کے ہاں ولیوں، مرشدوں، پیروں، فقیروں، عالموں محدثوں اور مفسروں کا کوئی مقام نہیں ہے۔ البتہ مستشرقینِ ان کے آقا و مولا و بزرگ و ولی ہیں جن کو وہ محسنین اسلام مانتے ہیں۔

تحریف و اضافہ در کلمۂ طیبہ

ملت امامیہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ کلمہ "علی ولی اللہ" شرطِ ایمان ہے شرطِ اسلام نہیں کیونکہ اگر کوئی کافر "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اقرار کرلے تو وہ مسلمان ہے لیکن اتنا کلمہ پڑھنے سے وہ شخص دائرہ اسلام میں تو داخل سمجھا جائے گا لیکن اس کا یہ اقرار ثبوتِ ایمان نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ:۔

" اے رسولؐ جب تمہارے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپؐ یقیناً خدا کے رسولؐ ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ یقیناً اس کے رسولؐ ہیں۔ مگر اللہ ظاہر کئے دیتا ہے یہ منافقین ضرور جھوٹے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے (غلط) ایمان کو سپر بنا رکھا ہے اور اس کی آڑ میں لوگوں کو سبیل اللہ سے روکتے ہیں۔ اور بلاشبہ یہ لوگ جو کام کرتے ہیں بُرے ہیں۔" (المنافقون ص)

پس ضروری ہے مسلمانوں میں داخل ہو کر اپنے آپ کو متہم نفاق سمجھا جانے سے قبل حفظِ ماتقدم واحتیاط لازم کے تحت کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جماعت مومنین اس کلمہ گو کو فوراً سمجھ لے کہ یہ منافق نہیں بلکہ اس کا ایمان کامل ہے۔ کیونکہ بصورت دیگر یہ احتمال قائم رہیگا کہ معاشرہ مومنین کہیں اس پر اشتباہِ نفاق نہ قائم کرلے۔ اور اس کا اسلام کہیں لوگوں کی نگاہوں میں مشکوک نہ ہو۔ عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اصولِ اسلامیہ میں کوئی ایسی اصل ضرور ہو جو اس مسئلے کو حل کرتی ہو۔ چنانچہ شارع اسلام علیہ صلوٰۃ والسلام سے رجوع کرتے ہیں کہ اے احمد مجتبٰیؐ! نجات دہندۂ عالمین اس گتھی کو سلجھا دیجئے کہ ایک شخص جس نے اپنا آبائی مذہب ترک کیا آپ کا کلمہ پڑھا رشتے ناطے، دنیوی معاشرت ترک کر دئے لیکن اس کے باوجود اس کا ایمان مشتبہ ہے۔ اس حوصلہ شکنی کا تدارک فرمائیے۔ تو بارگاہِ رسالتؐ مآب سے یہ جواب ملا کہ۔

* ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ علیؑ سے فرماتے تھے کہ تجھے نہیں محبوب رکھیگا مگر مومن اور نہیں عداوت رکھیگا مگر منافق۔

(نسائی بحوالہ ارجح المطالب ص۶۳۷)

" زر بن جیش سے روایت ہے کہ فرمایا علیؑ نے کہ قسم ہے اس ذات کی جو دانہ کو شگافتہ کرکے درخت پیدا کرتا ہے اور آدمی کو ظاہر کرتا ہے۔ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد کیا ہے کہ مجھے نہیں دوست رکھیگا مگر مومن اور مجھ سے نہیں بغض رکھیگا۔ مگر منافق۔"

(اخرجہ احمد، مسلم، نسائی اور ترمذی نے اسے حسن صحیح مانا ہے)

چنانچہ حضورؐ نے تہمت منافقت سے محفوظ رہنے کا یہ طریقہ بتایا کہ محبت و دوستی رکھی جائے۔ سرکار ولائیت مآب علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے چنانچہ کتب اہلسنت میں موجود ہے زمانۂ رسولؐ اور زمانہ اصحاب میں مومن و منافق کی کسوٹی ولائے امیرالمومنین تھی۔

امام احمد حنبل مناقب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان تحریر کرتے ہیں۔

"ہم منافقوں کی شناخت علی علیہ السلام کے ساتھ اُن کے بغض رکھنے کے سوا نہیں کرسکتے تھے" (معلوم ہوا کہ منافق کی پہچان کرنے کا افضل ترین طریقہ یہی ہے)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ ہم انصار لوگ منافقوں
کو بہ سبب اُن کے بغض کے جناب امیرؑ کے ساتھ شناخت کیا کرتے تھے۔

(اخرجہ ترمذی)

"ہم رسولؐ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
کہ میں نے جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سُنا انہوں
نے جناب امیرؑ کے حق میں کسی شخص کو بُرا کہتے ہوئے سُن پایا تھا۔
وہ اُس شخص سے کہہ رہے تھے کہ میرا گمان ہے تو منافقوں میں سے ہے۔"

(اخرجہ الخوارزمی)

"بحرِ علوم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں
جب منافقوں کی پہچان کرنا ہوتی تو ہم ذکرِ علیؑ کرتے اگر سامع کا چہرہ
بشاش ہوتا تو ہم سمجھ لیتے کہ یہ مومن ہے اور اگر ناگواری کی اثر و ناپسندیدگی
کے آثار نمایاں ہوتے تو فوراً جان جاتے کہ یہ منافق ہے۔"

(احمد و خوارزمی وغیرہ)

پس ہدایت رسولؐ کریم و عمل اصحاب رسولؐ سے ثابت ہوا کہ
"ولائے علیؑ" ہی ایک ایسی معیاری کسوٹی ہے کہ جو مومن و
منافق میں تمیز پیدا کرتی ہے۔ اس لئے شبہۂ نفاق کی نوبت آنے سے
پہلے ہی "علی ولی اللہ" کا اقرار کرلینا ایمانِ کامل کی دلیل جلی ہے۔ اسی لئے
ہم شیعانِ حیدر کرار کلمہ طیبہ میں ذکر ولایۃ علیؑ کرکے۔ شرک، کفر اور
نفاق تینوں سے بیزاری اختیار کرنے کا اعلانِ عام کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارے

دوسرے بھائی ولایۃ کا اعلانِ عام نہیں کرتے لیکن دل سے مانتے ہیں۔
ہوسکتا ہے ان کا نظریہ یہ ہو کہ کیوں کہ نفاق پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے
ایمان ولایۃ بھی پوشیدہ ہی رہے تو کیا حرج ہے۔ بہرحال کوئی
سُنّی بھائی بھی حضرت علیؑ کو "ولی" ماننا معیوب نہیں سمجھتا اور نہ ہی
اس کا اقرار ناپسند کرتا ہے۔

شیعوں کا یہ ایمان ہے کہ توحید و رسالت اور اقرارِ ولایت علیؑ کے
بعد اُن کا ایمان مکمل ہے اور اب کلمہ پڑھ لینے کے بعد کسی کلمہ گو کو ہمارے
نزدیک اس وقت تک حدِ کفر نہیں لگائی جاسکتی جب تک ان تینوں
عقائد کی مخالفت ثابت نہ ہو۔ یعنی شیعوں والا کلمہ ایک کلمہ گو کو اسکا پورا
دینی تحفظ مہیا کرتا ہے۔ لیکن اہلسنت بھائیوں کے مطابق کلمہ پڑھنے
بلکہ دیگر ارکانِ اسلام بجالانے کے باوجود بھی دعویدار اسلام دائرہ
اسلام سے خارج ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ یہی واقعہ احمدیوں و مرزائیوں
سے ہوا ہے۔ کہ ان کا کلمہ، نماز روزہ وغیرہ سب کے سب اہلسنت ہی کے
طرز پر ہیں لیکن چونکہ "منافقت" ہے اور اس کا دفاع "ولایۃ"
سے نہیں ہوا۔ لہٰذا کافر قرار دے گئے۔ پس معلوم ہوا کہ صرف اہلسنت
کی طرز پر کلمہ پڑھ لینا ایمان کی دلیل نہیں ہے بلکہ باوجود اقرارِ کلمہ کے
دائرہ اسلام سے خارج ہونا ممکن ہے۔ جبکہ شیعوں والے کلمہ میں مکمل
تحفظ موجود ہے۔

وہابی مقدمے کا فیصلہ عدالتِ محمدیہ میں
اہلِ حدیث علامہ نواب صدیق حسن کی زبانی

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعدالت عالیہ (ہائی کورٹ) لاہور پیر ابرار محمد صدر تنظیم آئمہ لاہور اور مولوی محمد شفیع جوش مہتمم مرکز اشاعت (سالکان) نے حکومت پاکستان بوساطت سیکریٹری تعلیم اسلام آباد (مسئول الیہ) کے نام رٹ درخواست نمبر ۷۶ - ۵۹ ۱۹۸۰ء داخل کی ہے۔ جس کا نفسِ مضمون یوں ہے۔

رٹ درخواست برائے قرار دے جانے کہ اصل اور حقیقی کلمہ اسلام

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۰ ط

اور مسئول الیہ کا اقدام جس کے ذریعے اس نے ملک کے اندر نہم ودہم جماعت کے طالب علموں کے لئے ایک مختلف کلمہ تجویز اور شائع کیا ہے کوئی قانونی جواز اور قانونی حیثیت نہیں رکھتا۔

مؤدبانہ گذارش ہے۔

۱- یہ کہ پاکستان مسلمانانِ برصغیر کی ان مساعی کے نتیجہ میں معرضِ وجود میں آیا جو انہوں نے ایک اسلامی نظام قائم کرنے اور اسلامی احکام کے مطابق ایک حکومت قائم کرنے کے لئے کیں۔

۲- یہ کہ آئینِ پاکستان کے آرٹیکل ۲ میں اس بات کا اعلان کیا گیا ہے

کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ اور آرٹیکل ۱ میں اسے جمہوریہ پاکستان کا نام دیا گیا ہے۔

۳- یہ کہ پیغمبرِ اسلام کی احادیث کے مطابق اسلام کے پانچ ستون ہیں جنہیں ارکانِ اسلام کہا جاتا ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(عربی) اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں۔ اول شہادت دینا اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ دوم نماز قائم کرنا۔ سوم زکوٰۃ ادا کرنا۔ چہارم حج کرنا۔ پنجم رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح بخاری جلد ۱)

پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور مستند حدیث کے مطابق جو صحیح مسلم کی جلد اول میں زیر عنوان کتاب الایمان درج ہے۔ انہی پانچ چیزوں کو اسلام قرار دیا گیا ہے اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

(عربی) اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو۔ ماہ رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر طاقت ہو۔

۴- یہ کہ مذکورہ بالا حوالہ جات سے بالکل واضح ہے کہ ایک غیر مسلم کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے سب سے اول بات کلمہ کا اعلانیہ اقرار ہے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔

خواہ وہ مذکورہ بالا دیگر چار ستر ا لٹلا پوری کرتا ہوں۔ اس لئے یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ کلمے کو اس کے الفاظ اور معانی کے ساتھ تحفظ دیا جائے۔ اور کلمے کے الفاظ میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافے کی نہ تو اجازت دی جائے اور نہ ہی ایسا کوئی اقدام برداشت کیا جائے۔"

چونکہ یہ رٹ سائلان نے عدالتِ عالیہ میں داخل فرمائی ہے۔ اس لئے زیرِ غور عدالت امر پر کسی قسم کی تبصرہ نگاری قانونی نکتہ نگاہ سے ٹھیک قرار نہیں پاتی۔ دوم یہ کہ مسئول الیہ حکومت پاکستان ہے۔ لہٰذا جواب دعویٰ تیار کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس رٹ کی ملکی قانون میں کیا حیثیت ہے اس کی جانچ پڑتال کرنا متعلقہ ماہرینِ قانون کا کام ہے۔

لیکن چونکہ اس کا تعلق دینی معاملہ سے ہے اس لئے یہ امر مانع نہیں ہے کہ اس میں دینی سطح پر اظہارِ خیال کیا جائے۔ جہاں تک سائلان کی پہلی دو شقوں کا تعلق ہے اس میں کسی مسلمان کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن تیسری شق کا جواب ہم اپنی طرف سے تحریر کرنے سے قبل بالکل اسی نوعیت کا مقدمہ جو بارگاہِ نبوی میں پیش ہوا۔ اس کا حال ایک مشہور علامہ اہلِ حدیث کی زبانی سناتے ہیں۔ واضح رہے۔ کہ اس مقدمہ میں بھی مسئول الیہ حکومت تھی۔ اور سائل اصحابِ رسولؐ، دعویٰ کا نفسِ مضمون بھی یہی تھا۔

نوٹ:۔ اگر احادیث کے مطابق صرف پانچ ہی بنیادیں کافی ہیں تو پھر اساس قرآن کا کیا حشر ہو گا۔

چنانچہ علامہ اہلحدیث نواب صدیق حسن خان بھوپالی قنوجی اپنی تفسیر فتح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۱۰ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں ۔

"حدیث" من کنت مولاہ "جب تمام اطراف اور چھوٹے بڑے شہروں میں پہنچ گئی تو حرث بن نعمان فہری (صحابی رسولؐ) خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا۔ اپنی اونٹنی کو بٹھا کر آیا اور حضورؐ سے کہنے لگا (بارگاہِ رسالتؐ میں رٹ داخل کی) "یا محمدؐ آپ نے ہمیں کلمہ کی شہادت دینے کا حکم دیا۔ ہم نے مان لیا۔ پھر آپؐ نے نمازِ پنجگانہ کا حکم دیا۔ ہم نے مان لیا۔ پھر آپؐ نے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا وہ بھی ہم نے قبول کر لیا۔ پھر آپ نے حج اور اپنے اموال کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا وہ بھی ہم نے قبول کر لیا۔ پھر اس پر بھی آپ راضی نہ ہوئے حتیٰ کہ آپؐ نے اپنے چچا کے بیٹے (علیؑ) کے بازو کو بلند کر کے اس (علیؑ) کو تمام انسانوں پر فضیلت دی۔ اور آپؐ نے کہہ دیا "جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (بھی) مولا ہے" یہ حکم آپ کی جانب سے ہے یا اللہ کی جانب سے؟"

حرث کی یہ گفتگو سن کر رسول اللہؐ کی آنکھیں غضب سے سرخ ہو گئیں۔ اور حضورؐ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ حکم اللہ کی جانب سے ہے میری طرف سے نہیں۔ حضورؐ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔"

جس طرح سائلان رٹ ۷۱-۱۵۹ نے اپنی تیسری شق میں اسلام کے ۵ ستون یعنی ارکان اسلام ظاہر کئے ہیں۔ اسی طرح صحابی حارث فہری

نے بھی وہی پانچ ستون بیان کیئے اور چھٹا ستون "ولایۃ علی"
جس طرح سالکان موسو فرقے نظرانداز کیا ہے اسی طرح فہری نے
اُس کو گراں سمجھ کر رسولؐ اللہ" سے ثبوت طلب کیا ہے۔ اور حضورؐ نے
تین دفعہ قسم کھاکر "ولایۃ علیؑ کی شہادت دی۔ اگر فہری ولایت
علیؑ کو ستون اسلام نہ سمجھتا تو ہرگز حضورؐ سے اس طرح گستاخانہ
گفتگو نہ کرتا اور اگر حضورؐ ولایت کو اصلِ دین نہ سمجھتے تو بالکل تین
دفعہ قسم اُٹھاکر اس کی گواہی نہ دیتے۔

پس عدالتِ جناب رسولؐ کے اس فیصلے کے بعد جو اہلحدیث
علامہ نواب صدیق حسن صاحب نے نقل کیا کسی ملکی عدالت کو یہ اختیار
حاصل نہیں ہے کہ رسولؐ کے فیصلے کو تبدیل کرے۔ اسلامی ریاست
میں اس کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔

"ایمان ولایۃ تکمیل دین ہے"

محمد رسول اللہ کا فیصلہ اللہ کی توثیق

آخری دین کے آخری رسول کی آخری کتاب کا آخری حکم "ولایت" ہے۔ جبتک
اعلانِ ولایت عام نہ ہوا اور تقرری بمطابق رسم و رواج دستارک حشمت نہ
کردی گئی دین کی تکمیل نہ ہو سکی۔ پس جس طرح آخری دین، آخری رسولؐ
آخری کتاب اہمیت رکھتے ہیں اسی طرح آخری حکم ولایت اہم و ضروری

ہے جس سے پانچ ارکانِ اسلام بیان کردیا صرف "اسلام" ثابت کرتا ہے
"ایمان" کامل نہیں۔ پس تکمیل ایمان کے لئے اقرار ولایت لازمی ہے۔
چنانچہ علمائے اہلِ سنۃ والجماعۃ کی جماعتِ کثیر نے تسلیم کیا ہے جب روز
غدیر حضرتِ رسول خدا نے ولایۃ علیؑ ابن طالب کا اعلان فرمادیا
تو بارگاہِ خداوندی سے تکمیلِ دین کی سند نازل ہوئی اور اللہ نے اپنے سچے
رسولؐ کے سچے فیصلے کی توثیق فرمادی۔ اس کے بعد دین میں کوئی
حکم نازل نہ ہوا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ "روز غدیر جب حضورؐ حدیثِ غدیر بیان فرما چکے تو لوگ
ابھی متفرق نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت (الیوم اکملت لکم دینکم و
اتممت علیکم نعمتی الخ یعنی آج کے دن ہم نے تمہارا دین کامل
کردیا اور اپنی نعمت کو پورا کردیا اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند فرمایا)
نازل ہوئی۔ پس حضورؐ نے فرمایا اللہ اکبر علیٰ دین کے کامل ہوجانے
اور نعمت کے پورا ہونے اور میری رسالت اور علیؑ کی ولایت پر خدا کے
راضی ہونے پر" (اخرجہ حافظ ابونعیم، ابوبکر بن مردویہ عن ابوہریرہؓ
علامہ جلال الدین سیوطی فی الدرالمنثور دیلمی وغیرہ وغیرہ)
پس ثابت ہوگیا کہ ولایت علیؑ برحق ہے۔ اور تکمیل ایمان کے لئے
اسی طرح ضروری ہے جس طرح کہ توحید و رسالت۔ لہٰذا علمائے اہلسنت
و اہلحدیث ہی کی زبان سے ہم نے حکمِ خدا و رسولؐ کا اعتراف بدیہ ناظرین
کرکے ثابت کیا کہ "ولایۃ علیؑ اسلام کا ستون ہے اور اس کا انکار

خدا، رسولؐ، اصحاب رسولؐ اور علمائے متقدمین کی تکذیب کرتا ہے۔ اس لئے اسلام کے صرف مبینہ پانچ ارکان ہی کافی سمجھنا قرآن مجید سے ثابت نہیں ہے۔ پس اگر احادیث خلافِ قرآن ہوں تو قابلِ جرح ہو جاتی ہیں۔

اگر کہا جائے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیحین ہیں لہٰذا دوسری کتب اِن سے نیچے درجہ پر ہیں تو اس کا جواب اوّل تو یہ ہے کہ قرآن ان کے اوپر ہے اس لئے کوئی ایسی حدیث جو خلافِ قرآن ہو تسلیم نہیں کی جاسکتی ہے۔ پھر ہم شیعہ مسلمان اِن کتب کو معتبر نہیں سمجھتے کیونکہ اِن ہی کی بدولت آئے دن "رنگیلا رسولؐ" جیسی رسوائے زمانہ کتابیں دشمنان اسلام شائع کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض احادیث صحیح بھی ہیں۔

۱۲ شق میں سب سے پہلا دینی سُقم یہ ہے کہ منقولہ روایات میں قطعاً یہ بات واضح نہیں ہے کہ "ایک غیر مسلم کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے سب سے اوّل بات کلمہ کا اعلانیہ اقرار ہے" گو کہ یہ دُرست ہے کہ کوئی شخص کلمہ کا اقرار کئے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا لیکن جہاں تک روایات منقولہ بالا کا تعلق ہے اُن میں یہ بات قطعی موجود نہیں۔

(۱) اوّلاً یہ کہ رٹ درخواست کے سرنامہ پر جو اصل اور حقیقی کلمۂ اسلام

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ،

جلی لکھا گیا ہے۔ دونوں روایات میں یہ کلمہ موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اوپر نقل کردہ کلمہ اِن دونوں روایات میں بغیر کسی تبدیلی کے بعینہٖ ثابت کر دے تو ہم اس مقدمہ پر قانونی مصارت کا ذمّہ اپنی گرہ سے ادا کریں گے۔ جب EVIDENCE بطابق ثبوت نہیں تو مؤقف کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے؟ پس از خود کلمہ کو بعینہٖ نقل کر کے عدالت سے یہ استدعا کرنا کہ "کلمے کو اس کے الفاظ و معانی کے ساتھ تحفظ دیا جائے اور کلمے کے الفاظ میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافے کی نہ تو اجازت دی جائے اور نہ ہی ایسا کوئی اقدام برداشت کیا جائے" کتنی جاہلانہ بات ہے۔

(۲) دوم یہ کہ دونوں روایات میں اعلانیہ اقرار کا ذکر نہیں ہے بلکہ شہادت دگرہا ہی کا ذکر ہے جس کے لئے کلمۂ شہادت (جسے دوسرا کلمہ کہا جاتا ہے) الگ سے موجود ہے۔ پس منقولہ روایات اس لحاظ سے کلمۂ شہادت کے اثبات میں پیش کی ہوتیں تو بھی بات معقول تھی لیکن پہلے کلمہ کے لئے ان سے لفظی تحفظ کا استدلال درست نہیں ہے۔ واضح ہو کہ اضافہ یا تبدیلی خواہ معمولی ہو یا غیر معمولی بہرحال بقول آپ کے قابلِ اجازت و برداشت نہیں۔ اسی طرح جو روایات کتب شیعہ سے ۱۲ میں نقل ہیں اُن میں بھی کسی جگہ کلمہ کے وہ الفاظ بعینہٖ موجود نہیں ہیں جو زیرِ بحث ہیں۔

پس رٹ کی تیسری، چوتھی اور دسویں شق آپس میں ٹکرا کر مؤقف کو انتہائی کمزور کر دیتی ہیں۔

۵۔ ہمارا کوئی تبصرہ نہیں حکومت جواب دے گی۔

۶۔ ہمیں اس پر اظہارِ خیال کرنا ضروری نہیں ہے۔
۷۔ حکومت جواب دے گی۔
۸۔ یہ کہ "رہنمائے اساتذہ" نامی کتاب کے صفحہ ۳۵ پر کلمہ کا ایک باب ہے۔ جس کے پہلے پیراگراف میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں۔
کلمہ :۔ اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے۔ کلمہ پڑھنے سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ کلمہ میں توحید و رسالت ماننے کا اقرار اور امامت کے عقیدے کا اظہار ہے۔ ان عقیدوں کے مطابق عمل کرنے سے مسلمان مومن بنتا ہے کلمے کے تین حصے ہیں۔ اسی باب میں صفحہ ۳۶ پر کلمہ کا متن مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہے۔
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل۔
۹۔ یہ کہ "رہنمائے اساتذہ" مندرجہ مذکورہ بالا باب سے یہ بالکل واضح ہے کہ وہ شخص جو اس باب میں دیئے (لکھے) گئے کلمہ کا اعلانیہ اقرار و تصدیق نہیں کرتا۔ مسلمان نہیں بن سکتا! اگر دور رسالت سے لیکر قیامت تک کے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد غیر مسلم اور کافر قرار پاتی ہے۔

تبصرہ نمبر ۸ :۔ جبکہ مذہب سنیہ اور شیعہ دونوں کی دینیات جدا ہے۔ ہر کوئی اپنے مسلک کے مطابق پڑھتا ہے تو شیعہ عقائد کے مطابق کتاب مذکورہ میں درج شدہ کلمہ صحیح ہے۔ لہٰذا اس پر کسی بھی شیعہ کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور چونکہ اس بات سے سنیوں کا تعلق ہی نہیں ہے پھر ایک غیر متعلقہ بات میں بلا ضرورت دخل و دلچسپی کا اظہار بے معنی بلکہ فضول ہے۔ ہاں اگر ان کی دینیات سے متعلقہ یہ کچھ ہوتا تو بات اور تھی اور وہ رٹ داخل کرنے میں حق بجانب ہوتے۔

تبصرہ نمبر ۹ :۔ یہ الفاظ" وہ شخص جو اس باب میں دیئے (لکھے) گئے کلمہ کا اعلانیہ اقرار اور تصدیق نہیں کرتا مسلمان نہیں بن سکتا " خود ساختہ ہیں۔
۸ میں یا کتاب مذکورہ میں یہ عبارت ہمیں دکھائی نہیں دی ہے۔ دراصل سائلان نے یہ تحریف معنوی و لفظی کر کے انتہائی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ اور اس عبارت موضوعہ کے پیچھے بہت گھناؤنی و خطرناک سازش ہے کہ مسلمانوں کے دو بھائیوں کے درمیان نفرت پیدا کی جائے۔ ۸ کی عبارت ہم نے پیچھے نقل کی حالانکہ وہاں ایسے الفاظ و مفہوم بالکل موجود نہیں۔ البتہ یہ تحریر ہے۔
"ان عقیدوں کے مطابق عمل کرنے سے مسلمان مومن بنتا ہے"
اور مذہب امامیہ شیعہ میں امامت اور ولایت کا عقیدہ ایمان کا عہد ہے۔ اس پر ہم نے طویل بحث گذشتہ اوراق میں پہلے ہی کر دی ہے۔ پس شق ۸ اور ۹ ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور ۹ میں حکومت پہ کفر گری کا بے بنیاد الزام لگایا گیا ہے۔ حکومت حق بجانب ہوگی اگر استغاثہ بخلاف سائلان دائر کرے۔ اور جب یہ الفاظ ہی وجود نہیں رکھتے بلکہ من گھڑت ہیں پھر دور رسالت سے آج تک مسلمانوں پہ کفر کس طرح

صادر ہو سکتا ہے۔ پس سائلان نے عدالت اور عوام کو دھوکا دینے کی مذموم
و قابلِ تادیب حرکت کی ہے۔

(۱۰) ہو یہ کہ مذکورہ بالا کلمہ کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ اسلام
کے طور پر کبھی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ اس کا کبھی اعلان کیا۔ نہ ہی پیغمبر
کے دورِ حیات میں اسلام میں داخل ہونے والے کسی شخص نے اس
کلمہ کا اقرار کیا۔ یہ کلمہ ہرگز وہ نہیں ہے جسے حضرت خدیجہ الکبریٰ،
حضرت ابو بکر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ نے جو نبوت کے
ابتدائی دنوں میں پیغمبر کے دستِ مبارک پر (اسلام میں داخل ہونے والوں)
میں اولین افراد تھے کبھی پڑھا۔ اس کلمہ کا شیعہ مکتبِ فکر کی مستند
کتابوں میں کسی ایک میں بھی ذکر نہیں ملتا۔ درحقیقت کلمے کے الفاظ
و حروف (متن) کے بارے میں آغازِ اسلام سے گذشتہ چند سالوں
تک مختلف مکاتیبِ فکر کے مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں
رہا۔ کچھ عرصہ پیشتر اسلام کے مخالفین نے ایک سازش کے تحت کلمے
میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

"علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل"

مذکورہ بالا اضافی الفاظ بجائے خود اس حقیقت کا ثبوت پیش
کرنے کے لئے کافی ہیں۔ کہ وہ اصل اور حقیقی کلمہ کا حصہ نہیں ہو سکتے"
اور یہ کہ ان کا کسی مقصد کے تحت بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اس بحث
کے حق میں اہل تشیع علماء کی تصنیف کردہ کتابوں کے جن پر شیعہ

مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو کامل اعتماد ہے کہ مندرجہ ذیل
اقتباسات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ (چار روایات ہیں۔ ان کا جواب
۱۲ میں دیدیا ہے)

تبصرہ:۔ ایک طرفہ خیال سے لکھی گئی یہ عبارت سائلان کی کم علمی
کی بین دلیل ہے۔ حالانکہ ولایت علی کے شواہد
تفصیلاً ہم نے کتب اہلسنت سے نقل کئے ہیں۔ حضرت علیؑ کی ولایت
بعد از رسول شروع ہوتی ہے۔ پس حضورؐ کے بعد اس پر ایمان
لانا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے گذشتہ اوراق میں اجمالاً ثابت کیا۔ کلمہ
کے ساتھ ولایت علیؑ کی تعلیم حضورؐ نے خود دی۔ ثبوت کے لئے
ملاحظہ ہوں کتب اہلسنت والجماعت۔

۱۔ منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۳۵
۲۔ فردوس الاخبار دیلمی۔
۳۔ ارجح المطالب مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری ص ۲۳
۴۔ سفینہ نوح مولوی محمد شفیع اوکاڑوی ص ۶

علامہ و خطیب جماعت اہلسنت سابق ممبر قومی اسمبلی پاکستان
مولوی محمد شفیع اوکاڑوی لکھتے ہیں:۔

"کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی شب
جنت کے دروازے پر سونے سے لکھا ہوا دیکھا کہ اللہ کے سوا کوئی
معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب اور علی اللہ کے

دوست اور فاطمہ اللہ کی خادمہ اور حسنین اللہ کے برگزیدہ ہیں اور ان کے دشمنوں پر خدا کی لعنت ہو۔"

(سفینۂ نوح ص۱۲)

اب سائلین کو چاہیئے کہ ملا متقی، دیلمی، مولوی سہیل، مولوی شفیع اوکاڑوی اور عبیداللہ حیان کے خلاف رٹ دائر کر دیں کہ انہوں نے یہ کلمہ کتابوں میں کیوں لکھا اور اللہ نے جنت کے دروازے پر یہ کلمہ لکھ کر سائلین والے کلمے میں اضافہ کیوں کر دیا۔؟ اور رسولِ خداؐ نے یہ کلمہ کیوں پڑھا؟

باقی رہ گئی یہ بات کہ حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ حضرت ابوبکر زید وغیرہم جب اسلام لائے تو انہوں نے علیؑ ولی اللہ کا کلمہ کیوں نہ پڑھا تو جواب یہ کہ جب رسولؐ نے پڑھ کر سنا دیا۔ اللہ نے جنت کے دروازہ پر لکھ کر دکھا دیا تو پھر اعتراض کیسا؟ میرے خیال میں جب حضورؐ نے یہ کلمہ پڑھ کر سنایا ہوگا تو کسی نے بھی اعتراض نہ کیا ہوگا۔

اس مقام پر سائلان نے ایک عدم واقفیت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ بعد از رسولؐ حکم کی اتباع کا ثبوت زمانۂ حضورؐ میں طلب کیا ہے۔ جبکہ دین مکمل ہو رہا تھا۔ مثلاً بی بی خدیجہؓ کا جب انتقال ہوا تو اس وقت نمازِ جنازہ نہ ہوتی تھی۔ اب چونکہ اُم المومنین کی نمازِ جنازہ نہ ہوئی اس لئے بعد میں حکم آنے کے باوجود ہم انکار کر دیں کہ پہلے مسلمانوں میں یہ نمازنہ تھی۔ اسی طرح شروع میں شراب حلال تھی۔ نماز بطرف بیت المقدس پڑھی جاتی تھی۔ لہٰذا اس قسم کی بنیاد پر رجوعِ عدالت کرنا محض سستی

ف۔ یہ الفاظ علیؑ ولی اللہ کا ترجمہ کیا ہے جو عربی عبارت میں موجود ہیں۔

شہرت حاصل کرنے کا بھونڈا طریقہ ہے اور لوگوں میں نفرت پھیلانے کی ناپاک سازش۔

چونکہ بات شیعہ مسلک کی جاری ہے اور ہمارے لئے کتب سنیہ سے شواہد پیش کرنا ضروری نہیں تاہم تمام باتیں ہم اہلسنت ہی کی کتب سے نقل کرتے آرہے ہیں اور شیعہ کتابوں کی ابھی باری نہیں آئی ہے۔ اس حقیقت کی قلعی تو از خود کھل جاتی ہے کہ جب سے شیعہ فرقہ وجود میں آیا ولایت علیؑ کا اقرار کرتا آیا کہ ملا متقی اور دیلمی جیسے متقدمین نے اپنی کتب میں اس کلمہ کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ دیلمی نے سنہ ۵۰۹ھ میں وفات پائی اور ملا متقی نے سنہ ۹۷۵ھ میں۔ مولوی عبیداللہ سہیل کا سنِ وفات معلوم نہیں اور ماشاء اللہ مولوی شفیع اوکاڑوی نسنہ ہی موجود ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ سائلان کا یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے کہ "درحقیقت کلمے کے الفاظ و حروف (متن) کے بارے میں آغازِ اسلام سے گذشتہ چند سالوں سے مختلف مکاتیب فکر کے مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں رہا کچھ عرصہ پیشتر اسلام کے مخالفین نے ایک سازش کے تحت کلمے میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

یہ بات کچھ اہلسنت بھائیوں کے لئے تو معتبر ہو سکتی ہے لیکن شیعوں نے حکمِ رسولؐ کی اتباع کے مطابق حضورؐ کے بعد اقرارِ ولایت شروع کر دیا تھا۔ اور وہی کلمہ پڑھا جو خود حضورؐ نے پڑھا اور خدا نے درِ جنت پر لکھا

اثبات از کتب شیعہ | جو شخص کہ اپنے مذہب ہی کی کتابوں سے واقف

نہیں ہے تو یہ کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کلمہ طیبہ کے ساتھ ذکرِ ولایت کتب شیعہ میں موجود نہیں۔

چنانچہ ثبوت کے لئے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کلمہ طیبہ مومن کا:۔

"لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علیٌّ ولی اللّٰہ

وخلیفۃ رسول اللّٰہ" کہنا ہے۔

(تفسیر برہان جلد ۳ ص ۲۰۸)

نیز یہی مضمون ملاحظہ کریں۔ (۲) تفسیر آصفی الجزء الثانی والعشرون ص ۱۸۱

(۳) مجمع البحرین جلد ۶ ص ۱۵۱

(۴) حاشیہ مولانا مقبول احمد ترجمہ قرآن ص ۴۲۲

(۵) تفسیر میزان جلد ۱۴ ص ۱۹۵

(۶) اصول کافی جلد ۱ ص ۱۴۱

(۷) تفسیر قمی ص ۲۰ وغیرہ وغیرہ

پس ثابت ہوا کہ کلمہ طیبہ میں ذکر ولایت علیؑ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ شیعانِ اہلبیتؑ ابتدا ہی سے اپنے اس عقیدے پر قائم چلے آرہے ہیں اور ایمان کامل کے لئے ولایت کو ضروری و لازمی سمجھتے ہیں۔ شیعہ سنی ہردو مکاتیب فکر سے اثبات مہیا ہو جانے کے بعد دائر کردہ رٹ کی شق ۹ اور ۱۰ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

تبصرہ (۱۱) ہردو فرقوں کی مستند کتب سے کلمہ کے ساتھ ولایت کا ذکر ثابت

کردینے کے بعد یہ پیرا از خود کالعدم قرار پا جاتا ہے۔ بلکہ سائلان کے خلاف غلط بیانی کرنے پر تعزیر کا تقاضا کرتا ہے۔

۱۲۔ آئین کی دفعہ ۳۱ کے تحت مدعا علیہ پر یہ لازم ہے کہ وہ ایسے اقدام کرے جو مسلمانانِ پاکستان کے لئے اسلام کے بنیادی عقائد اور اصولوں کے مطابق اپنی زندگی مرتب کرنے میں مدد ہوں۔ اور ایسی سہولتیں فراہم کرے جن کے ذریعے وہ قرآنِ مجید اور سنت کی منشائے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھیں۔ مدعا علیہ کا یہ فعل آئین کی مذکورہ بالا دفعات کے منافی ہے۔

تبصرہ ۔ عقیدہ ولایت و امامت مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ علمائے اہلسنت کی اکثریت اور تمام اہل تشیع حضرت علی علیہ السلام کو "ولی اللّٰہ" تسلیم کرتے ہیں۔ پس دفعہ مذکورہ کے مطابق اقرارِ ولایت کو تحریر کرکے مسئول الیہ نے اپنی ذمہ داری پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور دفعہ مذکورہ کی کسی جہت سے خلاف ورزی نہیں کی۔ سائلان کا الزام صرف شرارت و تعصب کا نتیجہ ہے۔

۱۳ یہ کہ مدعا علیہ اس کلمے کے سوا کہ جس کی تعلیم پیغمبر صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے دی ہو کسی اور کلمہ کے جاری کرنے کا قانونی طور پر مجاز نہیں ہے۔

تبصرہ :۔ مسلمانوں کے دونوں بڑے گروہوں کی کتب سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ کلمہ کے ساتھ ولایت علی کا ذکر پیغمبرؐ کا تعلیم فرمودہ ہے۔

لہٰذا اس کی مخالفت کرنا۔ رسولؐ کے حکم و تعلیم کی نافرمانی ہے۔ اور دین
میں حضورؐ کے فیصلے کے بعد کسی کو کوئی حق نہیں کہ اس فیصلے کو محض اپنی
ضد و ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے قابلِ جرح سمجھے یا اس میں کسی
تبدیلی کا مجاز ہو۔

مدعا علیہ نے ڈھائی کروڑ پاکستانی مسلمانوں کی شہادت کے ساتھ
صحیح کر لکھا ہے۔ جیسے نہ صرف شیعہ مسلمانوں کی بلکہ حضراتِ اہلِ سنت
کے جید علماء کی تائید حاصل ہے اور سُنی بھائی اس کلمہ کو درجنت کا
کلمہ تسلیم کرتے ہیں۔ محض مٹھی بھر ناصبیوں کو بغض علیؑ کا پرچار کرنے کی
اجازت دینا البتہ تعلیم رسولؐ کے خلاف ہوگا۔ اور اس حرکت کی حوصلہ
افزائی کرنے کا کوئی شخص بھی قانونی طور پر مجاز نہیں ہے۔

مطالبہ یہ کہ مدعا علیہ کا فرض ہے کہ نہم دہم کے طلبہ کے لئے اسی
کلمہ کی تعلیم دے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کے مسلمانوں
کو پڑھایا ہے۔

تبصرہ :۔ مدعا علیہ نے اسی کلمہ کی تعلیم لکھی ہے جیسے رسولؐ نے
تعلیم دیا ہے۔ حالانکہ اس کے برخلاف سائلان یہ دعویٰ ہی
دائر نہیں کر سکتے کیوں کہ ان کے ہاں چھ کلمے رائج ہیں مسئول الیہ
کے خلاف رٹ داخل کرنے سے پہلے انہیں اپنے چھ کلمے ختم کر کے صرف
ایک کلمہ کا اعلان کرنا چاہیئے۔

۱۵ تبصرہ :۔ سائلان کے خلاف غیر قانونی، خلاف اسلام اور

بے بنیاد وجوہات کی بنا پر رٹ داخل کر کے نقص امن پیدا کرنے، ملک
میں دو گروہوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے، دین کی آڑ لیکر
اپنے مذموم سیاسی مقاصد حاصل کرنے، ڈھائی کروڑ عوام کے شہری
و مذہبی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے۔ خلاف تعلیم رسولؐ مطالبہ پیش کرنے، اور
حکومت کے خلاف جھوٹا دعویٰ کرنے کی دفعات کے تحت مقدمہ قائم
کیا جائے اور بعد از ثبوت ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ ایسے مذموم
عزائم آئندہ جنم نہ لے سکیں۔

کلمہ کو اصل و حقیقی کہہ کر جاری کرنے کا اختیار صرف شارعؑ
کو حاصل ہے۔ سائلان کا عدالت سے ایسا مطالبہ جو بارگاہ رسالتؐ سے
ہونا چاہیئے۔ ان کے ایمان پر روشنی ڈالتا ہے کہ دینی احکام بھی دنیوی
عدالت میں پیش کر سکتے ہیں اور اپنے خیالات کے مطابق فیصلہ لے کر
عام مسلمانوں پر مسلط کر سکتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کو نہ ہی کسی دنیوی قانونی جواز کی ضرورت ہے اور نہ ہی
کوئی عدالت ایسی جرأت کر سکتی ہے کہ کسی کلمہ کو اپنی مرضی سے قانونی
تحفظ دے یا چھین لے کیوں کہ یہ ذمہ داریاں عام منصفین کی نہیں بلکہ رسولوں کی
ہیں۔ اور ایسے اشخاص جو حُرمتِ کلمہ ہی سے واقف نہیں ہیں وہ باقی دین
کیا سمجھتے ہوں گے۔

سائلان کی دین سے عدم واقفیت کا ایک اٹل ثبوت ان کی یہ عبارت
ہے کہ :۔

"نیز یہ بھی استدعا ہے کہ مسئول الیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کلمہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

کے علاوہ کسی دیگر کلمہ کا اجرا کرنے، تسلیم کرنے یا شائع کرنے یا طلباء کے کورس میں شامل کر لے سے منع کر دیا جائے۔"

اگر عدالت عالیہ اُن کی یہ استدعا بالفرض محال منظور کر لیتی ہے تو پھر باقی پانچ کلمے رخصت ہو جائیں گے۔ ذرا اس بارے میں سائلان کو کم از کم اپنے علمائے سے مشورہ کر لینا چاہیے تھا۔ اور پھر اس کمزور بنیادوں پر داخل کردہ رٹ کا خرچہ طلب کیا ہے۔ چلیئے صاحب خرچہ کا بندوبست کر دیں گے بس آپ اپنے علمائے کرام سے یہ فتویٰ حاصل کر لیجیے کہ سوائے متذکرہ بالا کلمہ کے باقی پانچ کلمے بالکل بند و غلط فتویٰ بمہر مداتہ کر دیجیے اور پھر بھیج دیں۔ اگر یہ نہ کر سکیں تو کم سے کم اتنا وعدہ دل سے کریں کہ اتحادِ اسلامیہ میں پھوٹ نہیں ڈالیں گے۔

کلمۂ طیبہ اور قرآنِ مجید

اسلام کے تمام عقائد و قوانین کی بنیاد قرآن مجید ہے۔ جس کے ایک جملہ کا انکار بھی دائرہ اسلام سے نکال دیتا ہے۔ شہادت کے الفاظ کا رد و بدل، نماز کی کیفیات میں تبدیلی، حج کے طریقوں میں فرق۔ روزہ کے اوقات میں اختلاف۔ زکوٰۃ کے مصارف و مسائل میں بحث و تکرار شرعِ مروجہ میں حد کفر کے متحمل نہیں ہیں۔ لیکن قرآنِ مجید کی

کسی آیت کی تبدیلی بھی کفر کے مترادف ہے۔ لہٰذا اس قدر اہم بنیاد کو ترک کرنا۔ اسلام کی اصل بنیاد کو نقصان پہنچانا ہے۔ پس منقولہ احادیث جو سائلان نے رٹ میں بطور ثبوت پیش کی ہیں وہ حتمی نہیں ہیں۔ کہ مسلمان ہونے کے لئے محض یہی پانچ چیزیں کافی ہیں اور صرف اقرار کلمہ علانیہ کر دینے سے سند ایمان حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر یہ توضیح درست ہے تو پھر کتب سماوی، انبیاء سابقین، قیامت وغیرہ کے عقائد کا کیا مقام رہ جاتا ہے۔ کیا کوئی شخص حضرت آدم کو صفی اللہ، حضرت نوح کو نجی اللہ، حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ، حضرت اسمٰعیل کو ذبیح اللہ، حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ کو روح اللہ ماننے سے انکار کر سکتا ہے؟ اور پھر کوئی مسلمان اس انکار کے باوجود ایسے شخص کو دعویدار ایمان کہہ سکتا ہے اسی طرح صحائف آسمانیہ پر ایمان ضروری ہے اور کوئی شخص قیامت کو برحق تسلیم نہ کرلے پر مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ جو سائلان نے اسلام کی شکل عدالت میں پیش کی ہے۔ وہ نہ صرف محرفہ ہے بلکہ نامکمل ہے۔ اس سے متفقہ عقائد کی نہ صرف نفی ہوتی ہے بلکہ تکذیب ہو جاتی ہے۔ اس رٹ سے ایک طرف تو اہل اسلام کے جذبات دینی کو ٹھیس لگتی ہے اور دوسری جانب مخالفین اسلام کو تنقید کرنے کے لئے قوی دلائل مہیا ہوتے ہیں۔ پس یہ رٹ اسلام جیسے "مقدس دین" کے تقدس و اکملیت پر ایک جارحانہ حملہ ہے۔ جسے اسلامی ریاست میں قطعاً برداشت نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت حاصل کی ہے اور یہ وثوق سے لکھتے ہیں کہ سارے قرآن میں سائل کا بیان کردہ کلمہ کسی ایک جگہ موجود نہیں ہے۔ بلکہ دو مختلف کلموں کو یکجا کر کے اُسے کلمہ کہا گیا ہے۔ اور محض مدعایان کے بیان کردہ کلمہ کو اگر حقیقی بنیادِ اسلام و ایمان مان لیا جائے کہ صرف اسے اعلانیہ اقرار کر کے کوئی شخص مومن مسلمان ہونے کا دعویدار ہو سکتا ہے تو یہ بات از روئے قرآن مجید بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ سورۃ منافقون میں اللہ نے بڑی وضاحت سے اس کا بیان نازل فرمایا ہے۔ اور خبردار کیا ہے کہ محض کلمہ مذکورہ کا اعلان کرنے والے اپنے غلط ایمان کو ڈھال بنا کر اس کی آڑ میں "سبیل اللہ" سے روکتے ہیں (یہ آیات ہم گذشتہ صفحات پر نقل کر چکے ہیں دوبارہ مطالعہ فرما لیجیے) پس ثابت ہوا کہ سائلان کے بیان کردہ کلمہ کو دینی بنیادی حیثیت بالکل حاصل نہیں ہے جس کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے۔

اعلانیہ اقرارِ کلمہ بحضور نبیؐ بھی دلیل ایمان نہیں

سورۂ منافقون کی متذکرہ بالا آیات کی تلاوت سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضورؐ بھی اقرارِ کلمہ کیا جائے

تو سند ایمان حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ منافقت و کذب کی قرآنی نشان دہی نازل ہو جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ سائلان کا صرف "اقرار کلمہ" کو محض طریقہ حصولِ ایمان و اسلام بتانا بروئے کلام الہٰی بے بنیاد ہے۔

ایسے کلمہ گو خدا اور رسولؐ کی دعائے مغفرت و شفاعت سے محروم ہیں

ایسے کلمہ گو جنہوں نے کلمہ کو محض مکاری کی سپر بنا رکھا ہے۔ آنحضرت نبی کریم شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی کبھی اُن کی مغفرت کریگا۔ کیونکہ سورہ منافقون میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ" (سورۃ المنافقون ع۱)

"یعنی (اے رسولؐ) تم ان کے حق میں مغفرت مانگو یا نہ مانگو یہ برابر ہے۔ کیونکہ اللہ تو انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ خدا تو ہرگز فاسقون کو ہدایت نہیں دیتا۔"

پس معلوم ہوا کہ جس کلمہ کے اقرار پر نہ ہی رسولؐ کی شفاعت نصیب ہوگی اور نہ ہی خدا کی مغفرت اُسے سرمایہ ایمان بنانے کا کیا فائدہ! شیعہ دشمن مولوی محمد عمر اچھروی صاحب لاہوری کا پسندیدہ ایک عام پنجابی شعر یاد آیا ہے جو وہ اکثر محافل میں بڑے ترنم

سے پڑھا کرتے تھے کہ:-

جنکوں پنج تن نال پیار نہیں
اودے کلمے دا اعتبار نہیں

(یعنی جس شخص کو پنج تن پاک (محمدؐ علیؑ۔ فاطمۃؑ حسنؑ اور حسینؑ)
سے پیار نہیں ہے اُس کے کلمے کا اعتبار نہیں ہے۔

پس ایسا بے اعتبار کلمہ حقیقی و بنیادی کیسے ہو سکتا ہے جس کو
نہ ہی رسولؐ سے سند حاصل ہو اور نہ رسولؐ کے خدا سے۔ اس لئے یہ
کلمہ طیبہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کے ساتھ ولایت خداوندی
کا عقیدہ ایمان شامل نہ کیا جائے۔ تاکہ منافقت کی نجاست سے دامن
پاک ہو۔ پس کلمہ طیبہ وہی ہوگا۔ جس کی بنیاد اس عقیدہ پر ہو کہ
تینوں نجاسات کفر شرک اور نفاق سے تبرا کرے اور توحید رسالت و
ولایت سے تولی کرے۔

الکلمۃ الطیب | قرآنِ حکیم میں جس طرح لفظِ ولایت صرف ایک ہی مرتبہ نازل ہوا ہے الکلمۃ الطیب یعنی طیب کلمے
بھی صرف ایک ہی بار آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:-

مَن كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۚ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ[۱] الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۚ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ ○ (سورۂ فاطر آیت ۱۰)

۱؎ قابل توجہ امر یہ ہے کہ الکلم الطیب جمع ہے۔ جو عربی زبان میں دو سے زیادہ یعنی کم از کم تین کے لئے آتی ہے۔

یعنی اور جو شخص عزت پانے کا ارادہ رکھے تو (یاد رکھے)
(اسی کی بارگاہ میں طیب کلمے صعود کرتے ہیں) اور اسی کی
بارگاہ میں اچھی باتیں (بلند) ہو کر پہنچتی ہیں۔ اچھے کام کو وہ خود بلند
فرماتا ہے۔ اور جو لوگ مکاری کرتے ہیں اُن کے لئے عذاب شدید
ہے اور اُن کی مکارانہ تدابیر ملیامیٹ ہو جائیں گی۔"

آیت منقولہ بالا سے مندرجہ ذیل تصریحات اخذ ہوتی ہیں۔

۱۔ جو شخص معزز ہونا چاہے اُسے اللہ سے عزت مانگنی چاہئے
کیونکہ تمام عزتیں اسی کی ہیں۔

۲۔ عزت حاصل کرنے کی شرط یہ ہے کلمۃ الطیب کہے جو بلند
ہو کر اس کی بارگاہ میں جاتے ہیں۔ یعنی صرف ایک کلمہ نہیں بلکہ کم از کم تین طیب کلمے

۳۔ عمل صالح بجالائے کہ اچھے عمل کو وہ خود بلندی عطا فرماتا ہے۔

۴۔ مکاروں کے لئے عذاب شدید ہے۔ اور اُن کی مکاری ملیامیٹ
ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ عزت پانے کے لئے کلمہ طیب
بلند کر کے بارگاہ خداوندی میں بھیجنا شرط ہے۔ وہ طیب کلمے وہی ہیں
جنہیں بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے سے شرفِ عزت و قبولیت حاصل ہوگی
اب جب کوئی شخص خلوص دل سے دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے
تو ضروری بات ہے کہ اُسے دینی و دنیوی دونوں عزتوں کی خواہش ہوگی۔
آباؤ دین کو ترک کر دینے کی صعوبتیں وہ اسی لئے برداشت کرے گا کہ

۱؎ صرف ایک کلمہ نہیں بلکہ کم از کم تین طیب کلمے۔

اُسے حقیقی عزتیں نصیب ہوں۔ اور اس عزت کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کلمہ طیب ہے جو طے ہو کر مالک عزۃ کی بارگاہ میں پہنچے۔ چنانچہ اُسے ضرورت ہو گی کہ کلمہ طیب تلاش کرے۔ اگر سالمان رب کا بیان کردہ کلمہ پڑھتا ہے تو جب اُسے سورۃ المنافقون کی تلاوت کا شرف ملتا ہے تو اس کے دل میں خیال پیدا ہو گا کہ یہ کلمہ تو بارگاہ رسولؐ میں حضور کے سامنے پڑھ لینے سے بھی کوئی عزت نہیں ملتی بلکہ اُلٹا منافقت و جھوٹ کا الزام لگتا ہے اور پھر آگے یہ کلمہ آخرت میں شفاعت و مغفرت کی ضمانت بھی مہیا نہیں کرتا۔ میں تو ویسا ہی رہا کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ جس آس و اُمید نجات اُخروی کی خاطر مسلمان بنا اس کی تو ضمانت نہیں مل رہی۔ ادھر وہ خود ذاتی طور پر پریشان ہے اور دوسری طرف لوگوں کو یہ شبہ ہے کہ نیا نیا دعویدار اسلام بنا ہے پتہ نہیں سچے دل سے آیا ہے یا کسی جاسوسی مشن پر ہے۔ تو ایسی صورت میں جب نہ تو دنیوی تعظیم حاصل ہو اور نہ ہی اُخروی نجات کا یقین تو اس نو وارد کے لئے دو ہی صورتیں رہ جائیں گی کہ وہ ایسا کلمہ طیبہ معلوم کرے جو اس کی اس اُلجھن کو دُور کر دے کہ شفاعت و نجات کی گارنٹی بھی مل جائے اور مسلمان معاشرے میں بھی اُسے مومن کامل بالصدق سمجھا جائے۔ پس جب اُسے یہ معلوم ہو گا کہ عم زادِ رسولؐ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ :-

"نبی کریمؐ نے فرمایا کہ یا علی اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد

ہے کم از کم تین طیب کلمے۔

مومن نہ پہچانے جاتے" (ابن مغازلی، ینابیع المودۃ، ارجح المطالب مناقب) تو جان گیا کہ مومن کی شناخت اور مولا علیؑ کا آپس میں اٹوٹ رشتہ ہے۔ لہٰذا تحقیق و تجسس کا شوق بڑھا اور بارگاہ خداوندی میں عزت حاصل کرنے کی خواہش میں اور اضافہ ہوا۔ کیونکہ کلمہ طیبہ اور "علی" دو وسائل تلاش کر لئے۔ اب ذہن میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ آخر "علی" اور شناخت مومن کا آپس میں تعلق کیا ہے۔ اور یہ کہ حصولِ عزت میں وہ کس کام آ سکتے ہیں۔ پس عمرؓ بن شراحیل کی ایک روایت نظر سے گزری۔

"جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُعا فرمائی :-
اے پروردگار ! جو علیؑ کی نُصرت کرے تو اس کی نصرت فرما۔ جو علیؑ کو عزت و بزرگی دے تو اُسے معززو اکرم رکھ اور جو علیؑ کو چھوڑ دے تو اُسے تو بھی چھوڑ دے"

(فردوس الاخبار علامہ اہلسنت دیلمی)

پس اُسے یقین ہوا کہ حضورؐ کی دُعا اللہ نے ضرور قبول کی۔ لہٰذا نصرت علیؑ کی جانب قلب مائل ہوا۔ نفاق کا خدشہ رفع ہوا۔ یقین کی منزل قریب ہوئی۔ عزت پانے کا طریقہ معلوم ہو گیا کہ پس یہ تین کلمے (الکلمۃ الطیبہ) ادا کئے۔

لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ ولی اللہ

جیسے ہی ذکر علیؑ بلند کیا "الکلمۃ الطیب" قرار پائے مطلوبہ عزت نصیب ہوئی۔

ولایت کے اقرار کو عمل صالح کی سند ملی۔ جیسے خود خدا نے بلند کیا
جس طرح روزِ غدیر رسولِ خدا نے صاحبِ ولایت کو بلند کیا جو نہی اطاعت
رسولؐ کے مطابق علیؑ کو مولا مانا۔ بارگاہِ رسالت سے عز و شرفِ دنیوی
و آخروی نصیب ہوئی۔

"اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ فائزون (صاحبان مراتب) یعنی کامیاب
ہیں۔"

(علامہ اہل حدیث نواب صدیق حسن بھوپالی فی تفسیر فتح البیان
جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۳

علامہ اہل سنت حافظ جلال الدین سیوطی فی درّ المنثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹)
اور صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص ۹۶ وغیرہ

لہٰذا معلوم ہوگیا کہ علیؑ کو چھوڑنے والے کو خدا چھوڑ دیتا ہے۔
اس لئے ضروری ہے کہ بارگاہ ایزدی میں شرف عزت حاصل کرنے کے لئے
اگر کوئی کلمہ تکمیل دین کے بعد خدا تک پہنچانا مقصود ہو تو وہ اس
وقت تک بلند نہیں ہوتا ہے جب تک ولایت و امامتِ علیؑ کے ایمان کا
اقرار اظہار نہ کر دیا جائے۔ کیونکہ خدا نے خود فرمایا کہ میں خود عمل
صالح کو بلند کرتا ہوں۔ اور علیؑ کے ذکر کو درِ جنت پر طلائی حروف
میں لکھ کر اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ
وہی کلمہ ہو گا جو بلند ہو کر سنہرے حروف میں درِ فردوس پر اپنے
انوار پھیلا رہا ہے۔ اس لئے ایسا کلمہ جس کے اقرار سے عزت منجانب

خدا حاصل نہ ہو بلکہ اس کے اعلانیہ اقرار کو خود خدا نے قبول نہ کیا ہو اور
اپنے رسولؐ کو شفاعت سے روکا ہوا اور مغفرت نہ کرنے کا پکا عہد
کیا ہوا۔ کلمہ طیب نہیں کہا جا سکتا ہے۔ البتہ کلمۂ طیب" ہے اگر ایمان
ولایت کی تشریح ساتھ ہو۔ تاکہ نجاسات کفر، شرک اور نفاق سے
پاک ہو۔

اور انتباہ منجانب ربانی ہے کہ "کلمہ" کی مکاری سے مذموم
تدابیر کرنے والوں کے لئے عذاب شدید ہے اور ان کی ایسی مکارانہ
تدابیر فنا ہو جائیں گی۔ جن سے وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر
اتحادِ ملت کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

"علیؑ ولی اللہ کی تکذیب
کفر بھی ہے اور موجبِ عذاب بھی"

خداوند عظیم و بلند نے اپنی مرضی سے ذکرِ علیؑ کو عظمت و
بلندی بخشی ہے۔ اور عرش و فرش پر اس ذکر کو عبادت قرار دیا ہے
جو لوگ اس ذکر کو جو اللہ نے اور رسولؐ نے "خیر" قرار دیا اور اسے
معزز و ارفع کیا پسند نہیں کرتے وہ صریحاً خدا سے دشمنی مول لیتے
ہیں۔ اور ایسے فاسق و سرکش افراد کے لئے نہ ہی کوئی ٹھکانہ ہے اور
نہ پناہ۔ نہ ہی کوئی بچاؤ ہے نہ ہی راہِ فرار۔ البتہ درِ جنت پر مرقوم

طلائی کلمات کے مطابق "اللہ کی لعنت" اور دُنیا و آخرت میں عذاب شدید الیم ہے۔

قابلِ توجہ بات ہے کہ جمہور امّت کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علیؑ اللہ کے "ولی" ہیں۔ آج تک کوئی مسلمان اس شان علیؑ سے انکار نہیں کرسکا۔ کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ حضورؐ نے دعائے مقبول فرمائی ہے کہ "اے اللہ جو (بھی) علیؑ کو چھوڑ دے تو تُو بھی اسے چھوڑ دے" البتہ لفظ "ولی" میں ضرور کچھ معنوی اختلافات ہوئے ہیں جنکی تفصیلی بحث ہم پہلے کر چکے ہیں۔ لیکن جناب امیرؑ کو "علی ولی اللہ" ہر کلمہ گو نے تسلیم کیا ہے۔ اور آپ کو ہر حیثیت ولایت ہر سُنّی و شیعہ دل سے تسلیم کرتا ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ امرِ مُسلّمہ کا اقرار بالسان کرنے اور ذکر کو پڑھنے یا سُننے میں کیا چیز مانع ہے؟ کسی صاحبِ ایمان مسلمان کو ایسی جرأت کا خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا البتہ حدیث رسول کریمؐ کے مطابق منافق ایسی حرکت سے باز نہیں رہ سکتا ہے۔ اور بغض علیؑ کو بھی وہ کلمہ کی آڑ ہی میں ظاہر کرتا ہے۔ ایسے ہی منافقین وکفار کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَ

وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

(سورہ توبہ پ ۱۰، ع ۱۶)

یعنی - اے نبیؐ! جہاد کرو (بالسنان) کفار سے اور (بالسان) منافقین سے۔ اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ یہ حلفیہ (خدا کی قسم اٹھا کر) کہتے ہیں کہ ہم نے کلمۂ کفر نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمۂ کفر ضرور کہا اور اسلام کا دعویٰ کرنے کے بعد (اسلام لانے کے بعد بوجہ کلمہ کفر) کافر ہوگئے۔ (کیونکہ) انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا جو ان کے ہاتھ نہ لگی ص (اور جن کو وہ چیز حاصل ہوگئی) ان سے صرف اس وجہ سے انتقام لینے کی تدبیر بتائی کہ اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے انہیں استغنا (دونوں جہانوں کی دولتوں پر تقرب اولیٰ) بخشا اپنے فضل سے۔ (اور اب بھی موقعہ ہے کہ اس حسد و کینہ سے پُر کلمہ کفر سے) توبہ کرلیں کہ اسی میں ان کی خیر ہے۔ اور ولایت کو مان لیں (یتولو) ورنہ اس کے انکار کی صورت میں خدا ان کو عذاب الیم میں مبتلا کریگا اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ (اور اس وقت عذاب آنے کے بعد) پھر روئے زمین پر کوئی ایسا نہ ہوگا جو ان کا "ولی" ہو۔ نصیر ہو"

ص: نیالو کی لفظ کو ملحوظ رکھ کر "قال لا ینال عھدی الظالمین" سے ملا کر لطف حاصل کیجئے۔ (البقرہ ع ۱۵)

قرآنِ حکیم کی ان دو پُر اعجاز و واضح آیات کے بعد مزید کسی تشریح کی
ضرورت نہیں رہتی ہے کہ اسلام لانے کے بعد انکارِ حق کرنا منافقوں کا طریقہ ہے
خدا نے اس انکار کو کفر کہا ہے۔ "علیٌ ولی اللہ" حق ہے۔ اسی لئے رسولؐ
نے خود پڑھا ہے۔ جیسا کہ محمد شفیع اوکاڑوی صاحب کی کتاب سفینہ نوح سے
ثبوت پیش کیا جا چکا ہے۔ پس جو کلمہ خود آنحضرتؐ نے پڑھا ہے اس کا انکار
منافقت نہیں تو اور کیا ہے۔ یقیناً "علی ولی اللہ" کلمہ طیب ہے۔ اور بغض علیؑ
سے کہا گیا ہر کلمہ غیر طیب بلکہ کلمہ کفر ہے۔

واضح ہو کہ یہ سورۃ التوبہ کی آیات ہیں۔ اور یہ وہ سورہ ہے
جس کی تبلیغ پر سے حضرت ابوبکر کو معزول کر کے حضرت علیؑ کا تقرر
رسولِ کریمؐ نے فرمایا تھا اور امام نسائی روایت لکھتے ہیں کہ بعد معزولی
حضورؐ نے ابوبکر کو فرمایا کہ سوا ایسے شخص کے جو میرے اہل سے
ہو کوئی شخص امرِ تبلیغ کو ادا نہیں کر سکتا" ترمذی میں ہے کہ حضورؐ
نے فرمایا" میرے اور علیؑ کے سوا کوئی شخص امرِ تبلیغ کو ادا نہیں کر سکتا"
چنانچہ نسائی کی روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر" اہل بیت" میں سے
نہ تھے اور ترمذی کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کے بعد سرچشمہ ہدایت
و تبلیغ جناب امیرؑ ہی ہیں۔ جو کہ ان کی ولایت کی دلیل روشن اور
برہانِ قاطع ہے۔

پس ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ایسے کلمہ سے جو مسلمان بنا کر

کافر بنا دے اور عذابِ شدید کا موجب بنے۔ اور اس "کلمہ کفر" کا اقرار
صرف اسی صورت میں ممکن ہوگا جب کہ ولایت امیرالمومنین کا انکار
کریں۔ پس یہی خوف ہے کہ ہم اللہ و رسولؐ کے ذکر کے ساتھ ذکرِ ولایت
علیؑ کو ضروری سمجھتے ہیں کہ کہیں اس غفلت و انکار کی پاداش میں ہمیں
بد دعائے رسولؐ کا نشانہ نہ بن جانا پڑے اور عذاب کا سامنا ہو۔ اور
کہیں معاذ اللہ ہمارا بھی ایسا ہی حشر نہ ہو کہ ارضِ خدا میں کوئی
ولی اور مددگار نصیب نہ ہو۔

علیٌ ولی اللہ" کلمہ کو طیب و افضل الذکر بناتا ہے

ہم نے پیچھے ثابت کیا کہ سالکانِ رشد والا کلمہ جس میں علیؑ کی عداوت
ہے۔ نہ ہی بارگاہِ رسالت میں منظور ہے اور نہ ہی بارگاہِ خداوندی میں
لیکن یہی کلمہ اگر ایمانِ ولایت سے تلاوت کیا جاتے تو طیب بھی ہے اور
افضل الذکر بھی۔ کیونکہ سورۂ توبہ کی منقولہ آیات کے مطابق خدا نے
بتایا کہ کلمہ کفر بتعلیم خدا پڑھنے والوں نے اس وجہ سے اسلام سے ہاتھ
دھوئے کہ انہوں نے حسداً و انتقاماً ولایت کو نہ مانا جو اللہ اور اسکے
رسولؐ نے اپنے فضل سے صاحبانِ ولایت کو بخش کر غنی کیا۔ پس
معلوم ہوا کہ ولایت فضل ہے۔

اور صاحبِ ولایت افضل۔

افضل کا ذکر، افضل الذکر۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ "علی ولی اللہ"

اگر کلمہ میں ذکر کیا جائے تو کلمہ افضل الذکر ہے۔ بصورت دیگر اگر بغض
علیؑ سے پڑھا جائے تو "کلمۂ کفر" ہے۔

کلمۂ طیّب فوزِ عظیم ہے

کلمہ طیبہ شرک، کفر اور نفاق سے پاک کرتا ہے جو کامیابی و کامرانی
کی ضمانت دیتا ہے۔ اور سائلان کا بیان کردہ کلمہ اعلانیہ اقرار کے باوجود
نہ تو دنیوی تحفظ مہیا کرتا ہے۔ اور نہ ہی اخروی نجات اس لئے کہ اس میں
ولایۃ کا اقرار موجود نہیں ہے کہ جو دین کا اہم ترین حکم ہے۔ اسی
لئے بقول مولوی عمر اچھروی اس کلمے کا اعتبار نہیں جس کو محبت علیؑ
کے بغیر پڑھا جائے اور اس کلمہ میں احتمال یہ رہتا ہے کہ اس کے پڑھ
لینے کے باوجود "حالتِ ایمانی" اس وقت تک مصدقہ نہیں ہوتی
جب تک کسوٹی نفاق و ایمان، شہنشاہ ولایت، "علی ولی اللہ"
سے شناخت نہ ہو جائے۔ پس حب ولایت کے ایمان کے ساتھ کلمہ
پڑھا جائے گا تو اس مومن کے لئے فوز عظیم ہے جیسا کہ سورۂ توبہ ہی
میں ہے کہ :-

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ان میں سے بعض کے بعض اولیاء
ہیں۔ جو معروف[1] باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ اور منکرات سے روکتے ہیں۔

---

[1] ہدایت ۱۲ امر رکھتے ہیں۔

نماز کو قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور اطاعت کرتے ہیں۔
اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ اور ان پر اللہ ضرور اپنی رحمت کرے گا۔
بے شک اللہ عزیز حکیم ہے۔

اللہ نے وعدہ کر لیا مومنین و مومنات سے ایسے باغات کا جس کے
نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور طیب مکانوں کا
جو کہ جنتِ عدن میں ہیں۔ اور خدا کی رضامندی سب سے بڑی شے ہے۔
یہی تو فوزِ عظیم (سب سے بڑی کامیابی) ہے۔ (سورہ توبہ ۷۱-۷۲)

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ فوزِ عظیم اور جنت کا وعدہ ان مومنین
سے ہے جو بعض کو بعض کا اولیاء مانتے ہیں کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن
المنکر کے منصب ہدایت پر فائز ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے
ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ پس اللہ اپنی رحمت
سے ان کو جنت میں داخل کرے گا۔

چنانچہ ابن مردویہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ
جناب رسول خدا نے ابو برزہ سے فرمایا۔

"تحقیق اللہ عزوجل نے مجھ سے علیؑ کی نسبت عہد کیا ہے کہ وہ
"رایت الھدیٰ" (یعنی ہدایت کا علم)، منار الایمان (ایمان
کا نشان بلند) اور "امام الاولیاء" (اولیاء کا امام) ہے"

پس رایت الھدیٰ، منار ایمان اور امام الاولیاء کو چھوڑ کر کوئی
دعویٰ ایمان نہیں کر سکتا اور جب وہ مومن ہی نہیں تو جنت کیسی۔ اور

کامیابی کس طرح ؟ جس طرح کلمہ بغیر ایمان ولایت علیؑ کے مقبول نہیں اسی
طرح نمازیں، زکوٰۃ، حج اور دیگر عبادات جن میں قتل بحالت ظلم وجفا بھی
شامل ہیں۔ بغیر ولایت علیؑ کوئی درجہ نہیں رکھتی ہیں چنانچہ مشہور علامہ
اہلسنت دیلمی اپنی کتاب فردوس الاخبار میں حدیث رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ
"سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر کوئی خدا کا بندہ خدائے
عزوجل کی اتنی عبادت کرے کہ جس قدر نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں
قیام فرمایا کی ہے[1] اُحد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے۔
[2] پھر اس کی عمر اس قدر دراز ہو کہ پا پیادہ ایک ہزار حج کرے۔ اور
پھر صفا و مروہ کے درمیان مظلوم قتل کیا جاوے پھر بھی۔
یا علیؑ ! اگر تیری ولایت نہ رکھتا ہو۔ تو وہ جنت کی بُو بھی نہ
سونگھ سکے گا۔ اور نہ اس میں داخل ہو سکے گا۔"
(بحوالہ ارجح المطالب مولوی سبیل امرتسری حنفی المذہب)

پس نبی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوٹوک فیصلہ
فرمادیا کہ فوز عظیم حاصل کرنے اور جنت کے باغات میں طیب مکان
حاصل کرنے کی واحد سبیل یہ ہے کہ ولایۃ علیؑ سے انکار نہ
کیا جائے کلمہ طیبہ "علیؑ ولی اللہ" سے عداوت کر کے مقام "فوز عظیم"
سے محرومی کی تدبیر نہ کی جائے۔

---

[1] یعنی ہزاروں برس نمازیں پڑھے [2] کروڑوں روپے زکوٰۃ دے۔

ہم اس اظہارِ تعجب کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وہ کلمہ جو
جنت کے دروازے پر سونے کے حروف میں تحریر کیا ہے اُسے ایک
درسی کتاب میں پڑھنا یا دیکھنا یا سُننا جو لوگ گوارہ نہیں کرتے وہ باغ
جنت میں کیسے جائیں گے۔ جب کہ اُس کے دروازے پر یہ کلمہ دیکھنا پڑے
گا پڑھنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے وہاں بھی شیعہ دشمنی سے کام لیں اور
درِ جنت کو دروازۂ امام بارہ سمجھ کر واپس پلٹ کر اپنے
انجام کو پہنچیں۔

اضافہ کے بارے میں شبہات کا ازالہ

قرآن مجید ایک الہامی کتاب ہے۔ اس کی کسی آیت میں قطع برید
کرنا لفظی یا معنوی تحریف کرنا یا خدا کے کلام میں کسی دوسرے کے
کلام کو شامل کر کے خدا کا کلام ظاہر کرنا وغیرہ کافرانہ افعال ہیں۔
کیوں کہ ایسے کبائر سے صحت کتاب مشکوک ہو جاتی ہے۔ البتہ تشریحات
تفسیرات الگ سے جائز ہیں۔ اور اگر مذہب شیعہ کی تاریخ کا مطالعہ
کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کا بنیادی منشور یہی ہے کہ
"دین میں تحریف و تفریق" نہ ہونے دی جائے۔ چنانچہ اسی
موضوع پر ہماری جانب سے "التحریف والتفریق فی الاسلام" نامی ایک
کتاب مرزا محمد سلطان آغا علی اللہ مقامہٗ نے تحریر فرمائی جو عام
دستیاب ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے تمام اختلافات کا مرکز یہی چیز ہے

اب جبکہ مذہب شیعہ تحریف وتغریق واضافہ دین میں برداشت
نہیں کرسکتا اس مذہب کے پیروکاروں پر ایسا غلط الزام لگانا بالکل سفید
جھوٹ ہے۔ مخالفین شروع سے ہمیں بدنام کرنے کی نئی نئی راہیں پیدا
کرتے رہے ہیں اور اپنے ہاں کی ساری غلاظتیں ہمارے دروازے پر
ڈھیر کرتے رہے ہیں۔ اور ہم شروع سے ان کی صفائی کرتے رہے
ہیں لہٰذا چودہ سو سال بعد آج ہم پر یہ الزام ہے کہ ہم نے کلمہ میں اضافہ کیا ہے۔
دشمنانِ اسلام جب اسلام کے خلاف کچھ زہر اگلتے ہیں تو ثبوت کے لئے وہی
سرمایہ اکٹھا کرتے ہیں جو ہمارے مخالفین کی کتب میں محفوظ ہے۔ مخالفین
کو چونکہ باب مدینۃ العلم سے عداوت ہے اور ولایت کی شراب طہور
کو جائز نہیں سمجھتے اس لئے اپنی علمی حفاظت نہیں کرپاتے اور بالآخر کوئی نہ
کوئی حیدری متوالا ڈھال بنکر ناموسِ اسلام کی حفاظت کرتا ہے۔
عمادالدین نامی ایک عیسائی پادری نے ایک کتاب "ہدایۃ المسلمین"
نامی تحریر کرکے مسلمانوں کی غیرت کو للکارا اور قرآن مجید اور اسوۂ
رسولِ کریم پر کڑی نکتہ چینی کی۔ لیکن علمائے مسلمین جو گھر میں شیر بنکر
گیدڑ بھبکیاں لگایا کرتے تھے ایسے خاموش ہوئے کہ ان کے سر پر کوئی
پرندہ بیٹھا ہے۔ چنانچہ ایک گوشہ نشینِ حیدری میدان میں آیا اور اس نے
کلیسائی تابوت میں "تنزیہ الفرقان" کی آخری کیل لگائی۔
ایک ہندو پنڈت راج پال نے "رنگیلا رسول" نامی کتاب شائع
کرکے مسلمانوں کو آئینہ دکھلایا، لیکن وہ اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ بہرحال

ایک عاشقِ رسولؐ نے اُسے جہنم رسید کیا لیکن قلم کا جواب قلم سے بن نہ پڑا۔
بہرحال ضبط شدہ کتاب کے جوابات شافی ہماری ہی جانب سے شائع ہوئے
ہمارے مخالفین شاید اس علمی محرومی کی وجہ سے کسی غیر مسلم کا علم
دین میں مقابلہ نہیں کرسکتے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ نالی میں پھینکی گئی اینٹ
کے چھینٹے اُن ہی پر پڑیں گے۔
لیکن حسد و عداوتِ علیؑ کے تحت وہ اپنے گھر میں خوب گرجتے ہیں۔
دشمنِ اسلام سے کتراتے ہیں لیکن اپنے مسلم بھائیوں سے نبرد آزما رہنے کے لئے
ہر وقت موقعہ کی تلاش جاری رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ علم
کے ہر میدان میں ہم سے شکست کھا گئے تو اپنی بھڑاس نکالنے کے
لئے عدالت میں چل دئے۔ حالانکہ دینی معاملات میں بڑی سے بڑی دنیوی
عدالت کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف کوئی فیصلہ
صادر کرسکے۔ مخزنِ علم و حکمت منادِ ایمان سے دوری کی وجہ سے نواصب
کی جہالت کا یہ علم ہے کہ کہتے ہیں کہ شیعوں نے کلمہ میں اضافہ کیا ہے
چونکہ صفائی کا حق ہر کوئی استعمال کرسکتا ہے۔ اس لئے ہم نے ضروری
سمجھا کہ اس اعتراض و الزام کا واضح جواب دے دیں تاکہ عوام الناس
کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوکر یہ رائے قائم نہ کرے کہ جو مذہب دین میں
تحریف و اضافہ کا سخت مخالف ہے وہ کلمے میں اضافہ نہیں کرسکتا۔
چنانچہ عرض یہ ہے کہ شیعوں نے کسی کلمہ میں کسی قسم کا نہ تو کوئی

اضافہ کیا اور نہ ہی تحریف۔ بلکہ حکمِ رسولؐ کے مطابق شیعہ اقرارِ ولایت
کے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔ جس کی ضرورت و اہمیت پر ہم نے گذشتہ
اوراق میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ علیؑ کو ولی
یا امام یا خلیفہ ماننا اسی طرح ضروری ہے جس طرح توحید و رسالت
کا کیونکہ دین کا اصل کا یہ آخری حکم ہے کہ بعد از رسولؐ حضرت علی علیہ السلام
کو مولا مانا جائے۔ چونکہ اس حکم رسولِ خدا کا نفاذ آپؐ کی رحلت
کے بعد سے فی الفور شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ
اس حکم کی بجا آوری کرے۔ ہمارے نزدیک اقرارِ ولایت جزوِ کلمہ نہیں بلکہ
شرطِ ایمان ہے۔ اور قرآن مجید سے ہم نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ
محض کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے یعنی صرف۔

لَا اِلٰهَ اِلا اللّٰه۔ مُحَمَّدٌ رسول اللّٰه

کہہ کر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضرت امیرؑ کی ولایت
پر ایمان نہ رکھے۔ اس ایمان کے اظہار کے لئے ہم اعلانیہ ولایت کا اقرار
کر کے حکم رسولؐ کی اتباع کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارا کلمہ مستند و معتبر
ہو اور اُسے شرفِ قبولیت حاصل ہو کیونکہ ہمیں قرآن نے سبق دیا ہے
کہ محض کلمہ مذکورہ بالا کے اقرار سے بعض اوقات منافق ہونے کا
شُبہ بھی ہو سکتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ کلمہ پڑھتے ہی ہم منافقت کا
سر بھی قلم کر دیتے ہیں۔

واضح ہو کہ تحریف دو طرح کی ہوتی ہے۔ لفظی یا معنوی۔ کسی کلمہ کے

اصل الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا لفظی تحریف ہوتا ہے اور کسی کلمے کے
مفہوم میں رد و بدل کرنا معنوی تحریف کہلواتا ہے۔

لیکن کسی کلمہ کو اپنی مآب پر رہنے دینا کبھی بھی تحریف نہیں ہے۔
مگر افسوس بغضِ علیؑ نے کیا کیا گل کھلائے ہیں کہ بغیر کسی تبدیلی کے ہی ہم پر
کلمہ میں تبدیلی کا الزام بے بنیاد عائد ہے۔ کیا کوئی شخص ثابت کر سکتا ہے
کہ کوئی شیعہ کلمہ

لا اِلٰهَ اِلا اللّٰه، مُحَمَّدٌ رسول اللّٰه

نہیں پڑھتا یا اِن الفاظ میں کوئی تبدیلی کرتا ہے۔ یا ان الفاظ کے معنی
میں کوئی رد و بدل کرتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس دو کلموں کے مجموعہ کلمہ
میں کوئی تبدیلی لفظی یا معنوی شیعوں کے ہاں موجود نہیں ہے۔ البتہ
اسی کلمے کو جامع بالوضاحت تشریح کرنے کے لئے ہم اقرارِ ولایت کرتے
ہیں اور اس کے لئے عموماً ہم :-

علیٌّ ولی اللّٰه، وصی رسول اللّٰه وخلیفہٗ بلا فصل

کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ جس سے نہ ہی خدا کی توحید کے مفہوم میں کوئی تبدیلی
واقع ہوتی ہے اور نہ ہی رسالتِ محمدیہ میں۔ بلکہ دونوں باتوں کی اہمیت
و راثت اور نمایاں ہو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں خدا کی توحید اور
رسولؐ کی نبوت کو ولایت سے مستند کر کے اللہ کی حاکمیت اور رسولؐ
کی وصیت کی تشریح کر دیتے ہیں) یہ کلمہ نہ تو اقرار توحید کے منافی ہے
اور نہ ہی اقرار رسالت کے خلاف ہے۔ بلکہ اس اقرار سے یہ کلمہ

طیب دار فع ہو جاتا ہے اور مقبولِ خدا اور رسول بن جاتا ہے۔ کسی کلمے
کی ایسی "تشریح" مانع کلمہ نہیں ہوتی ہے۔ جس سے معنی و مفہوم میں
کوئی تبدیلی نہ ہو بلکہ مطالب کی وضاحت ہو۔

مثلاً اگر کوئی شخص یوں پڑھتا ہے یا لکھتا ہے کہ :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰
لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سائلانِ رطلے کے مطابق یہ کلمہ میں اضافہ ہو گا۔ مگر کوئی مسلمان
بھی اُن کی اِس توضیح کو نہیں مانے گا۔ بلکہ کہے گا کہ بسم اللہ شریف
سے کلمہ پڑھنے میں اور ثواب ہے۔ حالانکہ بظاہر ایک اور کلمہ کا اضافہ
ہو چکا ہے۔

تو پھر غلام نقطۂ بائے بسم اللہ یہاں کہے گا اگر تلاوت بسم اللہ
مانع کلمہ نہیں تو ذکرِ نقطۂ بائے بسم اللہ سے آخر کیا دشمنی ہے۔؟

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیٔ ذبحِ عظیم" آمد پسر (اقبال)

اسی طرح حکمِ شریعت یہ ہے کہ جب بھی حضورؐ کا اسمِ مبارک آئے۔
قاری، سامع ناظر سب پر واجب ہے کہ آپ پر درود شریف پڑھیں۔
پس میں نے جب کلمہ پڑھا تو کہا :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰
لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

کیا کوئی صاحبِ ہوش مسلمان میرے پڑھے ہوئے درود کے کلمے کو مانع
کلمہ تسلیم کرے گا ؟ بلکہ میرا درود نہ پڑھنا معیوب ہو گا اور حکم یہ ہے
کہ حضورؐ پر پورا درود پڑھا جائے کیونکہ ادھورا درود واپس لوٹا دیا
جائے گا یعنی قبول نہ ہو گا۔

اب اگر درود مانع کلمہ نہیں ہے تو پھر صاحب درود سے آخر
کیا عداوت ہے ؟ کیا حضرت علیؑ پر درود نہیں ہے ؟!

اہلِ سنت کے امام الائمہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم — فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم — من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

اے اہلِ بیتِ رسولؐ تم سے محبت رکھنا اللہ نے قرآن میں
جو اس نے نازل کیا ہے فرض قرار دیا ہے تمہاری عظمت و شان کیلئے
یہی بات کافی ہے جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی قبول نہیں
ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جس طرح تلاوت بسم اللہ شریف و درود شریف
مانع کلمہ نہیں ہے۔ اسی طرح اقرارِ ولایت شاہ نجف اشرف کلمہ میں نہ
ہی کوئی اضافہ ہے اور نہ ہی کسی بھی قسم کی کوئی تحریف۔

یاد رکھیں۔ اگر مخالفین ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر کے
اتحادِ ملت کا شیرازہ بکھیرنے کی ناپاک کوشش کریں گے تو خود بھی
اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں گر جائیں گے۔ تحریف و اضافہ کی بات
چھیڑنے سے پہلے اُن کو اپنے گریبانوں میں خوب جھانک لینا چاہیے۔

ہم نے اوپر بیان کیا کہ قرآن میں ایک لفظ کا اضافہ بھی اگر کوئی اپنی طرف سے کرے گا تو وہ تحریف ہو گی لہٰذا سورۂ فاتحہ کی تلاوت میں "آمین" کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ورنہ قرآنِ مجید میں اس لفظ کو دکھا دیجئے۔ یا پھر کسی اور دعا میں اس باقاعدگی سے "آمین" کا رواج ثابت کر دیجئے۔ یہ تو تھی آپ کے اضافہ کی ایک معمولی جھلکی اور حذف کا یہ عالم ہے قرآن میں سوائے سورۂ توبہ کے ہر سورۃ میں بسم اللہ شریف کی تحریر ہے لیکن آپ کے ہاں اکثر و بیشتر اُسے اُڑا دیا جاتا ہے۔ ذرا شرعی حکم تو دکھا دیجئے۔

کلمہ تو قرآن کی دو آیات کا مجموعہ ہے اور پورا کلمہ کسی ایک آیت میں نہیں۔ لیکن آپ تو ماشاء اللہ کتاب خدا کی تلاوت کرتے وقت پوری آیت غائب کر دیتے ہیں یا اپنے الفاظ کو خدا کے کلام میں ملا لیتے ہیں۔ فافہم

رٹ میں آپ نے کلمہ اور نماز دو نوں کو برابر کے ستون بتایا ہے۔ اب ذرا یہ فرمائیے۔ کہ تشہد کے الفاظ زمانہ رسولؐ میں کہاں تھے! اگر حضورؐ کے زمانے میں کسی نے پڑھے ہوں تو کسی متواتر حدیث کا حوالہ دیجئے یا قرآن مجید سے ثابت کیجئے۔

معلوم یہی ہوتا ہے کہ اپنے عیب چھپانے کی خاطر نئی نسل کی توجّہ اس سے ہٹائی جا رہی ہے کہ اگر کہیں یہ بچے شیعہ دینیات جان گئے تو برسوں کے جمع شدہ جھوٹے الزامات کی قلعی کھل جائے گی۔ لیکن اگر آپ کو اپنا بھرم ہی رکھنا ہے تو ٹھیک ہے اپنے بچوں کو ہماری دینیات نہیں پڑھوائیے ہم یا حکومت کون سا آپ پہ جبر کر رہے ہیں جو ہر فساس

خود ہی بہرے شناخت کریں گے!

علیٰ ھذا البیان ہم نے مکمل ثابت کر دیا کہ کلمے میں اقرارِ ولایت علیؑ نہ ہی کوئی بدعت ہے اور نہ ہی یہ کسی بھی لحاظ سے ما نع کلمہ ہے۔ اس لئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل

الکلمہ طیبہ ہیں یہ کلمہ مستند ہے۔ کلمہ مقبول ہے۔ ضامنِ ایمان ہے۔ افضل الذکر ہے۔ اور فوزِ عظیم ہے۔

مولوی دوست محمد قریشی کے اعتراضات

مولوی دوست محمد قریشی صاحب نے ایک رسالہ موسومہ "جلاءُ الافہام" مکتبہ اہلسنت کوٹ ادّو ضلع مظفر گڑھ کے ذریعے شائع کیا ہے۔ اس میں شیعوں سے ایک سَو سوالات[1] کے جوابات طلب کئے ہیں۔ اُن میں اعتراض ۵۶ تا ۵۹ کلمہ سے متعلق ہیں۔ لہٰذا اُن کا جواب لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔

اعتراض ۵۶ اہلِ سنّت جو کلمہ پڑھتے ہیں وہ آپ کے نزدیک پُورا ہے یا ادھورا۔

جواب :- چونکہ اہل سنت ولایتِ علیؑ کے منکر نہیں ہیں، اس

---

[1] "سو سنار کی ایک لوہار کی" انہی اعتراضات کا جواب ہے۔

ہتے ان کے کلمے کے بارے میں کوئی شیعہ یہ گمان نہیں کرتا کہ اہلسنت اپنا کلمہ پورا نہیں پڑھتے ۔ ہاں اگر کوئی نام نہاد سنی بغض علیؑ کے ساتھ اہلسنت والا کلمہ پڑھتا ہے تو وہ کلمہ نہ ہی پورا ہے اور نہ ادھورا بلکہ از روئے قرآن کلمہ کفر ہے ۔ سورہ توبہ ملاحظہ فرمائیے ۔

اعتراض ۵۷ :۔ اگر پورا ہے تو اعلان فرما دیجئے تاکہ اہل سنت کے کلمہ کے متعلق شبہات دور ہو جائیں ۔

جواب :۔ سنیوں کیلئے کلمہ پورا ہے ۔ لیکن چونکہ ولائیت علیؑ سے مستند نہیں ہوتا ہے اس لئے شبہ نفاق رفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ سورۃ منافقون میں اس اقرار کو اللہ نے شرف قبولیت نہیں بخشا اور ایمان و نفاق کی کسوٹی از روئے قرآن و حدیث ولائیت علیؑ ہے اس لئے ضروری ہے کلمہ میں ذکر علیؑ کر کے اپنے آپ کو نفاق سے بری الذمہ ظاہر کر دیا جائے ۔ تاکہ شرک، کفر اور نفاق کے تینوں شبہات دور ہو جائیں ۔

اعتراض ۵۸ :۔ اگر ادھورا ہے تو حیات القلوب ص ج میں ملا باقر مجلسی نے یہ لکھا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت پر اہلسنت والا کلمہ ہے ۔

جواب :۔ مہر نبوت پر ولائیت "علی ولی اللہ" کے درخشندہ قدموں کے نشانات دیکھ کر بھی قریشی صاحب ایسا سوال پوچھ رہے ہیں ۔ علیؑ کے پیروں کی خاک یہ جواب دے رہی ہے کہ وہ کلمہ حق ہے ۔

اور علی ولی اللہ خود حضورؐ نے پڑھا اور اللہ نے در جنت پر لکھا جسے شیعہ اور اہلسنت دونوں پڑھتے ہیں ۔

اعتراض ۵۹ :۔ غزوات حیدری کے صفحہ ۱۹ سطر ۱۸ میں ہے کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں تو وہی کلمہ حضور علیہ السلام نے پڑھایا جو اہلسنت پڑھتے ہیں ۔ فرمائیے حضرت خدیجہ کے ایمان کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے ۔

جواب :۔ حضرت خدیجہ ولائیت علیؑ کی منکر نہ تھیں ۔ حالانکہ ایمان ولایت کا حکم دین کا آخری حکم ہے اور اس کا نفاذ بعد از رسولؐ ہے ۔ چونکہ حضرت ام المومنینؑ حضرت علیؑ کی والدہ کی حیثیت رکھتی تھیں لہٰذا ماننا پڑتا ہے انہیں علیؑ سے کوئی بغض و دشمنی نہ تھی ۔ پس ان کی مثال سے کلمہ کا سوال کرنا معقول نظر نہیں آتا ۔ وہ کامل ایمان کی مالک تھیں ان کی وفات ہجرت سے قبل ہوئی اور اس وقت دین مکمل نہیں ہوا تھا ۔ اگر ان کی مثال لیکر ولایت کے اقرار کو غیر ضروری قرار دیا جائے تو پھر ثابت کریں کہ ان کا نماز جنازہ نہ پڑھایا گیا تو آج سب مسلمانوں میں نماز جنازہ فرض کفایہ کیوں ہے ؟

پس ان جوابات سے نتیجہ یہ اخذ ہوا کہ کلمہ کو کلمہ مقبول بنانے کے لئے بعد از رسولؐ ہر امتی پر ضروری ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو "ولی اللہ" مانے ورنہ اس کا کلمہ پورا یا ادھورا ہونا تو درکنار قابل اعتبار ہی نہ رہے گا قریشی صاحب اپنے دوست عزا چوہدری صاحب سے بے شک پوچھ لیں ۔

مانتے تو قریشی صاحب آپ بھی ضرور ہیں مگر پتہ نہیں کلمہ کے ساتھ اس کا

ذکر کرنا کیوں گوارہ نہیں سمجھتے۔

چلیئے خدا کی قسم اگر آپ اخبار میں چھپوا دیں کہ

" دوست محمد قریشی علیؑ کو اللہ کا ولی اور رسول کا خلیفہ تسلیم نہیں کرتا۔"

تو اشتہار کی اجرت میں اپنی گرہ سے دوں گا۔

مگر واللہ آپ ایسا کبھی بھی نہیں کر سکتے۔ دل سے مانیں گے مگر زبان سے نہیں کہیں گے۔

مجلس تحفظ حقوق اہلسنّت ملتان کی یادداشت برائے ممبران قومی اسمبلی و سینیٹ پر تبصرہ

اسلام دین حریت ہے۔ جو غلامیوں سے نجات دلا کر صرف اطاعت خدا وندی جو در اصل اطاعت رسولؐ ہے کی پابندی عائد کرتا ہے۔ اس میں بھی کسی فرزند آدم پر " جبر" کرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی قسم کا دباؤ یا تشدد بروئے کار لا کر اُسے حلقہ بگوش اسلام کیا جائے۔ آزادی رائے، حریت ضمیر اور کشادہ فکری انسان کے بنیادی حقوق ہیں اور اسلام ان کے تحفظ کا ذمہ دار ہے۔ اسی لئے اسلامی معاشرہ میں ذمی اور مسلمان دونوں کو مساوی اور آزادانہ حقوق حاصل ہیں۔

ذمیوں کے حقوق کا تحفظ اُن کی مملکت اسلامیہ سے وفاداری کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اسلام کسی شہری کی کسی قسم کی آزادی نہیں چھینتا ہے تاوقتیکہ ایسی آزادی معاشرے کے اخلاقی حسنات چھیننے کے درپے ہو۔ خصوصاً تبلیغ دین کے سلسلے میں لا اکراہ فی الدین کا لازمی قانون موجود ہے کہ دینی معاملات میں نہ ہی کوئی جبر ہے اور نہ ہی دھونس بازی۔ لیکن اسلام تبلیغ و اشاعت کے حسنات سے بھی غافل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے مواعظہ حسنہ کی عمدہ راہ تعلیم دیتا ہے۔

" دعوت دین " ایک طرف ہر دیندار کا فرض ہے دوسری طرف اس پر عمدہ طریقہ تبلیغ و عدم تشدد کی پابندیاں ہے۔ کیونکہ یہی متوازن راہ دوسروں کو راہ راست پر لانے کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کو تعلیم ہے کہ وہ علم و اخلاق کے ہتھیاروں سے غیر مسلموں کے دل فتح کریں نہ کہ تلوار و طاقت کا استعمال کرکے زبردستی لوگوں کو اپنے دین میں داخل کریں۔ کیونکہ اسلام نزاکت فطرت کا مزاج شناس ہے اُسے معلوم ہے کہ تلوار کی فتح دائمی نہیں ہو سکتی۔ آج ہماری تلوار تیز ہے کل دوسرے کی ہو سکتی ہے اور پھر جبری مسلمان کبھی بھی مخلص نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کسی کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کے لئے عمدہ و خوبصورت علمی مناظرہ اور بہترین نمونہ اخلاق پیش کیا جائے۔

جب غیر مسلموں کے لئے اسلام زبردستی پسند نہیں کر سکتا تو پھر

مسلمانوں کے اندرونی اختلافِ عقائد میں کس طرح اس راہِ متشددانہ کو
گوارہ کر سکتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں دینی عقائد کا تحفظ ہر مسلمان کو
حاصل ہے۔ البتہ شرط یہی ہے کہ پند و وعظ پرچار ایسے خوبصورت
انداز سے کئے جائیں کہ فریقِ مخالف کی اخلاقی و معاشرتی دل آزاری
نہ ہو۔ اور یہ بات قابلِ فہم ہے کہ جب بھی کسی اختلافی پہلو پر گفتگو ہوگی
تو فریقِ مخالف پر تنقید کا ہونا ناگزیر امر ہے لہٰذا صحت مند تنقید کو گوارہ
کرنا فراخدلی اور کشادہ فہمی کی دلیل ہے جس کو اسلام پسند کرتا ہے۔ اور
اسوۂ رسولؐ سے یہ بات مکمل طور پر ثابت ہے۔ اب اگر کوئی شخص صحت مند
تنقید کو ذاتیات و اندھی عقیدت کے پیشِ نظر بُرا جانتا ہے تو اس کی
دو ہی بڑی وجوہات ہو سکتی ہیں اول یہ کہ اس کا موقف اتنا کمزور ہے
کہ اُسے اپنی علمی لیاقت سے تقویت نہیں پہنچا سکتا۔ لہٰذا ضمناً اُسے
سُننا گوارہ نہیں کرتا اور دوم یہ کہ یک طرفہ ہٹ دھرمی کا عادی ہے۔
اور یہ دونوں صورتیں اخلاقیات میں عیوب شمار ہوتی ہیں۔

مثلاً یہ کہ اسلام کے دو بڑے فرقے ہیں سُنی اور شیعہ۔ ان
میں سب سے بڑا اختلافی مسئلہ "ولایت و امامت" کا ہے چونکہ
سُنی حضرات اس اصل کو اپنے عقائدِ اسلام میں تسلیم نہیں کرتے
اس لئے اُن کو یہ برملا حق حاصل ہے کہ اُن وجوہات کو بالوضاحت بیان
کریں کہ کن اسباب کی بنا پر یہ عقیدہ اُن کے ہاں تسلیم نہیں کیا جاتا اب
ظاہر ہے اس کی تفصیل میں وہ ایسی بحث جرح کریں گے جو شیعوں

کے عقائد کے خلاف ہوگی۔ اب اس پر اگر شیعہ یہ شور کردیں کہ سُنی اپنی
صفائی کیوں بیان کر رہے ہیں تو ہر دانشمند اس واویلا کی مذمت کریگا۔

اسی طرح شیعوں کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ ثابت کریں کہ کس
اساس پر اُن کے اس عقیدے کی بنیادیں استوار ہیں۔ اور جب وہ
اپنی صفائی میں دلائل پیش کریں گے تو ضروری ہے کہ مسلکِ سُنیہ کے خلاف
ہونگے لیکن رواداری کا تقاضا یہ ہوگا کہ اُن کی تردید پیش کی جائے نہ
کہ اُن کی زبان و قلم پر پہرے بٹھا دئے جائیں۔ اور اُن کی اظہارِ رائے
سلب کرلی جائے۔

اگر صاف ستھرے محققانہ اور غیر متعصبانہ ماحول میں ایسے علمی
مناظرے، فہمی تنقید اور ستھری وکالت و صحافت جاری ہے تو یقیناً
عوام الناس کے لئے فائدہ مند ہوگی اور ایک دوسرے کے خیالات سمجھ کر
اپنی آزادانہ رائے قائم کرسکیں گے۔ جو جمہوریت کے اصول میں مستحسن
ہے۔ اظہارِ رائے پر پابندی دُنیا کے کسی قانون میں بنظرِ تحسین نہیں
دیکھی جاتی چہ جائیکہ اسلام جیسے عالمگیر نظام کو اس سے متہم کیا جائے۔
اگر ایسی آزاد صحافت، بے باک وکالت اور بے لاگ خطابت کو خلوصِ
نیت سے پروان چڑھایا جائے تو صدیوں پُرانے اختلافات از خود مٹ
سکتے ہیں۔ اور ملّت کا اتحاد منظم و مستحکم ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اس راستے
میں تعصب، جانبداری اور اندھی عقیدت کے پتھر اٹکا دئے جائیں تو یہ
لاوا اندر ہی اندر پک کر کسی بھی وقت پھٹ کر شدید تباہی کا سبب ہو سکتا ہے۔

یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آباد مسلمانوں کی اکثریت کا مذہب اہلِ سُنّت والجماعت ہے۔ اور اس کے بعد دوسرا فرقہ بلحاظ آبادی شیعیانِ اہلبیت رسولؐ کا ہے۔ باقی سارے گروہ بعد کی پیداوار ہیں۔ اِن دونوں فرقوں میں عقائد و فقہ کے کچھ اختلافات ہیں جو تیرہ چودہ سو سال سے جوں کے توں چلے آ رہے ہیں۔

اسلامی تاریخ سے واقف ہر شخص یہ جانتا ہے کہ جب کبھی بھی ان اختلافات کو علم کی بجائے طاقت سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج ناخوشگوار موصول ہوتے۔ کیونکہ جنگ و جدل مسائل کا حل نہیں ہوا کرتے۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کے قوانین جامع و اکمل ہیں۔ اُس کا قانون ہے کہ ساری دُنیا کے مُسلمان یکجا ہو کر بھی کسی ایک فردِ غیر مسلم کو بزورِ شمشیر زبردستی مُسلمان نہیں بنا سکتے۔ تو پھر کسی اسلامی ریاست میں ایک اکثریتی فرقہ کو کس قانونِ اسلامی کے مطابق یہ حق حاصل ہے کہ وہ دوسرے اسلامی فرقہ کو جس کی تعداد اُس سے کم ہے۔ زبردستی اپنے عقائد کی تعلیم پر مجبور کرے۔ کم سے کم اس جارحانہ مطالبہ کو دینِ اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

دینی معاملات میں کثرت و قلتِ تعداد کو کسی طرح کا کوئی مقام حاصل ہی نہیں ہے تو پھر اکثریت کی بنا پر استحقاق کیسا؟ اگر کثرت و قلت کو بنیاد بنا کر دینی مسائل کا حل تلاش کرنا شروع کر دیا جائے تو پھر

تو شاید ہی کوئی دینی حکم ایسا رہ جائے جو باقی بچے۔ مثلاً یہ کہ مسلمانوں کی اکثریت کا یہ حق ہے کہ وہ کہہ سکے کہ ہم بے نمازی تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور تم نمازی آٹے میں نمک ہو۔ اس لئے تم بھی نماز نہ پڑھو۔ ہمارے نزدیک کوئی مسلمان اس توضیح کو تسلیم نہیں کرے گا۔ بلکہ یہی کہے گا کہ نماز دین کا رکن ہے۔ بنیادی جمہوریت کا الیکشن نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ نفریِ کثیر آبادیٔ قلیل کی بنیاد پر دین میں استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ ہاں جائز شہری و معاشرتی حقوق میں البتہ اس حق کو مانا جا سکتا ہے۔ لیکن "دین و ایمان" کے معاملے میں یہ ہتھیار زنگ آلودہ اور کُند ہے۔

قرآنِ مجید کے اس حکم کے بعد کہ:-

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝ (سورۂ کافرون)

یعنی تمہارے لئے تمہارا دین میرے لئے میرا دین ہے۔ کسی مُسلمان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کسی کو اُس کے دین کے معاملے میں اکثریت کی دھونس سے ہراساں کرے۔ یہی قاعدہ مذہب کے متعلق ہے۔

دستورِ معاشرت یہ ہوتا ہے کہ اکثریت ہمیشہ اقلیت کے مفادات کے تحفظ کی حامی ہوتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کسی مملکت میں ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ محافظین ہی اپنی ذمہ داری سے غافل ہو کر تشدد پر اُتر آئیں۔

اوّلاً تو یہ بات ہی عجیب نظر آتی ہے کہ اکثریتی جماعت حامل حکومت ہونے کے باوجود اپنے سے کہیں چھوٹی جماعت سے حقوق طلب کرے۔ اور اگر کوئی دریافت کرے کہ بھائی وہ کیا حق ہے جو آپ مانگ رہے ہیں

تو جواب یہ ملے کہ جماعت قلیل کی زبان بندی کر دی جائے ' اپنی رائے اُن پر
مسلط کی جائے۔ اُن کو دین وعقائد سے زبردستی ہٹایا جائے اور مجبور
کیا جائے کہ وہ ہمارا دین قبول کر لیں۔ اور اپنا دین دفن کر دیں کہ ہماری
متعصب طبائع متحمل نہیں ہو سکتی ہیں کہ اُن کا دین پھلے پھولے۔

اگر ایسے مطالبات جو ایک اکثریتی جماعت ایک چھوٹے گروہ سے طلب
کر رہی ہے کسی بھی صاحبِ انصاف شخص کے سامنے رکھے جائیں تو ششدر
رہے بغیر نہ رہ سکے گا۔ چنانچہ ایسے ہی مطالبات کی ایک یادداشت 'انجمن
حقوق اہلسنت پاکستان (ملتان) نے ممبرانِ قومی اسمبلی وسینٹ کی خدمات
میں پیش کی ہے۔ جس کی خاص خاص باتیں اپنے تبصرہ کے ساتھ ہدیہ قارئین
کی جاتی ہیں۔ سکین ملتانی یادداشت پر غور فرمائیں لکھتے ہیں :-

۱۔ ہم پاکستان کی عظیم اکثریت اہلسنت کی طرف سے آپ کی توجہ
ایک ایسے اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتے ہیں۔ جس سے صرفِ نظر کرنا اور
اس کے متوقع نتائج کو نظرانداز کرنا پاکستان کے لئے بوجوہ خطرناک
ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ حضرات نے شاید اس مسئلہ کو اتنا اہم نہ سمجھ کر اس
کا نوٹس نہیں لیا۔

تبصرہ :۔ عظیم اکثریت کے بل بوتے پر ایسا جارحانہ اور دھمکی آمیز اندازِ گفتار
ملک کے خلاف اندرونی سازش کی عکاسی کر رہا ہے۔ اگر مسئلہ دینی و
مذہبی ہوتا تو قرآنی حکم " لا اکراہ فی الدین " کی ہدایت کے مطابق
موعظہ حسنہ والی گفتار ہوتی۔ مگر دین کی آڑ میں سیاسی شکار ہو رہا ہے۔

۲۔ اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی بھی تشکیل کی گئی تھی جس میں
شیعہ اور سنی علما کو برابر نمائندگی دی گئی تھی (حالانکہ اس وقت اہلسنت
کی طرف سے شدید احتجاج کیا گیا تھا۔ کہ ملک کی عظیم اکثریت اور معمولی
اقلیت کو برابر نمائندگی دینا شدید ناانصافی ہے۔ اور اسی طرح شیعہ
نمائندگان کا چناؤ شیعہ جماعتوں سے کرانا اور سنی حضرات کے نمائندگان
کو حکومت کی طرف سے نامزد کر دینا بھی سنی اکثریت کے ساتھ ظلم ہے)

تبصرہ :۔ ملکی آئین کے مطابق ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے دینی
عقائد کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔
لیکن چند متعصب و شرپسند عناصر نے مسلمانوں کی ایک جماعت شیعان حیدر
کرار کو ان بنیادی حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کی۔ لہٰذا حفاظتِ
دین وعقائد کی خاطر قلیل جماعت نے کثیر جماعت سے یہ مطالبہ کیا کہ آئین
ملکی اور قانونِ اسلامی کے مطابق ان کا جائز حق محفوظ کیا جائے۔ اس
مطالبہ پر کئی سال غور وخوض ہوتا رہا حالانکہ یہ مطالبہ بالکل آئینی' فطری
اور اسلامی تھا۔ پھر بھی کچھ ناگفتہ بہ وجوہات کے باعث اس مطالبہ کو
التوا میں رکھا گیا۔ اس دوران ملک دشمن لوگ اشتعال انگیز کارروائیاں
کرتے رہے۔ تاہم کثیر جماعت کی حکومت کو خدا نے ایمان وانصاف کی
راہ دکھائی چنانچہ انہوں نے اپنی جماعت اور مطالبہ کنندگان کے گروہ
سے اکابرین کی ایک کمیٹی بنائی۔ چونکہ دینی معاملہ تھا لہٰذا کثرت وقلت کا اصول
نافذ کرنا عقل وانصاف کے خلاف تھا۔ اور پھر دستوری واخلاق

لحاظ سے بھی فریقین کی حیثیت مساوی ہوا کرتی ہے۔ حکومت جماعت کثیرہ
نے برابری کی بنیاد پر فریقین کو نمائندگی دیکر انصاف کا تقاضا پورا
کیا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو حکومت پر جانبداری کا الزام آجاتا۔ چونکہ
حکومت جماعت کثیرہ ہی کی ہے لہٰذا اسے جماعتی حق تھا کہ وہ اپنے معتمد
نمائندے منتخب کرتی۔ اگر حکومت جماعت کثیرہ کے خلاف نظریات کے
حامل افراد کا چناؤ کرتی تو بلاشبہ قصوروار ہوتی۔ پس حکومت نے
نہ ہی اپنی جماعت کثیرہ کے ساتھ کوئی ظلم کیا اور نہ ہی بے انصافی واضح
ہو کہ یادداشت میں "اقلیت" کا لفظ انتہائی رکیک مفہوم سے تحریک کے
محرکین نے شیعانِ حیدر کرار کے جذبات ایمانی کو حرکت دی ہے۔
"اقلیت" کا اس ملک میں اصطلاحی مطلب "غیر مسلم" ہے جیسا
کہ حال ہی میں احمدیوں کو اقلیت قرار دیا گیا ہے۔
لیکن ملکی اصطلاح کے مطابق شیعان آل محمدؐ قطعاً اقلیت
میں شمار نہیں ہوتے بلکہ دیگر مسلمانوں کی اکثریت میں شمار کئے جاتے ہیں اقلیت
کا اطلاق محض عقائد کے اختلاف پر ہمارے خلاف استعمال ہوگا تو
جماعت کثیرہ کی بھی تقسیم ہو جائیگی اور پھر یہ اکثریت والا غرور بھی خاک
میں مِل جائے گا۔ محرکین یادداشت بخوبی واقف ہیں کہ پھر ان کی
تعداد ایک فیصد سے بھی کم رہ جائے گی۔ کیونکہ جماعت کثیرہ عقائد کے
لحاظ سے بے شمار جماعتوں میں تقسیم ہے۔ مثلاً مقلد، غیر مقلد، حنفی
شافعی، مالکی، حنبلی، وہابی اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی تفضیلی
معتزلی، قدری، چکڑالوی، پرویزی، اہل قرآن ناصبی وغیرہ وغیرہ۔

اور ان سب سے زیادہ، بڑی جماعت بریلوی ہے۔ جن کے عقائد
شیعوں سے کچھ ملتے جلتے ہیں اگر آپ کہیں کہ ان کے طریقے ہمارے جیسے
ہیں تو پھر ہم کہیں گے کہ مرزائیوں کے سارے اعمال و عبادات بھی آپ
ہی کی طرح تھے جو کافر قرار دئے جا چکے ہیں۔ پیپلز پارٹی جماعت کا مختلف العقائد کا مشترکہ
کارکن۔ اسی لئے چونکہ آپ کو اکثریت حاصل نہیں رہتی اور آپ کی تحریک کی
بنیاد صرف اکثریت پر ہے لہٰذا اسے واپس لے لیجئے۔ ورنہ اکثریت
ثابت کر دیجئے۔

۲۔ "اس کمیٹی نے بھی شاید مسئلہ کے اس پہلو پر غور کرنا مناسب
نہیں سمجھا کہ آیا شیعہ سنی نصاب دینیات کی علیحدگی کے منفی اثرات کیا ہوں
گے۔ اس کا ایک مثبت نتیجہ تو ان کے پیش نظر تھا کہ شیعوں کا
ایک دیرینہ مطالبہ پورا ہو جائے گا۔ اور وہ مطمئن ہو جائیں گے خواہ
اس کے لئے اہلسنت کے جذبات کا خون کرنا پڑے اور باوجود اکثریت
کے ان کے حقوق کو پامال کیا جائے۔ اور خواہ باقی اقلیتیں بھی آئندہ
اس فیصلے کی روشنی میں یہ مطالبہ کرنے لگیں کہ ہمارے بچوں کے لئے
بھی علیحدہ اساتذہ رکھے جائیں۔ اور ان کے لئے بھی نصاب دینیات
علیحدہ مرتب کیا جائے لیکن یہ منفی اثرات شاید ان کی نظروں سے اوجھل
رہے جن کی طرف ہم آپ کی توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ ردعمل کے طور
پر ہمیں اہلسنت کے مطالبات آپ کے سامنے رکھنے چاہئیں تھے لیکن ہم
ملکی سالمیت کے پیش نظر مثبت تجاویز آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں۔

اور ہمیں امید ہے کہ آپ ان پر انتہائی سنجیدگی سے غور کریں گے۔"

تبصرہ :۔ جماعتِ کثیرہ کی حکومت کا شکریہ کہ انہوں نے چھوٹی جماعت کا دیرینہ جائز مطالبہ کسی حد تک پورا کر دیا۔ لیکن محرکینِ یادداشت کے جذبات کا خون ہو گیا۔ ان کے حقوق پامال ہو گئے۔ اگر ان کے جذبات یہی ہیں کہ اسلام کے حکم کے خلاف کسی کے مذہبی عقائد میں طاقت استعمال کر کے رکاوٹ ڈالی جائے تو یہ جذبات لائقِ تعزیر ہیں۔ اور ایسے خود ساختہ حقوق جو تشدد کی بنیاد پر قائم ہوں اور ان کا مقصد ایک کمزور جماعت کی مذہبی آزادی چھین کر اپنے عقائد کی زنجیر بزبردستی پہنانا ہوں تو ان حقوق کو نام حق دینا ہی حق کے خلاف بات ہے۔ دنیا کا کوئی قانون کسی اکثریتی جماعت کو یہ حق ادا نہیں کرتا ہے کہ وہ اپنے سے کہیں چھوٹی جماعت کے حقوق کو غصب کرنا لوٹنا اور پامال کرنا اپنا حق سمجھے۔ خود ہی ایک حق کو تسلیم کر کے چھوٹی جماعت کو دیکر پھر بزورِ دھونس واپس لے۔ اگر ایسے عزائم کو حقوق کہا جائے تو ان کو پامال کرنا تو در کنار انہیں حقوق کہنا جرم قرار دیا جانا چاہیئے۔

باقی رہ گیا اقلیتوں کے آئندہ مطالبے کا سوال تو اس کا جواب ہم نے پہلے ہی دے دیا ہے۔ تاہم حکومتِ جماعتِ کثیرہ کا آئینی فرض ہے کہ اقلیتوں کے مذہبی و مدنی مفادات کا تحفظ کرے اور عوام جماعتِ کثیرہ کی دینی و آئینی ذمہ داری ہے کہ ان کے بنیادی حقوق کی پاسداری و حفاظت کرے۔ کسی مسلمان کو یہ قطعی اختیار حاصل نہیں ہے کہ کسی غیر

مسلم کو اس کے عقائد کے مطابق تعلیمِ دین حاصل نہ کرنے دے۔

اقلیت کا اطلاق چونکہ غیر مسلمان پر ہوتا ہے اور پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے اس لئے ان کا یہ مطالبہ کہ ان کے دین کو سرکاری دین کا درجہ دیا جائے بلاشبہ ناجائز ہوگا۔ لیکن چونکہ آئینِ پاکستان میں ان کو مذہبی آزادی حاصل ہے لہٰذا ان کے عقائد میں جبری مداخلت نہ صرف قانوناً درست نہیں بلکہ خلافِ شرعِ محمدیؐ بھی ہے۔ اور شیعوں کا مطالبہ جبکہ اقلیت نہیں ہیں بس یہی ہے کہ ان کو بھی دینی تحفظ دیا جائے اور ان کو زبردستی خلافِ عقائد تعلیم نہ دی جائے۔

ملکی سالمیت جس درجے آپ کو عزیز ہے اس کی پوری عکاسی آپ کی یادداشت سے ظاہر ہو رہی ہے اور "ردِ عمل کے مطابق جو مطالبات آپ نے اہلسنت کے دیرینہ رکھے ہیں (؟)" ان سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ اور آپ ہماری تاریخ کا مطالعہ کر کے بخوبی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہم حیدرِ کرارؑ کے ماننے والے ہیں جو غیر فرار ہیں۔ ہماری داستان میں اگر صبرِ حسنؑ و صلحِ جنابِ شبرؑ کا اسوۂ حسنہ موجود ہے تو معرکۂ کربلا میں شجاعتِ حسینؑ، وفائے عباسؑ، ایثارِ اکبرؑ، قربانیِ اصغرؑ[۱] اور حوصلۂ زینبؑ[۲] بھی موجود ہے۔

ہمارے ہم حسینیوں نے یزیدیوں کی حکومتِ جماعتِ کثیرہ کی بنیادیں اس طرح ہلائی ہیں کہ ان کے جھٹکے آج بھی محسوس ہو رہے ہیں۔ مطیع جو ردِ عمل تم بتا رہے ہو ہمارا آزمایا ہوا ہے۔ اور یاد رکھو تم نے ہمیں

---

[۱] تمام یزید داخلِ دشنام ہو گیا اور لشکرِ یزید کثیر التعداد کے باوجود ملعون ہو گیا۔

ہر میدان میں، ہر آزمائش میں جانچا پرکھا ہے۔ اور آزمائے ہوئے کو آزمانا بے وقوفی ہے۔

شیعہ سنی نصاب کے منفی اثرات

اور

ہماری رائے

(یادداشت)

آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ گذشتہ سال پاکستان میں مرزائیوں کے خلاف جو تحریک چلی تھی اور جس کے نتیجے میں قومی اسمبلی نے کافی بحث و تمحیص اور غور و خوض کے بعد ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تھا اور جس میں سنی مسلمانوں کی مشغولیت کی وجہ سے شیعوں نے اپنا مطالبہ تیز کر کے حسینی محاذ لگانے کی دھمکی دیکر فائدہ اٹھایا) اس کی بنیاد کیا تھی۔؟ اس کی بنیاد یہی تھی کہ مسلمانوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ مرزائی جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں ان کے عقائد اسلام کے خلاف ہیں۔ اور عملاً وہ مسلمانوں سے ایک الگ گروہ ہیں۔ ان کے غلط عقائد کی وجہ سے ان کے خلاف نفرت کے شدید جذبات پیدا ہو چکے تھے اور مسلمان ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے پر تیار تھے۔ حالانکہ بظاہر وہ مسلمانوں جیسا ہی کلمہ پڑھتے تھے۔ اذان مسلمانوں کی دیتے تھے نماز ان کے طریقے کے مطابق

پڑھتے تھے اور کبھی بھی انہوں نے حکومت سے یہ مطالبہ نہ کیا تھا کہ ان کی دینی تعلیم مسلمانوں سے الگ کی جائے تو اب آپ بتائیے کہ:-

اب جبکہ ایک فرقہ جو اقلیت میں ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتا ہے اپنے ہی مطالبے پر اپنی دینیات (یعنی دین کے بنیادی اصول) الگ کروا رہا ہے۔ جس کا کلمہ مسلمانوں سے مختلف ہے۔ جس کی اذان عام مسلمانوں سے مختلف ہے جس کی نماز مسلمانوں کی نماز سے جدا ہے۔ جس کے بنیادی اصولِ دین عام مسلمانوں کے اصولوں کے مطابق نہیں تو کیا اس فرقہ کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں نفرت پیدا نہیں ہوگی اور یہ نفرت مستقبل میں ملکی سالمیت کے لئے نقصان دہ نہ ہوگی؟

ہماری رائے مرزائیوں کے خلاف ختم نبوت کی تحریک شیعہ سنی مشترکہ کوششوں سے کامیاب ہوئی۔ اس تحریک سے قبل شیعہ مطالبات کمیٹی حقوق طلب کرتی رہی۔ "سنیوں کی مشغولیت سے فائدہ اٹھانا" پُر فریب بات ہے ملک کے تمام اخبارات اس بات کے گواہ ہیں۔ مرزائیوں نے ختم نبوت سے انکار کیا۔ لہٰذا کافر قرار دے گئے۔

دراصل چونکہ وہ جماعت کثیرہ ہی میں سے پیدا ہوئے۔ اور ان کا جھوٹا نبی بھی جماعت کثیرہ کا مستند مولوی و عالم تھا لہٰذا اُن کے تمام ارکان اسلام اسی روایتی انداز میں قائم رہے۔ جماعت کثیرہ کے عقائد ہی کی تاویلات سے اُس نے جھوٹا نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور جماعت کثیرہ کی کثیر تعداد نے اسے تسلیم کر لیا۔

جو اس بات کی دلیل ہے کہ اہلِ جماعت کثیرہ کے عقائد میں ایسی لچک موجود ہے۔ چونکہ مرزائیوں اور اہلِ جماعت کثیرہ کی دینیات ایک ہی تھی اس لیئے اُن کی جانب سے مطالبہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اہلِ جماعت کثیرہ اور مرزائیوں میں اگر فرق تھا تو صرف یہ کہ "ختم نبوت" کے معنی دونوں فرقے جدا جدا لیتے تھے۔ اور یہی ایک اختلاف وُہ اپنی الگ تبلیغی انجمنوں کے ذریعے جماعت کثیرہ کی کتابوں ہی سے ثابت کرتے تھے۔ لہٰذا یہ معاملہ جماعت کثیرہ کا داخلی معاملہ ہے ۔ ذرا غور کر لیں۔ کہ مرزائیت کی پیدائش کے اسباب کیا تھے۔؟

آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ شیعوں کے بنیادی اصول اور عبادات آپ سے جُدا ہیں۔ (اور مرزائیوں کی طرح آج کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ صدیوں سے ایسا ہی چلا آ رہا ہے۔) اس لئے ہم یہ حق رکھتے ہیں کہ اپنے بنیادی اصول و عبادات و عقائد کا تحفظ طلب کریں۔ اور اے صاحبان حکومت آپ پر دینی و قانونی فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ ہمارا مطالبہ پورا کریں کہ اس کا تعلق صرف ہماری جماعت سے ہے۔ ہم یہ کبھی بھی مطالبہ نہیں کرتے ہماری دینیات آپ بھی پڑھیں۔ صرف اپنا یہ حق مانتے ہیں کہ ہمیں ہماری دینیات پڑھنے دیجیے۔ اور بے شک محبت و پیار سے اپنی دینیات ہمیں پڑھائیے۔ مگر تشدد سے نہیں۔ جبر سے نہیں۔ اگر ہم متعصب ہوتے تو ابتدا میں مثلاً تک آپ کی دینیات کیوں پڑھتے؟ حالانکہ ابتدائی

اثرات اکثر دائمی ہوا کرتے ہیں۔ مگر آپ اکثریت کے نشہ میں اس قدر چُور ہیں کہ دین و دنیا کے سب قوانین کے خلاف ہمارا بنیادی حق چھین رہے ہیں۔

باقی رہ گئی نفرت والی بات تو یہ تو آپ کی گھٹی میں ہے۔ اور آپ کے پیش کردہ یادداشت اس کی آئینہ دار ہے۔ ہر سُنّی اور شیعہ واقف ہے کہ دونوں کی دینیات جُدا ہے یہ کوئی ایسی نئی بات پیدا نہ ہو گی جو باعث نفرت ہو۔ البتہ آپ کے قابلِ نفرت خیالات مسلمانوں کے دو بھائیوں میں ضرور منافرت پھیلا رہے ہیں۔ اور یہ کوئی تازہ بات نہیں ہے۔ آپکے عزائم ہمیشہ نفرت آمیز رہے ہیں۔

۲ "جب سکولوں میں شیعہ و سُنّی طلباء کی دینیات کی کلاسیں الگ ہوں گی۔ وُہ دنیاوی مضامین پڑھنے کے لیئے تو اکھٹے ہی بیٹھا کریں گے۔ لیکن جب مذہبی تعلیم (دینیات) کا پیریڈ آئیگا تو کلاسیں جُدا ہو جائیں گی۔ اُستاد الگ ہوں گے تو طلباء کے ذہنوں میں یہ بات نہ آئے گی۔ کہ شیعوں کا مذہب الگ ہے اور پھر شیعہ طلباء کی انتہائی قلیل تعداد دیکھ کر سُنّی طلباء کے ذہنوں میں یہ بات نہیں آئے گی کہ مرزائیوں کیطرح یہ بھی ایک اقلیتی فرقہ ہیں اور ہمارے مذہب کے خلاف ہیں۔

آخر وہ کون سا طریق کار ہو گا جس سے ان طلبا کے ذہنوں میں یہ بٹھایا جائے گا۔ کہ وہ بھی مسلمان ہیں اور تم بھی مسلمان ہو۔ تمہارا مذہب اسلام ہے۔ آپس میں محبت اور پیار سے رہو اور متحد ہو کر قوم و ملک کی

خدمت کرو۔"

ہماری رائے

معلوم ہوتا ہے کہ محرکین کو کبھی سکول یا کالج میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع حاصل نہ ہو سکا۔

اور اِن کی درس گاہ کوئی خفیہ تہ خانہ ہے کہ جہاں سازشیں جنم لیتی ہیں اور فتنے سر نکالتے ہیں۔ اگر انہوں نے کسی اسکول یا کالج میں داخلہ لیا ہوتا تو ایسا بے تکا۔ تاثر کبھی مرتب نہ کرتے۔ حالانکہ سکولوں اور کالجوں میں اکثر مضامین اختیاری کی کلاسیں جُدا ہوا کرتی ہیں اور طلباء اپنے اپنے اختیار کردہ مضامین اپنی اپنی کلاس میں پڑھتے ہیں۔ اور اس وقت کبھی کسی طالب علم کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوتا ہے کہ امجد اور رشید نے انگریزی ایک ہی ساتھ ایک ہی استاد سے پڑھی ہے۔ لیکن امجد معاشیات کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے پروفیسر سلیم کی کلاس میں چلا گیا ہے اور رشید شہریت پڑھنے کے لئے لیکچرار دین محمد کی جماعت میں آگیا ہے۔ نہ ہی امجد کے ذہن میں کوئی ایسا خیال آئے گا اور نہ ہی رشید یہ سوچے گا کہ ہم میں جدائی کیوں ہوئی کیونکہ جانتے ہیں کہ دونوں کے مضامین الگ ہیں۔

اسی طرح ملک میں اردو میڈیم اور انگریزی میڈیم کے طریقے رائج ہیں۔ لہٰذا ایک ہی مضمون دو مختلف زبانوں میں پڑھنے کے لئے الگ الگ کلاسیں ہوتی ہیں مگر ایسے تاثرات جو محرکین کے ذہن کی اختراع بھی پیدا نہیں ہوتے۔

ایسے تعجب و نفرت کے خیالات اسی وقت جنم لیتے ہیں جب ذہن میں بغض و عناد پہلے سے موجود ہو۔ اور امر معلوم پر تعجب و نفرت پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ تو ہر ایک بچہ جانتا ہے شیعہ دینیات اور سنی دینیات میں اختلاف ہے۔ اور شیعہ آبادی تھوڑی ہے۔ سنی زیادہ ہے۔ لہٰذا اخلاقاً زیادہ تعداد والے کو چاہیے کہ تھوڑی تعداد والے کے مفادات کی حفاظت کرے نہ کہ مچھلی کی طرح بڑی مچھلی کو نگل جائے۔

مرزائیوں کے بارے میں ایسا کوئی خیال ہی نہ کرے گا کیونکہ ان کی دینیات اور اہل جماعت کثیرہ کی دینیات میں کوئی فرق نہیں ہے وہ تو اب بھی جماعت کثیرہ کی دینیات ہی پڑھ رہے ہیں۔

اور محبت و اتحاد کا طریقہ یہی ہوگا۔ کہ چھوٹی جماعت کے مطالبات تسلیم کر لینے پر بڑی جماعت کی قدر چھوٹی جماعت کی نگاہوں میں بڑھ جائے گی وہ دونوں ایک دوسرے کے بھائی بھائی بنکر اپنے عقائد کے مطابق خدمت دین و وطن کریں گے۔ ورنہ چھوٹی جماعت والے ہمیشہ بڑی جماعت والوں کو غاصب سمجھیں گے اور آئندہ تاریخ انہیں ظالم و حق تلف جماعت سے یاد کریں گی ' بالفرض اگر بزور شمشیر شیعہ دینیات نصاب سے خارج کر کے صرف سنی دینیات رہنے دی جائے۔ تو بھی محرکین کا گمان نفرت قائم رہتا ہے کیونکہ شیعہ اپنی نماز الگ طریقے سے پڑھیں گے، روزے اپنے طریقہ سے افطار کریں گے۔ عزاداری سید الشہداءؑ کی رسومات ادا کریں گے جس سے صاف ظاہر ہوگا کہ دونوں کی دینیات

الگ ہے۔ اور اس صورت میں نفرت اور زیادہ ہوگی خصوصاً شیعہ قوم جماعت کثیرہ کو غاصب و ظالم سمجھے گی۔

پس محبت و پیار اور اتحاد اس کا تقاضا کرتے ہیں کہ طاقتور جماعت اپنی افرادی قوت کا ہاتھ حق تلفی سے دور رکھے۔

۳ "جب طلبائ کے اندر تجسس پیدا ہوگا کہ شیعہ اور سنی دینیات میں کیا فرق ہے؟ پہلی دینیات میں کونسی ایسی باتیں تھیں جن سے شیعوں کے جذبات مجروح ہوتے تھے، جس کی وجہ سے انھوں نے نصاب کی علیحدگی کا مطالبہ کیا تھا تو وہ اپنے اساتذہ سے دریافت کریں گے اپنی مسجدوں کے آئمہ اور علماء سے دریافت کریں گے اور پھر یہ معلومات حاصل کرکے شیعہ طلبائ سے بحث و مباحثہ کریں گے جس میں نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ سکتی ہے۔ تو کیا تعلیمی اداروں میں پیدا ہونے والی یہ فضا ملکی سالمیت اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے مفید ثابت ہوگی یا مضر"

ہماری رائے طلبا میں تجسس و تحقیق کے رجحان کا جنم لینا خوش آئند ہوتا ہے۔ اگر جماعت کثیرہ کو اطمینان ہے کہ ان کی دینیات مستند اور صحیح ہے تو پھر اس بات کا انہیں کوئی اندیشہ ہی نہ ہونا چاہئے کہ شیعوں کے جذبات کسی غلط وجہ سے مجروح ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ تو ان کے تبلیغ دین کی بڑی آسان راہ ہوگی کہ شیعہ سنی دینیات کا موازنہ کرکے وہ آخرت کے لئے صحیح راستہ منتخب کرسکیں گے۔ چونکہ دین اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دین حق کی دعوت خوبصورت طریقہ اور محبت پیار سے دو

اگر آپ کا مذہب یہی تعلیم دیتا ہوگا تو بحث و مباحثہ میں کبھی بھی غیر صحت مند ماحول پیدا نہ ہوسکے گا۔ اور اگر آپ کے مذہب کی تعلیم ایسی ہی ہے جیسی کہ یادداشت سے ظاہر ہے تو سمجھدار طلبا اس کو خیرباد کہہ دیں گے۔

فرقہ وارانہ فسادات دینیات کے نصاب میں شامل ہونے کے بغیر بھی آپ لوگوں کی مہربانی سے ہوتے ہی رہے ہیں اور جب تک قوم پر آپ کا سایہ موجود ہے حسب عادت آپ اس سے باز نہیں رہ سکتے۔ لیکن اب عوام بیدار ہو چکے ہیں۔ وہ آپ کے ایسے ہوائی قلعے کبھی تعمیر نہیں ہونے دیں گے۔

بلکہ جب طرفین کو دونوں نظریات کا علم حاصل ہوگا ان کی علمی غور و فکر میں اضافہ ہوگا۔ باہمی کدورت و کشیدگی ایک دوسرے کے خلاف غلط فہمیاں دور ہوں گی۔ فرقہ وارانہ کشیدگی کا امکان کم سے کم ہوگا کیونکہ یہ فسادات اکثر و عموماً قلتِ علم کی وجہ سے جاہل طبقہ ہی شریر ملاؤں کے کہے میں آکر بپا کرتا ہے۔ کبھی تعلیم یافتہ حضرات اس میں ملوث نہیں ہوتے ہیں۔

پس ملکی سالمیت اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے اس سے بہتر اور مفید کوئی طریقہ نہیں ہے کہ جماعت کثیرہ اپنے وعدہ پر قائم رہے۔ اور ہمارے بچوں پر یہ زبردستی نہ کرے کہ وہ ان کی دینیات کی تعلیم ہی حاصل کریں اور اپنی دینیات نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہم یہ بالکل نہیں کہتے ہیں کہ جماعت کثیرہ ہماری دینیات کی تعلیم ضرور حاصل کرے۔ اور آخر ہمارے

اس مطالبہ کو تسلیم کرنے میں کیا چیز حارج ہے؟ شاید وہی جو ہم آگے بیان کریں گے۔

۴۔ "اور جب یہ معاملات تعلیمی اداروں سے نکل کر طلباء کے ذریعے اُن کے والدین اور خاندانوں تک پہنچیں گے تو پھر فرقہ وارانہ منافرت میں اضافہ ہوگا۔ یا باہمی محبت و الفت پیدا ہوگی۔ ظاہر ہے کہ نتیجہ نفرت و عداوت ہی میں نکلے گا۔

ہماری رائے شیعہ دینیات کا مطالبہ اہل جماعت کثیرہ کی موجودہ حکومت نے تسلیم کیا ہے۔ جبکہ اس سے پیشتر ایسا نہ تھا۔ لیکن ہماری تاریخ گواہ ہے کہ ابتدا سے آج تک ہمارے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا رہا ہے۔ ہمیشہ نفرت و عداوت کا برتاؤ ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ ہم شیعہ کیوں ہیں؟

جب اہلِ جماعتِ کثیرہ کی نیت ہی بغض، نفرت اور عداوت پر منحصر ہے تو اس میں دینیات کے مسئلہ کا موجود ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔

لیکن اگر اہلِ جماعت کثیرہ میں ذرا بھی کوئی شرافت کا مادہ ہے اور وہ قرآن کے اس حکم کو تسلیم کرتے ہیں کہ "لا اکراہ فی الدین" تو اُن کو ایسی فرقہ وارانہ منافرت کے اضافہ کا احتمال نہیں ہوتا۔ ان کو ایسی فرقہ وارانہ منافرت کے اضافہ کا احتمال نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ "مواخذہ حسنہ" کے نتائج کا اُمیدوار ہونا چاہیئے۔

یاد رکھیں! کہ نفرت و عداوت کا بیج ہمیشہ کمزور کی حق تلفی کر کے

بویا جاتا ہے۔ فافہم۔ اگر اہلبیت کی حق تلفیاں نہ کی جاتیں تو فرقے بھی نہ بنتے

۵۔ پھر یہی طلباء جب اسکولوں اور کالجوں سے فارغ ہو کر ملازمتوں کے لئے کوشش کریں گے۔ مختلف اداروں میں جائیں گے اور ان کے ذہن میں موجود ہوگا کہ اسکول میں شیعہ طلباء کی تعداد کتنی قلیل تھی اور وہ آبادی کے لحاظ سے کتنی معمولی اقلیت ہیں تو وہ لازماً یہ مطالبہ کریں گے کہ شیعوں کو آبادی کے تناسب سے ہر ادارہ میں ملازمت دی جائے۔

اس لئے کہ پہلے تو سب مشترکہ طور پر تعلیم حاصل کرتے تھے اور ان کے ذہنوں میں یہ مذہبی تعصب نہیں تھا کہ کون شیعہ ہے اور کون سُنی ہے؟ پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں۔ اور اب تو ان کے ذہن میں یہ بات آچکی ہوگی کہ شیعہ کوئی الگ چیز ہیں ان کو الگ ہی رہنا چاہیئے۔

اور یہ مطالبہ تو ویسے بھی ان کا جائزہ حق ہے کہ اقلیت کو ملازمتوں وغیرہ میں اکثریت کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر نشستوں پر قبضہ نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنی آبادی کے لحاظ سے نشستیں حاصل کرنی چاہیئے۔

ہماری رائے چونکہ آپ کی خود ساختہ دینیات کی تعلیم ہی یہ ہے کہ کمزور پر تلوار چلاؤ اور شاہ زور کے مقابلے میں میدان چھوڑ دو۔ جیسا کہ آپ کی اس یادداشت کے طرزِ تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے اگر جماعت کثیرہ کے بچوں کو اللہ نے توفیق دے دی اور ہماری دینیات اُنہوں نے پڑھ لی تو اولاً تو آپ کی کثرت انشاء اللہ قلت میں بدل جائے گی۔

گرچاہ کن را چاہ درپیش ! شاید یہی حفظِ ماتقدم ہے جو آپ ملازمتوں کے حصول کی بات کر رہے ہیں۔ بصورتِ دیگر اگر بردستی آپ نے ہماری دینیات سے اپنے بچوں کو دور ہی رکھنا چاہا تو ہمیں اپنی آبادی کے مطابق کوٹہ منظور ہوگا۔ کیونکہ اس وقت ہمیں آبادی کے لحاظ سے کسی بھی جگہ نمائندگی حاصل نہیں ہے۔ مگر ہاں ایسی صورت میں آپ کو تو سخت نقصان رہیگا کیونکہ جماعت کثیرہ میں آپ کا حصہ ایک فیصد سے بھی کم ہے۔

بندگانِ خدا عقل سے کام لیجئے۔ کبھی اکثریت نے بھی اقلیت سے حقوق مانگے ہیں جبکہ حکومت بھی جماعت کثیرہ کی ہو۔

آپ کو آپ کی اکثریت مبارک رہے۔ ہمیں دینیات بیچ کر نوکریوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ایسا موقع آگیا تو بے شک ہماری آبادی کے لحاظ سے ہمیں نشستیں دے دینا۔ مگر ہم نوکریوں کے لئے مذہب نہیں بیچیں گے۔

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اور ایسا وقت تو شاید نہ آئے لیکن یہ زہر جو آپ پھیلا رہے ہیں اس کا اثر ملاحظہ فرمائیے۔ شاید کچھ عبرت حاصل ہو جائے۔

یہ بیان اشرف علی صاحب سیکرٹری جنرل تنظیم اہلسنت وجماعت لاہور کا ہے۔

"پاکستان ایک خطہ ارضی ہی نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی نظرِ عنایت اور علماء و مشائخ کی گراں بہا قربانیوں کا شاہکار ہے۔

اس خطہ ارضی کو کانگریسی مولوی اپنے ہندو آقاؤں کی طرح اپنی ناکامیوں کا زندہ نشان سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس ملک کو تباہ کرنے کے لئے مسجد و دعا، مزاروں اور گلی کوچوں میں تفرقہ بازی کی مذموم فضا قائم کر رہے ہیں۔

مذکورہ بالا گستاخانِ رسولؐ وطن دشمن عناصر (دیو بندی وہابی) نے ایک سازش کے ذریعے محکمہ اوقاف پر قبضہ جما رکھا ہے جس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔
۲۔ وائس چانسلر علماء اکیڈمی
۳۔ ڈائرکٹر علماء اکیڈمی
۴۔ صوبائی خطیب پنجاب
۵۔ ناظم مساجد پنجاب۔
۶۔ ڈسٹرکٹ خطیب لاہور۔
۷۔ ڈپٹی سیکرٹری محکمہ اوقاف
۸۔ ناظم تبلیغ اوقاف
۹۔ خطیب شاہی مسجد لاہور

اور دیگر انتظامیہ کے اسی فیصد حکام دیو بندی' وہابی ہیں۔

ان کلیدی آسامیوں پر یہ دیو بندی وہابی لوگ فائز ہو کر دیو بندیت کا تعفن پھیلا رہے ہیں۔ صرف لاہور میں تیس مساجد اوقاف پر دیو بندی قابض ہیں۔ اگر اس سیلاب کو نہ روکا گیا تو وطن عزیز میں سنی عقائد کا رفیع الشان محل

پیوند میں ہو جائے گا۔ اس لئے متحد ہو کر دیوبندیوں وہابیوں کے اس سیلابہ کو روکا جائے۔

(شکریہ "عظیم" کراچی بحوالہ پندرہ روزہ "امن" کھوئی رٹہ) ۲ر فروری ۱۹۷۶ء

اب بتائیے چاہ کن را چاہ در پیش ـ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

پھر یادداشت میں ہے کہ "خدانخواستہ جب یہ حالات پیدا ہو جائیں گے (اور اگر اس فیصلے کو بدلا نہ گیا تو لازمی طور پر یہ حالات پیدا ہوں گے) تو نفرت تو عداوت زور پکڑے گی۔ اس وقت پھر اہلسنت اکثریت پر علیحدگی افتراق اور انتشار کی ساری تہمتیں لگا دی جائیں گی۔ اسی لئے ہم اہلسنت کی طرف سے ابھی ان خطرات کی نشاندہی کر کے اپنا فرض پورا کر رہے ہیں۔"

جواب:- اللہ نہ کرے کہ آپ کے ناپاک ارادے پورے ہوں اور اگر بالفرض محال آپ نے خود ایسے ہی حالات پیدا کر دئے تو انشاء اللہ العزیز دونوں جہانوں میں آپ کا حشر نیک نہیں ہوگا۔ اور ایسی صورت میں آپ کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ جس کی معمولی جھلکی اوپر آپ کو دکھلا دی ہے۔ اگر یہ عبرت کے لئے کافی نہ ہو تو پھر کبھی بھی آپ کو افتراق و انتشار کے الزامات سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔

نصاب میں شیعہ دینیات کیوں گوارہ نہیں ہے؟

اس لئے کہ جو مدتوں سے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات شیعان علی پر لگاتے چلے آرہے ہیں ان کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ اور نئی نسل مذہب محمد و آل محمد علیہم السلام کے محاسن کا مطالعہ کرے گی تو اسے عقل و فطرت کے عین مطابق پائی گئی۔ لہٰذا صدیوں کا بھرم چند سالوں میں تار تار ہو جائے گا۔ شیعوں سے نفرت کوئی اب کی بات نہیں ہے جب میں نے ایک سنی گھرانے میں آنکھ کھولی تو مشاہدہ کیا کہ متعصب غیر شیعہ بچپن ہی سے اپنی اولاد کو شیعوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ حضرات بھی جانتے ہونگے بچوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے ان کے ذہنوں میں یہ خوف بٹھایا جاتا ہے کہ شیعہ لوگ بچے اغوا کر لیتے ہیں اور دسویں محرم کے دن ان کے خون سے گھوڑے کی چادر رنگ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ شبیہ ذوالجناح پر رنگین چادر دیکھتا ہے تو معصوم ذہن یقین کر لیتا ہے کہ واقعی شیعہ ایسے ہی ظالم و سفاک ہوں گے۔ پھر جب ذرا اونچا ہوتا ہے شیعوں سے متنفر کرنے کے لئے اس کو یہ جھوٹ پڑھایا جاتا ہے کہ عید غدیر اور شام غریباں کی مجالس میں معاذ اللہ شیعہ لوگ رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ کبھی یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ ان کا مذہب جھوٹا ہے جسے یہ تقیہ کہتے ہیں۔ کبھی اس طرح گمراہ کیا جاتا ہے

کہ یہ زانی گروہ ہے جس کا نام انہوں نے متعہ رکھ لیا ہے۔ ان کی نذر و نیاز نہیں کھانی چاہئے۔ کیونکہ اس میں یہ گھوڑے کا پیشاب ملاتے ہیں۔ سیدھے سادے مسلمانوں کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ ان کی مجلسیں سننا حرام ہے۔ یہ تبرا کرتے ہیں اور اصحاب رسولؐ کو معاذ اللہ گالیاں بکتے ہیں۔ ان کا گھوڑا دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ علیؑ کو خدا کہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وحی محمدؐ کی بجائے علیؑ پر آنا تھی اور جبرئیل بھول گئے یہ عبداللہ بن سبا یہودی منافق کو نبی مانتے ہیں۔ انہوں نے خود آئمہؑ کے ساتھ ظلم کیا اور اب روتے پیٹتے ہیں۔ جب یہ مرتے ہیں تو گز بھرتا ہے۔ الغرض ایسی ایسی بے ہودہ اور لغو باتیں گھڑ کر سنائی جاتی ہیں کہ وہ شیعہ کا نام سننا بھی گوارہ نہیں کرتا۔ اور اگر کبھی اسے یہ شوق پیدا ہو جائے کہ شیعت میں دلچسپی لینا شروع کر دے اور ان کے خیال کا اثر قبول کرنا شروع کر دے تو پھر یوں بات بناتے ہیں کہ یہ اپنا اصل مذہب کسی کو نہیں بتاتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اب جب شیعہ دینیات عام ہو جائے گی تو خود بخود ہر چیز نکھر کر سامنے آئے گی اور ان کی صدیوں کی محنت اکارت ہو جائے گی۔ شیعہ کبھی بھی یہ اعتراض نہیں کرتا ہے کہ اس کے بچے کو سنی دینیات نہ پڑھائی جائے۔ بلکہ اول تو ہر سال شیعوں کو بڑے سے بڑے افراد جماعت کثیرہ سے ہی حاصل ہو جاتے ہیں ورنہ ہر شیعہ سنی دینیات کو اپنی دینیات سے زیادہ بہتر طرح سمجھتا اور پڑھتا ہے۔ اسکولوں میں بھی اور عام زندگی میں بھی۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ سارے سفید جھوٹوں سے پردہ اٹھ جائیگا اور دوسرا خدشہ یہ ہے کہ اہل جماعت کثیرہ کی دینیات کا جب شیعہ دینیات سے تقابل ہو گا تو کثیر تعداد میں طلباء مذہب محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کو قبول کر لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کے وہ سارے شبہات دور ہو جائینگے جو اوپر بیان کئے گئے۔ مثلاً

توحید:۔ جب ان کو معلوم ہوگا شیعہ اللہ کو معبود مانتے ہیں اور اس کے سوا کسی کو لائق پرستش و عبادت نہیں سمجھتے۔ اس کی صفات کو عین ذات مانتے ہیں اور ہر حدث سے منزہ سمجھتے ہیں۔

تو

پھر ان کا یہ شبہ جاتا رہے گا کہ شیعہ خدا کو نہیں مانتے یا حضرت علیؑ کو خدا سمجھتے ہیں۔

۲۔ جب وہ اپنی کتاب بخاری شریف میں اللہ میاں کے پیر کو دوزخ میں دیکھیں گے اور عرش پر کرسی کی چرچراہٹ معلوم کریں گے

تو

ان کے ذہن میں سوال اٹھے گا کہ وہ کیسا اللہ ہے جس کو نہ کرسی کا اندازہ ہے نہ جہنم کا۔ کرسی کی چولیں ہلا رہا ہے اور جہنم جو بدکاروں کا ٹھکانہ ہے وہاں اپنا پیر ڈال کر خود دوزخی بن رہا ہے لہذا تجسس پیدا ہوگا۔

اور

جب شیعہ دینیات میں ایسی چیزیں نہ مل سکیں گی، بلکہ توحید مفصل

پڑھیگا۔ تو شبلی نعمانی کی طرح تسلیم کرے گا کہ ابوحنیفہ کی امام جعفر صادق سے بانسبت تمام علوم تو اہلبیت ہی کے گھر سے نکلتے ہیں۔

(سیرت النعمان)

عادل :۔ جب ایمانِ مُفصل میں پڑھے گا خیر بھی اللہ کی طرف سے ہے اور شر بھی تو یقیناً عقل شر کو شانِ الٰہی کے خلاف سمجھے گی۔

لہٰذا

خدائے عادل کی عدالت پر ایمان لے آئے گا۔ کہ خدا وہی ہو سکتا ہے جو عدل کرے۔ ظالم ہونا صفت بد ہے جس کا اطلاق اللہ پر نہیں ہو سکتا۔

رسالت :۔ جب اپنا عقیدۂ رسالت مطالعہ کرے گا تو رسولؐ کو اپنے جیسا خاطی سمجھے گا۔ بخاری شریف میں جونیہ کا قصہ پڑھیگا۔ قرآن کو بھولنا اور وہ ساری باتیں جو رنگیلا رسولؐ لکھنے والے نے نقل کی تھیں تو اس عقیدہ سے ہر جھوٹے نبی کو ماننے میں کوئی وجہ انکار پیش نہ کر سکے گا جیسا کہ مرزا غلام احمد اور اس کے پیروؤں نے کیا۔

لیکن

اگر شیعوں کی دینیات میں نبیؐ کا معصوم محفوظ عن الخطاء والسہو ہونا جان لے گا تو ہر جھوٹے نبی کو جھٹلا دے گا۔ بخاری والا کوئی بھی عیب تسلیم نہ کر سکے گا۔

امامت | جب نبیؐ کو معصوم مانے گا تو وارثِ رسولؐ کی ضرورت

محسوس ہوگی۔

لہٰذا اُسی شخص کو "ولی" تسلیم کرے گا جو معصوم ہو۔ کیونکہ عقل ہر جہت سے گنہگار پر بے گناہ و بے عیب کو ترجیح دیتی ہے۔ اور جب ہر فرد میں عصمت و طہارت کو تلاش کرے گا تو آلِ محمدؐ کے سوا کسی دوسری جگہ نہ پا سکے گا۔ اور جب جماعت کثیرہ میں ملوکیت دیکھے گا تو امامت کی طرف جھک کر فوراً کہیگا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل

قیامت :۔ جب طالب علم قیامت کے عقائد کی گہرائی میں جا کر "لا تدرکہ الابصار" کے قرآنی حکم کے خلاف "دیدارِ خداوندی" کا عقیدہ دیکھے گا تو موسیٰ کی لن ترانی پر غور کریگا اور اللہ میاں کا ابرین میں نزول معلوم کرے گا تو ایسے غیر معقول اوہام کی تحقیق کرے گا اور جب اس کو شیعہ دینیات سے تشفیٔ قلب ہوگی تو قیامت تک دشمنِ علیؑ پر لعنت کریگا۔

قرآن :۔ جب اُسے معلوم ہوگا کہ شیعہ بھی وہی قرآن پڑھتے ہیں جو سُنی پڑھتے ہیں تو اپنے علماء پر جھوٹ کی وجہ سے ناراض ہوگا کہ وہ تو کہتے ہیں شیعوں کے قرآن کے .... چالیس پارے ہیں۔ اور اگر کہیں بی بی عائشہ کی بکری کا قرآن کھانا اُس نے حدیث میں پڑھ لیا تو سمجھ جائے گا کہ اپنا الزام شیعوں کے سر تھوپا گیا ہے۔

لہٰذا تحقیق مزید کا شوق ہوگا۔ جب حدیث ثقلین پڑھے گا کہ قرآن

و اہلبیتؑ ہی دو ثقل ہیں جن سے تمسک کرنے کے بعد ہر گمراہی سے نجات
...... مِل جاتی ہے تو ایمان لے آئے گا۔ اور اطاعتِ رسولؐ کے
مطابق جامِ ولایت نوش کرے گا۔

اور پھر یہ حقیقت بھی جان جائے گا "صرف قرآن کافی کہکر سُنّت"
اہلبیتؑ" اور "حدیث" کے انکار کرنے کی روایت کس بزرگ نے قائم
کی تھی۔

پس

فتنہ انکارِ حدیث کا سبب معلوم کرلیگا۔ اور اس گروہ کو اہلِ
قرآن" چکڑالوی' پرویزی' ..... وغیرہ کے القابوں سے جماعت
کثیرہ ہی میں پائے گا۔

حدیث :- تعلیم حدیث میں جب طالب علم دیکھے کہ کتب صحیحین میں
ایسی ایسی لغو روایات موجود ہیں کہ جن کو پڑھ کر ایمان متزلزل ہوجاتا
ہے تو خدا کی پناہ مانگے گا۔ اور اس بات پر یقیناً تعجب کرے گا
کہ علیؑ اور اولادِ فاطمہؑ سے آخر کیوں کم سے کم روایات لی گئیں۔
پھر اگر شیعہ احادیث پڑھے گا تو ہر حدیث کسی معصوم ہستی سے

روایت ہوگی۔ اور جو موضوع حدیث ہوگی از خود شناخت ہو جائیگی۔ **پس**
عقل و **مشاہدہ** کے مطابق گھر والوں کی بات کا اعتبار کرے **گا** جو ہمیشہ ساتھ
رہے اور جن کی صداقت کی گواہی خدا و رسولؐ نے آیت تطہیر اور آیت مباہلہ
میں بھی دی۔

حج :- جب اس کو حج کے احکام شیعہ دینیات میں نظر آئیں گے تو
شیعوں پر حج نہ کرنے کا جو الزام بے بنیاد ہے۔ وہ جھوٹ ظاہر ہوجائیگا
زکوٰۃ و خمس :- دونوں مسالک کے مسائل سے واقفیت ہوگی۔ خمس کی
چوری معلوم ہوگی۔

روزہ :- جب قرآن میں آیت پڑھیگا کہ "پورا کرو روزہ رات
تک" تو اُسے اپنا روزہ دن میں کھولنا خلاف قرآن معلوم
ہوگا۔ تشریح پوچھنے پر جو احادیث مولوی بتائیں گے وہ خلافِ
قرآن قرار پائیں گی **لہٰذا**

تسلیم کرے گا کہ شیعہ اپنی افطاری قرآنی وقت پر کرتے ہیں۔
نماز :- جب امام شافعی کا قول پڑھے گا کہ اُس وقت تک نماز
نہیں ہوسکتی جب تک اہل بیتؑ پر درود نہ پڑھا جائے۔ تو اہلبیتؑ کی
عظمت و اہمیت کا احساس کرکے اُن کے مذہب کی جانب متوجہ ہوگا۔

اور جب تحقیق کرے گا کہ شیعہ نماز کُتب سنیہ سے پوری طرح ثابت

ہے اور اہلِ جماعتِ کثیرہ کا ایک ٹولہ مالکی آج بھی ہاتھ کھول کر ہی نماز
پڑھتا ہے۔ تو وقتِ سلام قبلہ سے مُنہ نہیں موڑے گا۔ کیوں کہ
سلام نماز کا حصہ ہے اور نیت میں اُس نے مُنہ کعبہ شریف کے کہا
ہے لہٰذا جب تک نماز مکمّل نہ ہو کعبہ سے مُنہ پھیرنا درست نہ سمجھے گا۔
کلمہ :- جب یہ معلوم کرلیگا کہ احمدی کلمہ اور جماعت کثیرہ کا کلمہ ایک

ہونے کے باوجود کفر و اسلام کی خلیج ہے اور قرآن مجید نے اس کلمہ
کو بغیر ولایت کے تسلیم نہیں کیا ہے تو مولوی محمد شفیع اوکاڑوی کی کتاب
سفینۂ نوح میں جنت کے دروازے پر ہونے سے لکھا ہوا کلمہ پڑھے گا
جو کلمہ طیبہ ہے کہ اقرارِ ولایت علیؑ کے ساتھ ہے۔ لہٰذا پڑھیگا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ
وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل

قصہ مختصر:- یہ کہ جوں جوں نئی نسل کا نوجوان دین میں دلچسپی
لیکر مطالعہ دین کو وسعت دے گا تو اُسے معلوم
ہو جائے کہ مذہب شیعہ کا ہر عقیدہ و عبادت کُتب اہلسنت سے
پوری طرح ثابت ہے اور سارے جھوٹے الزامات غلط ہیں کہ اُن
کا کہیں وجود بھی نہیں۔ پھر مولوی صاحب کے پاس وضاحت کیلئے
آئے گا تو اب پھر مولوی پہلے کہے گا کہ یہ کتابیں سُنّیوں کی نہیں۔ اگر
طالب علم ہوشیار ہوگا تو وہ توثیقِ علماء بھی پیش کرے گا۔ اب جو کوئی
جواب نہ بن پڑے گا۔

تو ایک اور جھوٹ تراش کر اپنے اسلاف کی توہین پر اُتر آئیں گے
کہ لے میاں صاحبزادے یہ سب کتابیں، بلکہ سارا ہی اسلامی لٹریچر
شیعوں کا لکھا ہوا ہے۔"

زمانہ عقل و دانش کا ہوگا طالب علم فوراً جھوٹ کے پیر

اکھڑتے تاڑے گا اور کہیگا حضرت مولانا قرآن مجید کے بارے میں
کیا خیال ہے۔

تو مولوی صاحب بڑی ثقیل مذہبی عبارت میں کہیں گے کہ اللہ
کا کلام ہے۔ لیکن ہم تو ترجمہ قرآن کو مانتے ہیں۔

پس ایک نیا مذہب جماعت کثیرہ ہی سے پیدا ہوگا جو تمام اسلامی
لٹریچر کو خرافات کہہ کر ٹھکرا دے گا۔ اور ترجمہ قرآن اور مستشرقین
کی اتباع کو دین سمجھے گا۔

لیکن اگر طالب کی ذہنیت میں نفرت و تعصب نہ ہوگا تو یقیناً
ہماری طرح "علیؑ ولی اللہ" کی ولایت کا عقیدہ اصولی
مان لے گا۔ اور اطاعتِ رسولؐ کی پابندی کرے گا۔ تو
فوراً علیؑ کو "ولی اللہ" "خلیفہ رسول اللہ"
"اولی الامر" "مولا" اور سیدا لمطاع
مان کر کلمہ کے ساتھ اعلانیہ اقرارِ ولایت کرے گا تاکہ یہ فکر بلند
ہو کر الکلم الطیبین جائے کہ:-

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
علی ولی اللہ وصی رسول اللہ
وخلیفتہ بلا فصل

پس اے ناظرین گرامی قدر! اس کے علاوہ جماعت کثیرہ

کو شیعہ دینیات کی علیحدگی سے اور کوئی خوف نہیں ہے۔ ورنہ عیسائی مشنریاں۔ اشتراکی جماعتیں، بہائی وغیرہ سب اپنے مذہب کا پرچار پاکستان میں کر رہے ہیں۔ لیکن ہم سے ہی کوئی خاص بغض و عداوت و نفرت ہے کہ ہمارے جائز حق دین کو بھی چھیننے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اور یہ شر پسندی صرف ایک مخصوص گروہ کر رہا ہے۔ ہم ہر پاکستانی محبِ وطن سے برادرانہ اور مخلصانہ گذارش کرتے ہیں۔ ایسے فساد پرور عناصر کو سر اٹھانے سے قبل ہی کچل دیں۔

اگر وہ واقعی دین سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی نیت نیک اور مقاصد اسلامی ہیں تو تحریر سے، ابلاغ عامہ کے ذریعے مواعظ حسنہ سے تبلیغ تاکہ تحقیق حق اور ابطال باطل ہو سکے۔

نتائج

اول نتیجہ کلام یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت پر ایمان اسی طرح ضروری ہے جس طرح توحید خداوندی اور رسالت محمدؐ کی پر کیونکہ اس کے بغیر دین و ایمان دونوں کے مشکوک رہنے کا قوی اندیشہ ہے یہ دعوی کتاب خدا قرآنِ مجید احادیث رسولؐ کریم اور تعلیمات اصحاب رسولؐ و علمائے اُمتِ مسلمہ سے مکمل طور پر ثابت ہے۔

(٢) کلمہ علیؑ ولی اللہ، وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل۔

کلمہ، توحید رسالت کو مستند و مقبول بنا کر کلمہ طیبہ بناتا ہے اور از روئے قرآنِ مجید یہی الکلم الطیب "فوزِ عظیم" ہے۔

٣- اقرارِ ولایتِ علی علیہ السلام نہ ہی کلمہ میں کوئی اضافہ ہے اور نہ ہی تحریف۔

(۴) اس کی مخالفت، خدا، رسولؐ، اہلبیتؑ طاہرینؑ، اصحابِ کبار، تابعین، تبع تابعین، علمائے کرام کی مخالفت ہے۔

(۵) شیعہ سنی نصاب دینیات کی علیحدگی دونوں فرقوں کا بنیادی حق ہے کیونکہ حکم قرآنِ مجید کے مطابق کسی کو زبردستی اپنے عقائد کے خلاف کوئی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔ ایسا کرنا اسلام کے صریحاً خلاف ہے۔

(٦) شیعوں کو محض اکثریت کے بل پر ان کے خلاف عقائد نظریات کی زبردستی تعلیم دینا ایک طرف کھلی بے انصافی و جارحانہ کوشش ہے دوسری طرف ملک کی سلامتی اور اتحادِ اسلام کی بنیادوں کو کمزور کر دیتا ہے۔

(٧) شیعانِ اہلبیتؑ کی دینیات کو نصاب میں شامل کرنے کی مخالفت صرف اس لئے کی جا رہی ہے کہ شیعوں پر صدیوں سے عائد کئے گئے بے بنیاد الزامات کی قلعی نئی نسل پر کھل جائے گی اور وہ سارے سفید جھوٹ سامنے آ جائیں گے جن کے سہارے شیعوں کو بدنام کیا جاتا رہا ہے۔

انتباہ

شیعانِ علیؑ اپنے عقائد کے تحفظ و تقدس کی خاطر ہر دیوار

"نعرۂ حیدری" کی ضربت سے گرا دیں گے۔ خواہ اس کے لئے کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینا پڑے۔ ہم پھر یاد کراتے ہیں کہ ہم آزمودہ کار ہیں۔ اکثریت و حکومت کے مظالم برداشت کرنا ہماری روایات میں شامل ہے اور تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ ہم نے میدان قربانی میں ہمیشہ اپنی استقامت و صداقت کا سکہ جمایا ہے۔ سر دیا ہے۔ سر (SIR) نہیں کہا ہے۔ کربلا میں دائمی فتح پائی ہے۔ دربارِ عیش و عشرت میں ہتھیار نہیں ڈالے ہیں۔ اگر ایسے آزمائش کدہ میں پھر داخل ہونا پڑا تو انشاء اللہ کسی جہت سے بھی ہمارے پاؤں میں لغزش نہیں آئے گی کیوں کہ ہم تو غیر فرار کی ولایت کے معتقد ہیں اور بھاگنے والوں سے بیزاری اختیار کرنے والے ہیں۔

میں اپنی قوم کے ہر فرد سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ جملہ اپنا موٹو بنا لے کہ:-

"ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے"

اور محبت اہلبیتؑ وہ اجر رکھتی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:- "جو آلِ محمدؐ کی محبت میں مرا وہ شہید مرا"

والسلام

طالبِ دعا:-
عبدالکریم مشتاق

یکم جمادی الاول ۱۳۹۶ھ
۲۰ مئی ۱۹۷۶ء بروز اتوار